Thānvī, Ashraf ʻAlī

Daʻvāt-i ʻabdiyat

قال اللہ تعالیٰ

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۝

سبیل رب یعنی عبدیت کی طرف دعوت کرنیکے جو تین طریقے آیت صدر مین مذکور ہین

اُنکا جامع جو رسالہ

دعوات عبدیت

ہے

جسکی ہر جلد مین اُن طریقون کے اعتبار سے تین حصے جدا جدا لقب کے

یعنی

خطبات موعظت و مقالات حکمت و مجادلات معدلت

اور جو

مجموعہ ہی حکیم الامۃ حضرت مولانا حاجی حافظ شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی دامت برکاتہم کے مواعظ و ملفوظات کا

یہ اُسکی جلدون مین سے جلد اول ہی جسمین دس ۱۰ (خطبات موعظت) وعظ ملقب بہ

آداب المساجد ۱ ۔ مہمات الدعا حصۂ اول ۲ ۔ مہمات الدعا حصۂ دوم ۳ ۔ سیرۃ الصوفی ۴ ۔ استخفاف المعاصی ۵ ۔ حقوق المعاشرت ۶

الاخلاص حصۂ اول ۷ ۔ الاخلاص حصۂ دوم ۸ ۔ اصلاح النساء ۹ ۔ ذم ہوی ۱۰

اور

ایک سو پانچ ۱۰۵ مقالات حکمت اور چھبیس ۲۶ مجادلات معدلت شامل ہین

حسب فرمایش جناب حاجی صدیق احمد صاحب متوطن بنت ضلع مظفر نگر

باہتمام خاکسار سید مقبول حسین وصل بلگرامی۔

مطبع مقبول المطابع ہردوئی مین طبع ہوا

بار اول دو ہزار جلد

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حضرت مولانا مولوی محمد اشرفعلی صاحب دام فیوضہم کا مفید عوام وخواص وافراط وتفریط سے پاک سچے تصوف کی

حقیقت مین نہایت ضروری جدید رسالہ

عرصۂ دراز سے شائقین کو اسکے طبع کا انتظار تھا۔ الحمد للہ کہ یہ رسالہ چھپکر طیار ہوگیا ہی سہولت کے لیے اسکی پانچ جلدین جداگانہ حسب تفصیل ذیل کردیگئی ہین۔

جلد اول۔ مسائل متعلقۂ نوافل از بہشتی زیور حصۂ دوم۔ حقیقت طریقت۔ حقوق طریقت۔ تحقیق کرامت۔ تحقیق مسمیریزم طلسم کشائی فریسن۔ علاج وساوس۔ بعض مضامین مفیدۂ ضروریہ خمسۂ اردو۔ مضامین عجیبہ ضروریہ تذکرۂ حوت۔ اشعار شوق موت۔ ۴۴ صفحہ۔ قیمت ۳۰۰/

جلد دوم۔ اسمین دو رسالہ ہین۔ اول المخص الانوار والتجلی۔ دوسرا الفتوح فی تعلق الروح ۲۸ صفحہ قیمت ۲/

جلد سوم اسکے دو جزو ہین اول رسالہ مسائل المثنوی اردو۔ دوسرا جزو اس جلد کا بعض مضامین ضروریۂ امداد اللقائے ہین جسکی خوبی اور ضرورت دیکھنے سے معلوم ہوتی ہی۔ ۶۰ صفحہ قیمت ۴/

جلد چہارم۔ اسمین صرف رسالۂ عرفان حافظ ہی یہ رسالہ لسان الغیب حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان کی ردیف ضاد تک درج ہی جسمین سلوک وتصوف کوٹ کوٹ کر بھرا ہی ۲۱۸ صفحہ۔ قیمت .. ۱۳/

جلد پنجم اسکے تین جزو ہین اول جزو حقیقۃ الطریقہ اسمین تیرہ باب ہین جسکے مضمون مختلف طور سے لکھے ہین اور ہر مضمون پر اس باب کا نام بھی لکھدیا ہی جس باب کا وہ مسئلہ ہی تیرہ باب یہ ہین۔ اخلاق[۱]۔ احوال[۲]۔ اشغال[۳]۔ تعلیمات[۴]۔ علامات[۵]۔ نقائص[۶]۔ عادات[۷]۔ رسوم[۸]۔ مسائل[۹]۔ اقوال[۱۰]۔ توہمات[۱۱]۔ اصلاح[۱۲]۔ متفرقات[۱۳]۔ ان ابواب کے مضامین کو تین سو تئیس[۳۲۳] احادیث صحیحہ سے ثابت فرمایا ہی۔ دوسرا جزو النکت الدقیقہ تیسرا جزو تائید الحقیقہ عربی ترجمہ اردو ہی جو کہ حقیقۃ الطریقہ کے حاشیہ پر ہی ۲۲۶ صفحہ قیمت ۱۴/

المشتہر حاجی صدیق احمد۔ بنت۔ ضلع مظفرنگر۔

نوٹ۔ یہ کتابین مقامات ذیل سے بھی ملسکتی ہین تھانہ بھون مولوی حاجی عبداللہ صاحب (۲) دیوبند مدرسہ عربیہ منشی محبوب علی صاحب (۳) علیگڈھ ترکمان دروازہ منشی محمد منیر صاحب

دعوات عبدیت

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد الحمد والصلوٰة فقد قال اللہ تعالیٰ - ادع الیٰ سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن الآیة۔

یہ رسالہ اس آیۂ شریفہ کے امتثال کی ایک صورت ہو - تفصیل اسکی یہ ہو کہ اس احقر کو اکثر اوقات اتفاق ہوتا ہو مسلمانون کو مواعظ سے خطاب عام کرنیکا - اور چونکہ ان مواعظ مین بتوفیقہ تعالےٰ لحاظ ہوتا ہو ضرورت وقت کا - اس لئے اکثر سامعین اُسکو نظر استحسان سے دیکھتے ہین - اور اسی لئے مختلف احباب مختلف اوقات مین اپنی یہ راے ظاہر کرتے رہے کہ ان مواعظ کی تدوین خواہ استیعاباً یا تلخیصاً - غائبین کے لئے استحصالاً اور حاضرین کے لئے استحضاراً متوقع النفع ہو - چنانچہ بعض نے کسی کسی وعظ کو جمع بھی کیا جنمین سے بعض شائع بھی ہوئے اور اُن سے باوجود اُن کی قلت عدد کے جو بعض منافع مشاہدہ مین آئے اس سے اُن احباب کی وہ راے اور زیادہ موکد ہوگئی - مگر اُس کے اسباب مجتمع نہ ہوتے تھے - اِن دنون خداے تعالےٰ نے اُس کا یہ سامان پیدا کیا کہ مشفق مکرم حاجی صدیق احمد صاحب بنتی نے از سر نو اسکی تحریک کی اور اُس کے مصارف تدوین و اشاعت برداشت کرنیکا بخوشی وعدہ کیا - اُنکی اس طور کی تحریک نے مجھ پر بھی ایک خاص اثر کیا اور یہ کام کچھ سہل سا معلوم ہونے لگا - اور تدوین کا سلسلہ بنام خدا شروع کرادیا - مگر چندے اس کا نظم درست نہ ہوسکا۔

شدہ شدہ اب اسکا سامان قریب قریب مہیا ہوگیا - کچھ مدون کرنے والے بھی میسر ہوگئے جنکو خود بھی اس کام سے دلچسپی ہی -
چنانچہ چند وعظ جدید (علاوہ اُن کے جنکی اشاعت ہوچکی ہے) جمع ہوئے -
اس تحریک کے ساتھ ہی دو امر اس کے متعلق اور بھی قرار پائے تھے - ایک یہ کہ جس طرح وعظون کی تدوین کی جاے اُسی طرح اور متفرق زبانی تقریرات کی - جن سے خاص خاص مواقع مین خاص مخاطبین کو خطاب کیا جاتا ہی - خواہ از قسم افادات مستقلہ ہون خواہ کسی کے شبہہ کا حل اور اعتراض کا جواب ہو - انکی بھی تدوین ہو جاے - تو ان پر بھی خاص قسم کا فائدہ مرتب ہونے کی توقع ہی - اور غالباً دو سال سے زائد عرصہ ہوا کہ ایسی تقریرات کی تدوین کی رائے بھی قرار پاچکی تھی - اور امر ثانی یہ قرار پایا کہ اس سب مجموعہ کے ضخیم ہونیکا انتظار نہ کیا جاے بلکہ وقتاً فوقتاً اس کا ایک ایک حصہ شایع ہوتا رہے - ہر حصہ مین دس وعظ ہون اور سوا سو متفرق تقریرات ہون اور خداے تعالٰے سے دعا کیجاے کہ کم از کم ایسے دس حصے ہو جائین - جنمین سَو وعظ اور سوا ہزار ایسی متفرق تقریرات جمع ہو جائین -
چنانچہ الحمد للہ کہ اسوقت ایک حصہ اسی شان کا تیار ہی - اور مطبع مین جارہا ہی - بقیہ کی تکمیل مین ناظرین سے استدعاے دعا ہی -
اور اسی اثنا مین تنوع مضامین مذکورہ پر نظر کرنے کے ساتھ آیۂ شریفہ مرقومۂ عنوان ادع الخ خاص میرے قلب مین ایک خاص تطبیق کے ساتھ وارد ہوئی اسطرح سے کہ اس آیت مین اس مجموعہ کے اجزا کی طرف اشارہ بلکہ اُن کی صراحت ہی -
چنانچہ الموعظة الحسنة مین **وعظ** کا اور بالحکمة الحسنة مین تقریرات متفرقہ مین سے **افادات مستقلہ** کا - اور جادلھم بالتی ھی احسن مین **اعتراض کے جواب** کا - کہ مجادلۂ حسنہ و مناظرۂ مسنونہ ہی اچھا خاصہ ذکر ہی - بنا بر اس تطبیق کے ان اجزا کے خاص خاص القاب بھی تجویز کردئے گئے - چنانچہ جزو وعظ کا نام **خطبات موعظت** اور افادات مستقلہ کا نام **مقالات حکمت** اور اجوبۂ اشکالات کا نام **مجادلات معدلت**

تجویز کیا۔

پس انشاء اللہ تعالیٰ ہر حصہ مین اول دس خطبات موعظت ہون گے پھر سو مقالات حکمت پھر پچیس مجادلات معدلت۔

اور چونکہ ان اجزاے ثلثہ کی ہر قسم کی خدمت کرنا خلق کو انکے ذریعہ سے دین کی طرف بلانا ہو کہ اُس کا امر بھی اس آیت مین مذکور ہے۔ کیونکہ سبیل رب کا مفہوم شرعی یہی دین۔ اور ادع کا مفہوم لغوی یہی بلانا ہو۔ اس لئے بفضلہ تعالیٰ یہ رسالہ اس آیۂ شریفہ کی امتثال کی صورت ہوگئی اور افتتاح خطبہ مین بعد تلاوت آیۂ شریفہ کے بندہ نے یہی عرض کیا تھا اور اسی لئے اسکا نام بھی دعوات عبدیت مناسب معلوم ہوا۔ کیونکہ سبیل رب اور دین اور عبدیت یہ سب مفہومات مترادفہ ہین۔ اور دعوت اسکی طرف ظاہر ہی ہو۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔ اور اسم والقاب واجزاے مسمیٰ مین تناسب قافیہ کا ایک مزید لطافت ہے۔ اول کو اوائل سے۔ آخر کو اواخر سے۔ یعنی دعوات وخطبات ومقالات ومجادلات مین باہم اور عبدیت وموعظت وحکمت ومعدلت مین باہم پس جیسا اوپر مذکور ہوا اس حصے مین بھی دس خطبات موعظت ہین۔ اور سو مقالات حکمت اور پچیس مجادلات معدلت۔

اور مناسب معلوم ہوا کہ ہر جزو رسالہ کے ضبط کرنے والے کا نام بھی خواہ خاص اُس جزو کے ساتھ ساتھ۔ خواہ نمبرون کے پتے سے اول یا آخر مین جیسا کہ مقتضا مقام کا ہو بتا دیا جائیگا اور واضح ہو کہ یہ تمام تر مضامین میری نظر سے گزرے ہوئے ہین۔ گو الفاظ کا محفوظ رہنا یا اجمال اور تفصیل معانی کا بحالہ رہنا عادۃً تعذر سے خالی نہین مگر صحت مضامین کہ اصل امر ہو میرے نزدیک قابل اطمینان ہو۔ واللہ ھو الموفق والمعین فی کل امر من سبل الیقین و مقاصد الدین

عہ بعض حصون مین دو چار کا بڑھ جانا اس عدد مین مخل نہ ہوگا کیونکہ کسور حساب مین نہین آتین ۱۲ منہ

عہ اسمین چند زائد ہوگئے ہین۔ ۱۲ منہ

اطلاع

(۱) اس حصہ مین چھ وعظ اول کے مولوی نور حسین صاحب پنجابی کے اور چار آخر کے مولوی عبداللہ صاحب گنگوہی کے لکھے ہوئے ہین - اور مقالات مین اول سے ۴۰ تحقیق اشراف نفس تک مولوی نور حسین صاحب کے لکھے ہوئے ہین اور ۴۱ سے ۴۶ تحقیق نکتۂ بیدک الخیر تک مولوی شاہ لطف رسول صاحب کے اور ۴۷ سے آخر تک مولوی مسیح الدین صاحب الہ آبادی کے - اور مجادلات مین اول سے ۱۱ حل اشکال تمثال نعال تک مولوی نور حسین صاحب کے اور ۱۲ سے ۱۷ قصۂ قرطاس تک مولوی شاہ لطف رسول صاحب کے اور اس کے بعد سے آخر تک مولوی مسیح الدین صاحب الہ آبادی کے -

(۲) ہر وعظ کی پیشانی پر آپ ایک نقشہ پائین گے جس کا نمونہ ذیل مین موجود ہے - یہ حصۂ اول کے مکمل ہونے کے بعد اور حصۂ دوم کے بعضے وعظون کی تسوید کے بعد تجویز ہوا - اسی لئے ان مذکورہ وعظون کے متعلق نقشہ کے بعضے خانے خالی دیکھے جائینگے

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات

خطبات موعظت

وعظ اول

ملقب بہ

آداب المساجد

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۱۴ محرم سنہ ۱۳۲۹ھ	قریباً ۱½ گھنٹہ	بیٹھ کر	آداب مساجد	مولوی نور حسین صاحب		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہ **اما بعد** فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ (آیت) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ط اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۥ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

شان نزول مین گو اختلاف ہو مگر قدر مشترک اتنا ضرور ہے کہ آیت عام اور شامل ہو تعطل مساجد کے بارے مین مسلم اور غیر مسلم کو۔ جیسا آگے آتا ہو۔ اور جملہ مابعد اولئک ماکان لھم ان یدخلوھا الخ گویا بطور دلیل کے ہو ماقبل کے لئے۔ گویا یہ فرمایا گیا ہو کہ اُنکو تو چاہیئے تھا کہ خود بھی جب مساجد مین داخل ہوتے تو خاشع و خاضع ہوکر داخل ہوتے نہ یہ کہ اور دوسرے آنے والون کو جو ذاکرین مخلصین ہین اُنکو بھی روکتے ہین کیونکہ یہ فعل تو بےخوف ہونے کی اور بھی زیادہ علامت ہو اس لئے ایسا شخص بہت زیادہ ظالم ہوگا۔ یہان پر ایک

طالبعلمانہ شبہہ ہوتا ہو کہ یہ آیت تو کفار کے حق مین ہے اس کا مصداق و مخاطب مسلمانون
کو کیون بنایا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب بطور اصولیین کے یہ دیا جا سکتا ہو کہ العبرۃ لعموم
اللفظ لا لخصوص المورد اور اسکی نظیر شرعی مسئلۂ لعان و حد زنا ہو اور تمثیل عقلی یہ کہ
اگر کوئی شخص اپنے کسی نوکر کو کسی بات پر سزا دے اور کہے کہ جو ایسی حرکت کریگا اُس کو ایسی
سزا ہوگی۔ تو اس کہنے کا سبب اس وقت یہ خاص نوکر ہے۔ مگر چونکہ الفاظ عام ہین
اس لئے دوسرے نوکر بھی اپنے لئے اُسکو عبرت سمجھتے ہین اور وہ کام نہین کرتے۔
مگر میرے نزدیک یہ قاعدہ اصولیہ کہ العبرۃ لعموم اللفظ الخ اُسی عموم کے ساتھ
مقید ہے جہانتک مراد متکلم کی ہو۔ اس کے آگے تجاوز کر کے زاید عموم کو شامل
نہین ہو سکتا۔ اس کی نظیر حدیث لیس من البر الصیام فی السفر ہے۔ کہ باوجود لفظ کے
عموم کے چونکہ مطلق کو عام ہونا مراد متکلم کی نہین ہے ہر مسافر کو شامل نہین بلکہ صرف
اُسی کو جس کو خوف ہلاک وازدیاد مرض ہو۔ دوسری نظیر یہ کہ اگر آجکل کوئی شخص کسی عالم
سے رہن کا مسئلہ پوچھے تو وہ عالم بوجہ اطلاع عرف متعارف کے حکم منع ہی
کا دیگا کیونکہ عرف رہن مع الانتفاع ہی کا ہے اس لئے مراد بھی رہن خاص ہوگا گو فتوے
کا لفظ یہ ہوگا کہ رہن جائز نہین۔
پس محض کسی لفظ کا عام ہونا دلیل ہر عموم کی نہین ہے تا وقتیکہ قرائن مستقلہ سے
اُس عموم کا مراد متکلم ہونا ثابت نہ ہو جاوے۔
حاصل یہ کہ آیت مین لفظاً تعمیم نہین مسلم و غیر مسلم کو۔ بلکہ آیت تو کفار ہی کے حق مین
ہے کیونکہ جو منع خاص یہان مراد ہے ایسا منع مخصوص ہے کفار سے مگر مسلمان کو فہم
دوسری طرح سے شامل ہو وہ یہ کہ منع کے بعد سعی فی خرابہا فرمانا بطور تعلیل کے
ہے اور خراب مقابل عمارت کا ہے اور عمارت مسجد کی ذکر و صلوٰۃ سے ہے۔ بس خراب
یعنی ویرانی ایسے امر سے ہوگی جو منافی ہو ذکر و صلوٰۃ کے۔ پس اگر مسلم سے مسجد مین کوئی
فعل خلاف ذکر و صلوٰۃ ہو تو وہ بھی اس ملامت کا مورد ہوگا بوجہ اشتراک علت کے
رہا یہ کہ قیاس ظنی ہوتا ہے تو ذم یقینی نہین۔ جواب اس کا یہ ہو کہ قیاس ظنی جب ہوتا ہو کہ

اسکی علت بھی ظنی ہو اور اگر علت منصوص علیہ قطعی ہو جیسا کہ یہان ہے تو قیاس بھی قطعی ہوگا
رہا یہ کہ مسلمان اگر ایسا فعل بھی کرے تو قصد خرابی مسجد کا تو نہ ہوگا جو مبتادر ہے سعی سے پھر
اس کو کیسے شامل ہوا - جواب یہ ہے کہ اگر سعی خاص ہوتی مباشرہ کے ساتھ تو
اس شبہ کی گنجایش تھی - غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعی عام ہے مباشر اور مسبب کو
دلیل اسکی یہ ہو کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مین خواب دیکھا (انبیا
علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہے) کہ عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ تشریف لائیے اور
صحابہ سے آپ نے یہ خواب بیان کیا - گو اسمین یہ نہ تھا کہ اسی سال ہوگا مگر شدت
اشتیاق مین صحابہ نے سفر کی راے دی اور آپنے خوش خلقی سے قبول فرمایا
تو کفار قریش نے آپ کو دخول مکہ سے روک دیا تو اللہ تعالےٰ نے اُس روکنے کو
مسجد کی ویرانی کا سبب قرار دیکر ان کو وسعی فی خرابہا کا مصداق بنایا - حالانکہ
کفار مکہ نہ صرف مسجد حرم بلکہ تمام حد حرم کی غایت تعظیم کرتے تھے اور عمارت بھی مگر باین ہمہ
ان کو وسعی فی خرابہا کا مصداق بنایا گیا - صرف اس لئے کہ اُنھون نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام کو کہ ذاکرین مخلصین تھے روکا - پس اب بدلالۃ النص یہ بات
ثابت ہوگئی کہ کوئی ایسا کام کرنا مسجد مین جسمین ذکر اللہ سے اُس کا تعطل ہو گو علی سبیل التسبب
ہی سہی منع مساجد اللہ وسعی فی خرابہا کا مصداق بنتا ہے ورنہ کفار نے کوئی مسجد
مین قفل نہین ڈالا تھا اور نہ مسجد کی بے تعظیمی کی تھی اور نہ عمارت مین کوئی خرابی
کی تھی اور ظاہر ہے کہ مسجد مین بلاضرورت دنیا کی باتین کرنا دنیا کے کام کرنا نہ ذکر
ہے نہ ذکر کے متعلق ہے - اس لئے بلاشبہ معصیت اور ظلم ہے - پھر ان یذکر کی
تقریب سے فضیلت ذکر کے متعلق متعدد واقعات بیان کئے گئے اُس مین یہی بیان
تھا کہ بعضے آدمی ذکر و تلاوت پر عوض دنیوی لیتے ہین حالانکہ اللہ کا نام ایسا گرانمایہ ہے
کہ دونون عالم بھی اُسکی قیمت نہین ہو سکتے اور یہ شعر پڑھا ؎

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ ✤ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

مگر اسکا ذوق وہی پاسکتا ہے جو شناسا ہو ؎

گفت لیلیٰ را خلیفہ کان توئی	کز تو مجنون شد پریشان و غوی
از ہمہ خوبان تو افزون نیستی	گفت خامش چون تو مجنون نیستی
دیدۂ مجنون اگر بودے ترا	ہر دو عالم بے خطر بودے ترا
ص عجب داری از سالکان طریق	کہ باشند در بحر معنی غریق
ص عشق مولیٰ کے کم از لیلےٰ بود	گوے گشتن بہر او اولےٰ بود

اس تقریب مین ختم کلام مجید حفاظ کا بعوض مال رمضان مین یا سوم وغیرہ مین اور قبور پر باجرت پڑھنے کا ممنوع ہونا بیان ہوا اور اہل اللہ دنیا کو تو اللہ کے نام اور رضا سے بڑا کیا سمجھتے ۔ آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دولت تو نعماے جنت سے بھی افضل ہے ورضوان من اللہ اکبر ۔ نص صریح ہو ۔ اور اسی دین فروشی کے شبہ سے بچنے کے لئے بعض بزرگ بازار مین نہین جاتے کہ شاید اُن کو دیندار سمجھ کر اُن کے دین کیوجہ سے کوئی دوکاندار دامون مین رعایت کرے تو وہ ایک قسم کا عوض ہو جاے گا دین کا ۔ پس نہ جانا بازار مین دووجہ سے ہوتا ہے ایک کبر کی وجہ سے وہ تو حرام ہے ۔ دوسرا اس وجہ سے کہ لوگون پر ہماری وجاہت سے دباؤ پڑے گا اور وہ دب کر ارزان دین گے جس سے انکو نقصان ہوگا ۔ سو یہ مستحسن اور ضروری ہے ۔ اسمین شبہ دین فروشی سے بچنے کے علاوہ رفع التاذی عن الخلق بھی ہے پس جاہ کے اثر سے لینا یہ ایک قسم کی رشوت ہے ۔ اسی لئے حاکم کو ہدیہ لینے کی اجازت نہین ۔ اسمین اس غدشے کو دفع کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم باوجود حاکم ہونے کے ہدیہ قبول فرماتے تھے کیونکہ وہ محض محبت کیوجہ سے ہوتا تھا ۔ نہ حاکم ہونے کی وجہ سے ۔ اور اب ہدیہ نہین رشوت ہو ۔ الا ماشاء اللہ ۔ اور اوپر جو کہا گیا کہ عمارت مسجد کی ذکر و صلوٰۃ سے ہو ۔ دلیل اس کی یہ ہے ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ الیٰ قولہ من المھتدین بعض نے اس آیت ماکان للمشرکین الخ سے تعمیر مساجد کا مسئلہ مراد لیا ہے اور اس سے مسجد مین کافر کا روپیہ نہ لگانے مین استدلال کیا ہے مگر میرے نزدیک خود وہ مسئلہ مستقلہ دوسرے دلائل سے متعلق ہے ۔ لیکن اس آیت سے مراد یہ ہے کہ مشرکین اس کے اہل نہین ورنہ اگر اس

آیت سے یہ مراد ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بناے قریش کو باقی نہ رکھتے۔ قریش نے بوجہ کافی خرچ نہ ہونے کے بیت کو بناے ابراہیمی سے گھٹا دیا تھا اور حطیم کو کہ داخل بیت ہے خارج کر دیا تھا اور دروازہ صرف ایک رکھا تھا اور وہ بھی اونچا۔ پھر بعد انقضاے زمانۂ خلفاے راشدین حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے اس حدیث کو سنکر موافق ارشاد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم از سر نو بناے ابراہیمی پر بیت کر بنوایا پھر **عبدالملک** کی خلافت مین اس کے عامل **حجاج بن یوسف** نے عبداللہ بن زبیر کے قتل کے بعد اُنکی بنا کو تڑوا کر وہی بناے قریش قائم کی۔ اس کے بعد خلیفہ **ہارون رشید** نے پھر بناے ابراہیمی کی نسبت **امام مالک** رحمۃ اللہ سے استصواب کیا۔ اُنھون نے بدین وجہ کہ بیت اللہ تختۂ مشق سلاطین بن جائیگا اُسی بنا پر قائم رہنے کی راے دی۔ جب سے ابتک اُسی بنا پر ہے۔ اور گو عبداللہ بن زبیر کی بنا کا نہ رہنا ظاہر اسیقدر افسوس کے قابل ہے کیونکہ وہ متضمن مصالح کو تھا لیکن اس بناے قریش پر قائم رہنے مین حق جل و علیٰ کی معلوم نہین کتنی مصلحتین ہون گی۔ مگر ایک بہت بڑی مصلحت اور کھلی حکمت جس کو گنوار سے گنوار بھی سمجھ سکتا ہی یہ ہے کہ اگر عبداللہ بن زبیر کی بنا پر رہتا گو دروازے بھی زمین کے برابر دوہی ہوتے مگر تاہم قفل کنجیان تو خدام ہی کے ہاتھ مین رہتین اور ہر کسیکو بیت اللہ کے اندر جانا نصیب نہ ہوتا مگر اس صورت موجودہ مین حطیم کہ درحقیقت داخل بیت تھا باہر ہے۔ اگر کوئی شخص خدام کے منع کرنے کی وجہ سے اندر بیت کے نہ جا سکے تو بلا روک ٹوک حطیم مین جا سکتا ہی اور دخول بیت کی برکت حاصل کر سکتا ہی۔ یہان پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کفار مکہ نے بھی باوجود ہمہ شرک و کفر بیت اللہ کی تعمیر مین صرف مال حلال خرچ کیا تھا۔ اسیوجہ سے خرچ کم ہوگیا اور پورے طور پر بناے ابراہیمی کو پورا نہ کر سکے۔ غرض ماکان للمشرکین کا حاصل یہ ہی کہ مشرکین مین لیاقت مسجد کے آباد کرنے کی نہین کیونکہ جس چیز سے اُسکی آبادی ہی جسکا ذکر

آیت آئندہ مین ہو وہ انہین نہین ہو - یعنی وہ تعمیر ذکر اللہ ہے جس کا بیان اس آیت مین ہو انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن الی آخر الآیۃ - اس آیت مین مقصود اصلی اقام الصلوٰۃ ہے جس کے لئے مسجد موضوع ہے اور آمن بطور شرط کے لایا گیا اور اٰتی الزکوٰۃ اقام کی تتمیم ہے یعنی اقامت بمعنی اداے حقوق صلوٰۃ موقوف ہے خلوص اور محبت پہ اور اُسکی ایک علامت انفاق اموال ہے - حاصل یہ کہ نرا ذکر زبان سے جیساکہ نماز مین ہوتا ہے دلیل خلوص قلب کی نہین بلکہ کچھہ مال بھی دینا چاہئے اور زکوٰۃ وہی دیگا جس کے قلب مین خلوص ہو کیونکہ کوئی حاکم تو مطالبہ کرنے والا ہے ہی نہین اور اگر کسی کو یہ شبہہ ہو کہ زمانۂ خلفا مین تو تحصیل زکوٰۃ کے لئے عامل مقرر تھے وہ جبراً لیتے ہون گے پھر اسمین خلوص کہان رہا تو جواب یہ ہے کہ عامل صرف مواشی کی زکوٰۃ لیتے تھے اور اموال باطنہ زر و سیم خود مالکون کے اختیار مین تھے - مواشی کے لئے بھی عامل کا تقرر تحصیل مال یا ظلم کیوجہ سے نہ تھا بلکہ محض بہ نظر سہولت مصارف تاکہ اصحاب اموال کو تقسیم اموال مین دقت نہ ہو اور مال پورے طور پر مستحقین کو ملجاے اور اموال تجارت مین بھی عاشر کیطرف سے کچھہ زبردستی نہ تھی بلکہ پوچھا جاتا تھا کہ حولان حول ہوا یا نہین اگر کسی نے کہا نہین گزرا تو چھوڑ دیا اور اگر کسی نے کہا کہ ہم نے زکوٰۃ خود دیدی ہے تب بھی چھوڑ دیا - دوسری دلیل اس دعوے کی کہ مسجد کا موضوع لہ ذکر ہے - یہ آیت ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع الخ اس مین رفعت معنویہ مراد ہے - تیسری دلیل حدیث انما بنیت المساجد لذکر اللہ پس جو کام ذکر کے متعلق نہ ہو وہ مسجد کی ویرانی ہے منع ہے - جیسا بعض کاتب بہ اجرت مسجد مین لکھنے بیٹھ جاتے ہین یا درزی سینے بیٹھ جاتے ہین بلکہ فقہا نے تو یہانتک لکھا ہے کہ جو شخص اجرت پر علم دین پڑھاتا ہو اُس کو بھی مسجد مین بیٹھکر پڑھانا منع ہے - علیٰ ہذا القیاس مسجد مین قرآن خوان لڑکون کا پڑھانا جن سے کسی قسم کی اجرت لیجاتی ہے ممنوع ہو البتہ درس دینیات بلا اجرت خود ذکر ہی اس کا کچھ مضایقہ نہین ایسا ہی معتکف کے لئے جو ذکر اللہ کی غرض سے مسجد مین آبیٹھا ہے اُسکو بیع و شرا کا معاملہ بلا حضور مبیع بضرورت جائز ہے تاکہ ذکر اللہ سے حرمان نہ رہے ورنہ مشتغلین

ع مال پر پورا سال گزر جانا - ۱۲

بالتجارت کو اعتکاف کبھی میسر نہ آتا اور یہ شرط عدم حضور مبیع کی اُسوقت ہے جب وہ متاع مسجد کی جگہ کو گھیرے ورنہ اگر کوئی مختصر سی چیز ہو تو احضار سلعہ بھی جائز ہے اور بجز معتکف کے دوسرے کو خرید فروخت کا معاملہ خواہ کیسا ہی چھوٹا ہو مثلاً ریزگاری وغیرہ کا لین دین مسجد مین منع ہے اسی طرح کسی ایسی چیز کا اعلان سے پوچھنا جو مسجد سے کہین باہر کھوئی گئی ہو منع ہے البتہ اگر مسجد کے اندر کوئی چیز گم ہو گئی تو اُس کا پوچھ لینا مضائقہ نہین۔ اسی طرح اپنی تجارت کے اشتہار مسجد مین تقسیم کرنا ممنوع ہے۔ چوتھی دلیل دعویٰ مذکور کی یہ کہ حدیث مین قرب قیامت کی علامات مین وارد ہے مساجد ھم عامرۃ وھی خراب عمارت اور خرابی کا جمع ہونا اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ظاہری عمارت مین تو بڑی زیب وزینت اور مجمع کی کثرت ہوگی مگر معنوی آبادی کہ ذکر و خلوص ہے کم ہوگا۔ اس سے بھی وہی بات ثابت ہوئی۔ پانچوین دلیل لوگون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ شر البقاع کیا چیز ہے اور خیر البقاع کون سی جگہ ہے۔ فرمایا مجھے معلوم نہین جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا اُنھون نے بھی یہی جواب دیا اور یہ کہا کہ دربار خداوندی سے دریافت کرکے جواب دون گا۔ چنانچہ وہ پوچھنے گئے اُسوقت بہ برکت اس مسئلہ کے پوچھنے کے حضور اقدس کے لئے اُن کو اسقدر قرب ہوا کہ وہ فرماتے ہین کہ مجھ کو کبھی اتنا قرب نہین ہوا یعنی ستر ہزار حجاب درمیان مین رہ گئے۔ غرض دربار خداوندی سے جواب ارشاد ہوا کہ شر البقاع بازار ہے اور خیر البقاع مسجد۔ سو غور کرنا چاہیئے کہ دونون مین ما بہ الامتیاز کیا ہے بجز ذکر اللہ و ذکر الدنیا کے۔ پس معلوم ہوا کہ مسجد کا موضوع لہ اصلی ذکر اللہ ہے پس اُس مین ذکر الدنیا کرنا اُس کو شر البقاع بنانا ہے جو کہ اُسکی ویرانی ہے اور اس جگہ پر آپ کے اور جبرئیل علیہ السلام کے لا ادری فرما دینے سے اُن لوگون کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ جو باوجود نہ معلوم ہونے کے مسائل کا غلط سلط جواب دینے پر مستعد ہو بیٹھتے ہین۔ نیز وہ لوگ سمجھین اور متنبہ ہون جو باوجود کتاب کا مطلب نہ آنے کے طالبعلمون کو کچھ نہ کچھ جواب دئے چلے جاتے ہین اور یہ نہین کہدیتے کہ یہ مقام نہین آتا۔ جو نہ معلوم ہو کہدینا چاہئے کہ نہین معلوم۔ بزرجمہر سے کسی بڑھیا نے کچھ پوچھا اُس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہین۔ بڑھیا نے

کہا کہ ہین تم بادشاہ کی اتنی تنخواہ کھاتے ہو اور یہ بات تم کو معلوم نہین - بزرجمہر نے جواب دیا تنخواہ تو مجھے معلومات کی ملتی ہو اگر مجہولات کی ملنے لگے تو بادشاہ کا سارا خزانہ بھی کافی نہو اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ستر ہزار حجاب کو کمال قرب کہنا قابل غور ہے کہ جو لوگ دنیا مین تھوڑا سا ذکر و شغل کر کے حق تعالےٰ کی رویت کی ہوس مین پڑتے ہین کتنی بڑی غلطی ہے - کیا جبرئیل علیہ السلام سے زیادہ قرب چاہتے ہین اور اس سے بھی بڑی غلطی ہو اگر رویت سے بڑھکر ذات کی کنہ کو ادراک کرنا چاہین کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات کی کنہ تک رسائی نہین ہو سکتی - اس لئے اسکو ہرگز نہ سوچنا چاہئے - البتہ افعال خداوندی مین غور اور تدبر کرنا چاہئے تفکروا فی آلاء اللہ ولا تفکروا فی ذاتہ - کسی بزرگ کا قول ہو ؎

دور بینان بارگاہ الست
انچہ اندر راہ مے آید بدست
غیر ازین پے نہ بردہ اند کہ ہست
حیرت اندر حیرت اندر حیرت است ؎

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

ہان البتہ قیامت مین حسب وعدہ رویت ذات بلا حجاب ہوگی اور حدیث مین جو آیا ہو کہ اُس دن کوئی اور پردہ نہ ہوگا بجز رداء الکبریا کے اس سے بلا حجاب ہونے پر شبہ نہ ہوا کیونکہ اس کی معنی بھی یہی ہین کہ رویت تو بلا حجاب ہوگی مگر عظمت و جلال و کبریائی کی وجہ سے احاطہ نہ ہو سکیگا - رداء کبریا اسکو فرمایا ہے دنیا مین بلا حجاب رویت نہین ہو سکتی یہی عقیدہ اور مسئلہ شرعی ہے اور حضرت پیران پیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی طرف جو یہ شعر منسوب ہو کہ ؎ بیجابانہ درآ از در کاشانۂ ما - الخ - تو یہ مؤول بحجاب محجوبین غافلین ہے یا قیامت کے روز کے لئے اشتیاق لقا کا اظہار فرماتے ہین کیونکہ درآ صیغۂ امر ہے اور وہ استقبال کے لئے ہے اور اگر یہ شعر کسی اور شاعر کا ہو تو ہمکو ضرورت تاویل کی نہین - غرض حدیث مذکور سے بازار کی سی باتین مسجد مین کرنے کا مذموم ہونا ثابت ہوا - بعض لوگ صحابہ پر تہمت لگاتے ہین کہ وہ حضرات بھی مساجد مین ہماری طرح خرافات باتین کیا کرتے تھے - سو یہ بالکل تہمت ہی تہمت ہے اگر صحابۂ کرام

عہ یہ ایک گاؤن کے لوگون کا قول ہے [illegible]

ہی ارشاد نبوی پر عمل کرنے والے نہ ہونگے تو اور کون ہوگا - ایک تو خود دنیا کی باتین مسجد مین کرنا ظلم تھا ہی - یہ ظالم صحابہ پر تہمت لگاکر اور بڑھکر ظلم کرتے ہین - یہ نہین کہ خود توبہ کرین اور الٹا اخیار امت کو بدنام کرتے ہین - البتہ بعض لوگون کی یہ بھی غلطی ہے کہ وہ ہر بات کو دنیوی بات سمجھ جاتے ہین مثلاً بیمار پرسی یا کسی مسلمان کا حال دریافت کرنا - جان لینا چاہئے کہ عیادت اور تفقد حال مسلم - حقوق شرع مین سے ہین - انکا مسجد مین پوچھنا کچھ حرج نہین - اسی طرح اگر کوئی چیز مسجد مین گم ہو جاے تو اُس کا پوچھنا بھی جائز ہے علیٰ ہذالقیاس معتکف کی خرید و فروخت جیسا اوپر مذکور ہوا اور شریعت نے کیا ہی آسانی رکھی ہو اگر کوئی سوداگر اعتکاف کرنا چاہتا اور اُس کے لئے معاملہ مسجد مین ناجائز ہوتا تو وہ بیچارہ اس عبادت سے محروم رہتا - شریعت نے اس کے لئے اجازت دیدی تاکہ وہ اس عبادت سے محروم نرہے ایسی ہی باتین شریعت کے حق ہونیکی گواہی دیتی ہین کہ اسمین اہل تعلق کی بھی رعایت ہی - تارکین کی بھی رعایت ہے

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد	❊	برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

باقی غیر معتکف کے لئے ممانعت بیان ہو چکی - ایک بار مجھکو اپنے ایک دوست کی کہ اُنکو تلمذ کا تعلق بھی تھا ایک بات نہایت پسند آئی کہ مین مسجد مین بیٹھا تھا ایک روپیہ کی ریزگاری ایک شخص سے خریدی اُنھون نے فوراً متنبہ کیا کہ یہ بیع ہے اور مسجد مین نہ چاہئے - اہل حق کی یہ شان ہوتی ہے کہ اپنے بڑون کو بھی کہدے مگر ادب کو نہ چھوڑے - اس موقع پر اسی مناسبت سے یہ ذکر آیا کہ حضرت سید احمد بریلوی رحمہ اللہ مولانا شہید رحمہ اللہ کے پیر ایک دن صبح کی نماز مین بوجہ نئی شادی ہونے کے ذرا دیر سے پہونچے - اُن کے مرید مولوی عبدالحی صاحب نماز کے بعد وعظ فرمانے بیٹھ گئے اُسمین یہ بھی کہا کہ بعض لوگون کا یہ حال ہو کہ جورو کی بغل مین پڑے رہتے ہین اور تکبیر اولیٰ قضا ہو جاتی ہے جناب سید صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اب ایسا نہین ہوگا - اس بیان کے بعد فرمایا کہ مولوی عبدالحی صاحب نے باوجودیکہ

ظاہرا یہ عنوان خلاف ادب تھا اسواسطے اس عنوان سے کہنے کی جرأت کی تھی کہ اُنکو معلوم تھا کہ سید صاحب کے دلمین اس سے میل نہین آئیگا بلکہ خوش ہون گے۔ اُن کے خوش کرنے کو بے ادبی اختیار کی ہے

گفتگوے عاشقان در کار رب		جوشش عشق است نی ترک ادب	
با ادب ترنیست زوکس در جہان		بے ادب ترنیست زوکس در جہان	

ایسا ہی قصہ حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جو حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو اُسوقت لا و رب ابراھیم کہتی ہو اور جس وقت خوش ہوتی ہو اُسوقت لا و رب محمد کہتی ہو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ لا اھجر الا اسمک بعض باتین ایسی ہوتی ہین کہ اگر کوئی اور کرے بے ادبی داخل ہو جاے بلکہ کفر ہو جاے مگر عاشق صادق جوشش محبت اور علاقۂ محبت سے کرتا ہے اس لئے وہ عفو ہوتی ہین۔ حاصل یہ کہ ظاہراً باتین بے ادبون کی سی ہوتی ہین اور باطناً ہوتی ہین با ادب ہے

کار پاکان را قیاس از خود مگیر		گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر	
جملہ عالم زین سبب گمراہ شد		کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد	
گفت اینک ما بشر ایشان بشر		ما و ایشان بستۂ خوابیم و خور	
این ندانستند ایشان از عمی		درمیان فرقے بود بے منتہا	
احمد و بوجہل در بتخانہ رفت		زین شدن تا آن شدن فرقیست ژرف	

خلاصہ مطلب یہ کہ آداب مسجد کو بلا ارادہ تشبیہ ایسا خیال کرنا چاہئے جیسا کہ حاکم دنیوی کی حضوری مین قلب اور جوارح کی حالت ہوتی ہے کہ اسکا مصداق بنجاتا ہو ہے

یک چشم زدن غافل ازان شاہ نباشی		شاید کہ نگاہی کند آگاہ نباشی

اتنا تو ہونا چاہیے۔ اور ایسی حالت اول تو ہر وقت ہو ورنہ حضوری مساجد کے وقت تو ضروری ہے اور ہر وقت حاصل ہونا اس حالت کا یون نہ سمجھا جائے کہ بزرگان پیشین پر ختم ہو گیا ہمکو کب ہو سکتا ہو ہے

تو مگو مارا بدان شہ بار نیست	باکریمان کارہا دشوار نیست

دیکھئے صحابہ کی کیفیت ادب مساجد کی یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن دو شخصون کو جو مسجد نبوی مین بلند آوازی سے باتین کر رہے تھے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم باہر کے مسافر نہ ہوتے تو تمھین سزا دیتا اترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسمین یہ شبہ نہ ہو کہ یہ حکم عدم رفع صورت مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہو کیونکہ مساجد سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہین - چنانچہ فلا یقربن مساجدنا مین آپ نے جمیع مساجد کی نسبت اپنی طرف فرمائی - ہان مسجد نبوی کا اور زیادہ ادب ہوگا علاوہ ازین یہ تو ہے ہی کہ ان المساجد للہ الخ اور جب اللہ کی ہوئین تو یہ ادب کو بدرجۂ اولیٰ مقتضی ہوگا او جس طرح مسجد قابل ادب ہے ایسے ہی اہل مسجد کا ادب بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے اہل مسجد کو تاذی ہو مثلاً یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جہان اور آنے جانے والون کو تکلیف ہو کیونکہ اسمین تکلیف ہی ذاکرین کو علیٰ ہذا ذکر جہر جسوقت کوئی اور شخص نماز پڑھ رہا ہو نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اُس کی نماز مین خلل ہوگا اور اُس کو تکلیف ہوگی - اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مسجدین بموجب ارشاد نبوی ریاض الجنۃ ہین، اور جنت مین آزار تکلیف نہ ہونا چاہیئے ع

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد	کسے را با کسے کارے نباشد

ختم شد



وعظ دوم

ملقب بہ

مہمات الدعاء

کا

حصۂ اوّل

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۲ صفر سنہ ۱۳۲۵ھ	قریب دو گھنٹہ	بیٹھکر	بیان تنبیہات متعلقۂ دعا	مولوی نور حسین صاحب پنجابی		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا محمدا عبدہٗ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال اللہ تعالےٰ (آیت) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ اس آیت کے مضمون ہی سے سمجھ مین آگیا ہوگا کہ آجکا مقصود وعظ۔ بیان تنبیہات متعلقۂ دعا ہے اور شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ ہم تو دعا کیا کرتے ہین اور اس کی ضرورت وغیرہ کو بھی جانتے ہین پھر کیون تنبیہ کی جاتی ہے کیونکہ تنبیہ تو اُس امر مین ضروری ہے جس کو جانتا نہ ہو یا کرتا نہ ہو۔ سو ضرورت تنبیہ کی یون ہے کہ باوجود جاننے اور کرنے کے بھی جب دعا کے بارے مین تغافل برتا جاتا ہے یعنی اس کے ضروری آداب وشرائط سے بے پروائی کیجاتی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ نہ جانی ہوئی چیزون سے بھی بڑھ کر کوئی قوی حجاب ہے کیونکہ مجہولات مین تو

صرف جہل حجاب ہی کہ اُسکا رفع ہونا سہل ہی اور جافی ہوئی چیز مین جب ایسا معاملہ کیا جاے تو وہ حجاب زیادہ سخت ہوگا اور ہرچند کہ یہ تغافل اور قلب کا حاضر نہ ہونا سب عبادت مین قبیح ہی مگر دعا مین اقبح ہی وجہ یہ کہ عبادات مین گو اصل مقصود معنی ہی مگر تاہم ایک درجہ مین صورت بھی مقصود ہی۔ بخلاف دعا کے کہ اُسمین صرف معنی ہی معنی مقصود ہی اور وہ نیاز وافتقار وانکسار وخشوع قلب ہی۔ جب یہ بھی نہ ہوا تو وہ دعا کیا ہوئی۔ بیان اُس کا یہ ہی کہ مثلاً نماز ہی کہ قرائن سے اُسمین علاوہ مقصود معنوی یعنی توجہ الی اللہ کی صورت بھی مراد اور مطلوب ہی کہ اُس کے قیود ظاہری سے مفہوم ہوتا ہی مثلاً وضو۔ جہت قبلہ وقت تعین رکعات وغیرہ۔ اب اگر کوئی شخص بغیر حضور قلب کے رکوع وسجود وغیرہ شرائط سے نماز پڑھے تو گو مقصود معنوی توجہ الی اللہ اسمین نہین ہوئی مگر فقیہہ عالم یہی حکم دیگا کہ فرض ادا ہوگیا اس سے ثابت ہوا کہ صورت بھی کسی درجہ مین مطلوب ہی اور اُسی کی تحقق سے صحت صلوٰۃ کا فتویٰ صحیح ہوا اُس تقریر سے اُن بیدینون کا یہ شبہہ بھی رفع ہوگیا جو کہا کرتے ہین کہ صاحب دل تو حاضر نہین پھر نماز کیا پڑھین۔ معلوم ہوا کہ علاوہ حضور قلب کے کہ معنی اور حقیقت ہی نماز کی یہ صورت ظاہری رکوع سجود بھی مقصود ہی۔ دوسری نظیر لیجئے۔ روزے سے مقصود معنوی قوت بہیمیہ کا توڑنا اور مغلوب کرنا مطلوب ہی۔ مگر بااین ہمہ اگر کوئی شخص سحری کو ایسا پیٹ بھر کھائے کہ افطار تک اُسکو بھوک ہی نہ لگے تو اس صورت مین قوت بہیمیہ تو کچھ بھی نہین ٹوٹی مگر روزے کی چونکہ ظاہری صورت پوری ہوگئی ہی روزہ صحیح ہوگیا۔ تیسری نظیر اور لیجئے۔ زکوٰۃ کہ مقصود معنوی اس سے اغناء مساکین ہے مگر بااین ہمہ اس کے لئے ایک خاص مقدار۔ ایک خاص وقت معین ہی جس سے مقصودیت صورت ایک درجہ مین یہان بھی ثابت ہوتی ہی کیونکہ صرف اغناء تو ان امور پر موقوف نہین لیکن دعا مین نہ کسی وقت کی شرط نہ زبان عربی کی شرط نہ کسی خاص جہت کی شرط نہ کوئی مقدار معین نہ کوئی اور قید۔ اسمین صرف عاجزی۔ نیازمندی۔ اپنی احتیاج کا اظہار اپنے مولیٰ کے آگے بس یہ کافی ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہان صورت پر بالکل نظر نہین معنی ہی معنی مقصود ہین۔ پس اب یہ صرف زبانی دعا کہ آموختہ سا رٹا ہوا پڑھ دیا۔ نہ خشوع۔ نہ خشیت۔ نہ دل مین اپنی عاجزی تصور۔ یہ خالی از معنی دعا کیا ہوئی۔ اس بے توجہی کی مثال تو ایسی ہوئی جیسا کوئی شخص کسی حاکم کے ہان عرضی دینا چاہے اور اس طور پر عرضی پیش کرے کہ حاکم کی طرف پیٹھ کرے اور مُنھ اپنا کسی دوست

یار کی طرف کر اس عرضی کو پڑھنا شروع کرے - دو جملے پڑھ لئے - پھر یار دوست سے ہنسی مخول کرنے لگے - پھر دو جملے پڑھ دئے اور اُدھر مشغول ہو گئے - اب سوچ لینا چاہیے کہ حاکم کی نظر مین ایسی عرضی کی کیا قدر ہو سکتی ہو - بلکہ اُلٹا یہ شخص قابل سزا ٹھرایا جائے گا - بس یہی معاملہ ہو دعا کا - دعا مین جبتک کہ پورے طور پر قلب کو حاضر نہ کریگا اور عاجزی اور فروتنی کے آثار اُسپر نمایان نہ ہون گے - وہ دعا - دعا مین خیال کی جا سکتی - کیونکہ اللہ تعالیٰ تو قلب کی حالت کو دیکھتے ہین ؎

ما برون را ننگریم و قال را	ما درون را بنگریم و حال را
ناظر قلبیم گر خاشع بود	گرچہ گفت لفظ نا خاضع بود

حدیث شریف مین ہو ان اللہ لا ینظر الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم اور آیت انی وجہت وجہی الخ مین وجہی سے بھی مراد یہی وجہ قلب ہو ورنہ بر تقدیر وجہ ظاہری کے خداوند تعالیٰ کا ذو جہت ہونا لازم آئیگا - کیونکہ معنی تو یہی ہین کہ مین نے اپنی وجہ کو خدا کی طرف کیا - اور ظاہر ہے کہ وجہ ایک خاص سمت مین ہوگا - تو گویا ذات منزہ اُسی سمت مین ہوگی - یہ تو محال ہو عقلاً اور شرعاً کیونکہ وہ قیود سے منزہ ہی - چنانچہ اینما تولوا فثم وجہ اللہ اسکی شرعی دلیل ہے - اور اس نفی جہت و تنزہ عن القیود سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ذات باری مین تشخص اور تعین ہی نہین اطلاق محض ہو - جیسا کہ بعض کے کلام سے متوہم ہوتا ہی کیونکہ بدون تشخص اور تعین کے تو کسی شی کا وجود خارجی محال ہو - البتہ اس کی ذات کے لائق تشخص و تعین ہو کہ ہم اس تشخص و تعین کی حقیقت و کنہ کا ادراک نہین کر سکتے اور اگر شبہہ ہو کہ جیسے وجہ کے لئے جہت ہونا ضروری ہو - ایسے ہی قلب کی بھی تو کوئی جہت ہو گی وہی اشکال یہان لازم آئے گا - تو جواب یہ ہو کہ قلب سے مراد یہ مضغہ صنوبری نہین بلکہ قلب ایک لطیفہ غیبی ہو مجردات سے اور ہر چند کہ بعض متکلمین کا اس مین اختلاف ہی کہ مجردات کا وجود ہی یا نہین مگر محققین صوفیہ کا یہ کشوف ہو کہ بعض اشیاء مجردات سے ہین مگر حادث ہین ذاتاً بھی اور زماناً بھی اور یہی فرق ہو درمیان صوفیہ اور حکماء کے کیونکہ حکما مجردات کو صرف ذاتاً حادث مانتے ہین اور زماناً قدیم کہتے ہین اور متکلمین کے پاس نفی مجردات کی جبکہ وہ زماناً بھی حادث ہون کوئی دلیل سالم نہین اور یہ مضمون کے قلب سے مراد ایک لطیفہ غیبی ہو اور مجرد عن المادہ ہے یہ ٹکڑا گوشت کا مراد نہین جو کہ ذو جہت ہو علاوہ کشف کے ہمارے ایک محاورے

سے بھی جو کہ روزمرہ بولا جاتا ہی بالکل واضح ہوجاتا ہو۔ مثلاً ہم کہتے ہین کہ ہمارا دل اسوقت بازار مین ہی اور فرض کیجے کہ ہم اسوقت بازار مین موجود نہون۔ اور مقصود محاورات سے حقائق علمیہ پر استدلال کرنا نہین۔ محض تنویر اور تقریب ہی۔ غرض یہ بات پورے طور پر ثابت ہوگئی کہ دعا مین حضور اور خشوع ہی مقصود ہے۔ اگر بے اس کے بھی کسیکی دعا قبول ہوجائے تو اُس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ خداوند تعالیٰ کا محض ابتدائی احسان ہے۔ دعا کا اثر نہین۔ یہ ایک تمہید تھی مضمون دعا کی اب آیت کا مضمون سنئے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس آیت مین بڑے اہتمام سے دعا کا مضمون بیان فرمایا ہو چنانچہ شروع مین یہ تصریح فرمائی کہ وقال ربکم حالانکہ پہلے سے معلوم تھا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہو مگر پھر اس کو اس لئے ظاہر فرمادیا کہ اس کی تاثیر نفس مین قوی ہوجائے اور مضمون مابعد کی وقعت دلون مین زیادہ ہو پھر لفظ ربکم ارشاد فرمایا اسمین بوجہ اظہار ربوبیت گویا اشارہ ہی دعا کے قبول کرلینے کا اس طور پر کہ چونکہ ہم ہمیشہ سے تمھاری پرورش کرتے آئے ہین حتّیٰ کہ بدون تمھاری درخواست کے بھی کی ہو تو کیا تمھاری عرض کو درخواست کرنے پر بھی قبول نہ کرینگے نہین ضرور قبول کرینگے ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود ۔ لطف تو ناگفتہ ما می شنود

آیت اذ انشاکم من الارض واذ انتم اجنۃ فی بطون امھاتکم الخ مین اسی تربیت بے درخواست کا ذکر فرمایا ہو۔ اسکے بعد پیدایش کے بعد کی حالت قابل غور ہے۔ کہ یہ حالت ایسی تھی کہ کسی قسم کی تمیز اور شعور اُسوقت تک نہوا تھا۔ اس حالت مین اگر تمام دنیا کے حکما وسقراط بقراط وغیرہ اکٹھا ہوکر صرف اتنی ہی تدبیر کرنا چاہین کہ بچہ دودھ پینا سیکھ جائے۔ تو ہرگز وہ قیامت تک اسپر قادر نہین ہوسکتے۔ یہ اُسی قادر ذوالجلال کی حکمت اور اُس کی رحمت اور عنایت ہو کہ اس نے بچے کو دودھ چوسنا سکھایا۔ حکما کہینگے کہ یہ خود طبیعت کا فعل ہو مگر جبکہ خود وہ طبیعت ہی کو بے شعور مان چکے ہین تو ایسے پُرحکمت کامون کا اس کی طرف منسوب کرنا بے شعوری نہین تو اور کیا ہے تیسرا اہتمام ربکم کی اضافت ہو گویا فرماتے ہین کہ ہم تمھارے ہی ہین تم ہم سے مانگو ورا سی کی نظیر دوسری آیت مین اضافت ہو۔ ولو یؤاخذ اللہ الناس الی قولہ کان بعبادہ بصیرا۔ حالانکہ یہان عباد ماخوذین ومجرم ہو مگر انکو بھی اپنی طرف مضاف فرماتے ہین۔ سبحان اللہ کیا رحمت ہے اس آیت کے متعلق ایک فائدہ علمیہ تفسیریہ سمجھنے کے قابل ہو کہ آدمیون کے مواخذے کی تقریر

پر تمام دواب کے ہلاک کو کیسے مرتب فرمایا۔ تو وجہ اُس کی یہ ہی کہ سب چیزین انسان ہی کے لیے پیدا ہوئی
ہین جیسا کہ ارشاد ہو ھوالذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً یعنی تمام چیزین جو زمین مین ہین تمھارے
ہی لئے پیدا کی ہین خواہ انکا نفع بلا واسطہ تمکو پہونچے یا واسطہ در واسطہ۔ پس چونکہ انسان کے لئے ہی
سب چیزین پیدا کی گئی ہین اس لئے انسان اگر گناہ پر ہلاک کیا جاتا تو دوسری چیزین بھی اس لئے ہلاک
کی جاتین کہ جب وہی نہ رہا جس کے لئے یہ سامان تھا تو پھر اس سامان کی کیا ضرورت۔ جب آدمی
نہون تو پھر خیمے ڈیرے ودیگر اسباب سامان کس کام۔ ہاں البتہ یہ شبہ اور باقی رہگیا کہ بُرون کو تو اُنکے
بُرے کام کی سزا ملتی ہو اور نیک آدمیون کو کیون ہلاک کیا جاتا سو اس کا جواب یہ ہو کہ اچھے آدمی قدر
قلیل ہوتے ہین اور انسان کی ضرورتین تمدن و آسائش کے متعلق اس کثرت سے ہین کہ تھوڑے
آدمی ہرگز اُنکو پورا نہین کر سکتے۔ پھر اگر بُرون کے بعد نیک زندہ رہتے تو اُنکو جینا وبال ہو جاتا۔ ان کے
لئے یہ مرنا ہی مصلحت و رحمت ہوتا۔ اس سے بڑھکر مقدمۂ دعا مین اس آیت مین یہ اہتمام فرمایا کہ دعا
نہ کرنیوالون کے واسطے ترہیب فرمائی کہ ان الذین یستکبرون الخ۔ اس موقع پر ایک فائدہ علمیہ کا بیان
ضروری معلوم ہوتا ہو جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ یہ ترہیب اعراض عن الدعا پر ہو۔ وہ یہ ہو کہ اس
آیت کے شروع مین تو مادہ دعا کا اور ترہیب مین مادہ عبادت کا۔ چنانچہ یستکبرون عن عبادتی ہو
یستکبرون عن دعائی نہین ہو۔ اور تطابق ضروری اس لئے یا تو دعا بمعنی عبادت لیا جائے یا عبادت
بمعنی دعا قرار دیا جائے احتمال دونون فی نفسہ برابر ہین۔ مگر چونکہ کلام مجید کا سمجھنے والا رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے کوئی شخص زیادہ نہین ہو سکتا۔ کیونکہ مخاطب اول آپ ہی ہین۔ اس لئے اس کی تعین کے
لئے حدیث کو دیکھا گیا۔ سو آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہو الدعا مخ العبادۃ اور پھر اس آیت کی تلاوت
فرمائی جس سے ثابت ہوا کہ دعا اپنے معنی پر ہو اور عبادت سے مراد یہان خاص دعا ہو اِن اہتمامون سے
دعا کی شان و عظمت کس درجہ ظاہر ہوتی ہو۔

ایک خصوصیت خاص دعا مین اور عبادات سے زیادہ یہ ہو کہ اور جتنی عبادتین ہین اگر دنیا کے لئے ہون تو عبادت
نہین رہتین۔ مگر دعا ایک ایسی چیز ہو کہ یہ اگر دنیا کے لئے ہی ہو تب بھی عبادت ہو اور ثواب ملتا ہے
مثلاً مال مانگے۔ دولت مانگے۔ یا اور کوئی دنیوی حاجت مانگے جب بھی ثواب کا مستحق بنے گا برخلاف
اور عبادات کے کہ اگر انمین دنیوی حاجت مطلوب ہو تو ثواب نہین ملتا۔ چنانچہ حجۃ السلام امام غزالی

رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہی کہ اگر طبیب نے کسی کو راے دی کہ تم آج دن کا کھانا نہ کھاؤ اگر کھایا تو ضرر دیگا۔ اُس نے کہا لاؤ آج روزہ ہی رکھ لین۔ پس روزہ رکھ لیا۔ تو اُس کو خالص روزے کا ثواب نہ ملیگا کیونکہ اُس کو دراصل روزہ رکھنا مقصود نہین۔ ایسے ہی کوئی شخص مسافرت مین اس نیت سے مسجد کے اندر اعتکاف کرے کہ سرا کے کرایہ وغیرہ سے بچون گا۔ تو اُس کو خالص ثواب اعتکاف کا نہ ملیگا۔ مگر دعا مین یہ بات نہین۔ چاہے کتنی ہی حاجتین دنیوی مانگو مگر پھر بھی ثواب ملیگا۔ اور دعا مین یہ خصوصیت اس لئے ہی کہ دعا سراسر نیازمندی ہی اور عجز وانکسار اور اظہار عبدیت و احتیاج اور یہ دنیا کے مانگنے کے وقت بھی متحقق ہی۔ اور نیازمندی خود ایک بڑا محبوب عمل ہی کیونکہ جہان نیازمندی ہوگی وہان کبر نہین رہے گا۔ اور کبر اور خودی بھی بڑا مبغوض اور بڑا حائل ہی۔ چنانچہ حدیث قدسی مین ارشاد ہی کہ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری۔ ردا اور ازار مراد یہ کہ دونون میرے وصف خاص ہین کہ کوئی دوسرا ان دو وصفون کا مدعی محق نہین ہوسکتا اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ اُنھون نے ایکدفعہ منام مین جناب باری سے عرض کیا کہ دلنی علی اقرب الطرق الیک جواب ارشاد ہوا دع نفسک وتعال۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو کیا خوب فرمایا ہی۔ فرماتے ہین ؎

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست	تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز
؎ تو در وگم شو وصال این است و بس	گم شدن گم کن کمال این است و بس

حاصل یہ کہ اپنی خودی کو مٹاؤ یہانتک کہ اس مٹانے پر بھی نظر نہ رہے۔ یعنی اس صفت فنا پر بھی نظر نہ رہے اور اس کا نام اصطلاح مین فناء الفناء ہی۔ اور اس کو شاعرانہ مضمون نہ سمجھا جائے کہ مٹانے کو بھی مٹاؤ۔ اس کے نظائر تو روزمرہ واقع ہوتے ہین۔ چنانچہ اس مسئلۂ فناء الفناء کی توضیح اس مثال سے اچھی طرح ہوسکتی ہی کہ اگر کسی کا کوئی دلربا معشوق ہو اور عاشق اُس کے خیال مین مستغرق ہو اس حالت مین اس عاشق کو یہ خیال نہین ہوتا کہ مین خیال کر رہا ہون کسیکو یاد کیجئے۔ اس یاد کی طرف ذرا بھی ذہن نہین جاتا۔ آدمی سوتا ہی مگر اُسوقت یہ خبر نہین ہوتی کہ مین سوتا ہون اور اگر یہ خبر ہوجائے تو وہ سوتا ہوا نہین ہی۔ اور ان احوال عالیہ کو سُنکر یہ ناامیدی نہ چاہیے کہ بھلا ہمکو یہ دولت کب میسر ہوسکتی ہی۔ کیونکہ اللہ تعالے کا فضل بڑا وسیع ہی اُسکو کچھ دشوار نہین ؎

	تو مگو ما را بدان شہ بار نیست		با کریمان کارہا دشوار نیست

البتہ ایسے احوال کی حصول کے لئے صحبت شیخ کی ضرورت ہو اور صحبت وہ چیز ہے کہ دیکھو انڈا کیا چیز ہے سفیدی اور زردی کے سوا اسمین کچھ بھی نہ تھا مگر مرغی کے سینے سے اُسمین جان آگئی۔ تو کیا صحبت کاملین کی اس سے بھی گئی گذری۔ اور یہ وسوسہ بھی نہو کہ صحبت تو ایسی چیز ضرور ہی مگر خود وہ لوگ کہان ہین جنکی صحبت مین یہ برکت ہو۔ سو یقین کے ساتھ سمجھو کہ اب بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس برکت کے موجود ہین ؎

	ہنوز آن ابر رحمت درفشان است		خُم و خمخانہ با مُہر و نشان است

دل سے میدان طلب مین آنا چاہئے۔ نری سوکھی سوکھی آرزو سے کام نہین چلتا صدق طلب بھی چاہئے اور کوشش ؎

	گرچہ رخنہ نیست در عالم پدید		خیرہ یوسف وار می باید دوید

یوسف علی نبینا و علیہ السلام کو کیسا اپنے مولیٰ پر بھروسا تھا کہ باوجود دروازے بند ہونے کے دوڑے اور کوشش کی اللہ تعالیٰ نے دروازے بھی کھولدئے۔ اگر صدق دل سے طلب اور کوشش ہو تو مقصود ملنے کی یقینی امید ہے۔ بعض صوفیہ نے بطور تاویل اور اعتبار کے نہ بطور تفسیر اس آیت ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض الخ مین امر فانفذوا کو امر تعجیزی نہین لیا بلکہ تکلیفی اسی مضمون کے مناسب سمجھا ہے۔ غرض حاصل یہ ہے کہ دعا کا خلاصہ نیازمندی ہے اور دعا خواہ کسی قسم کی ہو دینی ہو یا دنیوی ہو مگر ناجائز امر کے لئے نہ ہو سب عبادت ہے۔ خواہ چھوٹی سی چھوٹی چیز کی ہو یا بڑی چیز کی حدیث مین یہانتک آیا ہے کہ اگر جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو خدا تعالیٰ سے مانگا کرو۔ ایک بزرگ رو رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کیون روتے ہو۔ فرمایا بھوک لگی ہے۔ اُس نے کہا کیا بچے ہو کہ بھوک سے روتے ہو۔ اُنھون نے فرمایا کہ جب مولیٰ کی یہی مرضی ہو کہ مین بھوک سے روؤن تو پھر استقلال کیون اختیار کرون ؎

	گر طمع خواہد ز من سلطان دین نالم ایزا نالہ ہا خوش آیدش		خاک بر فرق قناعت بعد ازین از دو عالم نالہ و غم بایدش

بعض اہل لطائف کا قول ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا کہ اب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ مین مرض کی شدت کا اظہار کرون تب فرمایا رب انی مسنی الضر الخ اور یہ اظہار بےصبری کیوجہ سے نہ تھا

اگر بصیری ہوتی تو اللہ تعالیٰ انکی یون تعریف فرما آنا وجدناہ صابرا نعم العبد الخ ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام | پس سخن کوتاہ باید والسلام

غرض ان کاملین کی نظر خدا تعالیٰ کی رضا پر ہوتی ہے - اپنا حظ ظاہری یا باطنی کچھ مقصود نہین ہوتا جسمین خدا تعالیٰ راضی ہون وہی کرنے لگتے ہین ؎

گفت معشوقے بعاشق ای فتا | تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پس کدامی شہر ازانہا خوشتر است | گفت آن شہرے کہ دروے دلبر است
ہر کجا یوسف رخ باشد چو ماہ | جنت است ار گرچہ باشد قعر چاہ
با تو دوزخ جنت است ای جانفزا | بے تو جنت دوزخ است ای دلربا

عاشقون کی کچھ اور ہی شان ہے حضرت حافظ محمد ضامن شہید علیہ الرحمۃ کی حکایت ہے کہ فرمایا کرتے کہ ہم تو اس واسطے ذکر کرتے ہین کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہین کہ فاذکرونی اذکرکم یعنی احوال و کیفیات باطنی پر نظر نہ تھی دیکھئے محققین کی تو یہانتک نگاہ ہے کہ خدا کے نام اور احکام مین کیفیات باطنی تک کا قصد نہ کرین - اور افسوس آجکل لوگون کا یہ حال ہے کہ وظائف تحصیل دنیا کے لئے پڑھتے ہین کوئی دست غیب تلاش کرتا پھرتا ہے - حالانکہ اسمین جواز تک بھی نہین کیونکہ اس کے ذریعے سے جو کچھ ملتا ہے وہ حرام ہے - کیونکہ جن مسخر ہو جاتے ہین اور وہ لوگون کا مال چرا چرا کر عامل کو دیتے ہین - یا اگر اپنا لائین تب بھی مجبور ہو کر لاتے ہین - ایسا ہی تسخیر قلوب کا حال ہے - کیونکہ اس کے ذریعے سے جو مال دیا جاتا ہے وہ طیب خاطر سے نہین دیا جاتا مغلوب الرای و مضطر ہو کر دیتا ہے - اور اگر کسی عمل مین جواز بھی ہو تب بھی ایسے اغراض کے لئے - اللہ تعالیٰ کے نام کی بیقدری کرنا اور بھی بے ادبی ہے - اور احادیث مین جو سورۂ واقعہ کا پڑھنا وغیرہ آیا ہے وہ دنیا کو معین دین بنانے کی غرض سے ہے جو کہ دین ہی ہے - کاش یہ لوگ بجائے ان اعمال کے دعا کیا کرتے اگر مقصود حاصل ہو جاتا تو بھی مطلب کا مطلب اور ثواب کا ثواب اور اگر نہ ہوتا تو بھی دعا کا ثواب کہین گیا ہی نہ تھا - مذکورہ بالا خرابیون کے علاوہ عمل مین ایک اور بھی خرابی ہے کہ دعا سے تو پیدا ہوتی ہے عاجزی اور فروتنی - اور عمل سے پیدا ہوتا ہے دعوی - عامل جانتا ہے کہ بس ہم نے یہ کر دیا اور وہ کر دیا - مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادابادی علیہ الرحمۃ کا لوگ ذکر کرتے ہین کہ فرماتے تھے کہ اگر صاحب نسبت عمل کرے تو نسبت سلب ہو جاتی ہے - اسکی یہی وجہ ہے کہ عامل کو خدا پر توکل نہین رہتا اور عجب پیدا ہو جاتا اور یہ منافی ہے نسبت مع اللہ کے - یہ قدر ضروری بیان تھا دعا کے متعلق بالشان ہونیکا - اب دعا سے لوگون کے تغافل کے اسباب کا بیان باقی رہا - انشاء اللہ آگے کسی وقت یہ بھی ہوجاویگا فقط

وعظ سوم

ملقب بہ

مہمات الدعاء

حصہ دوم

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر	کیا مضمون تھا	کس نے کہا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۱۶ صفر سنہ ۱۳۲۹ھ	قریباً تین گھنٹہ	بیٹھ کر	دعا سے تغافل کے اسباب	مولوی نور حسین پنجابی		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل لہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ ونشھد ان سیدنا محمد عبدہ ورسولہ **امابعد** فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم (آیت) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ۝

اس سے پہلے وعظ میں دعا کی عظمت اور اس کے مہتم بالشان ہونیکا بیان بقدر ضروری کیا گیا تھا وعظ کے ختم پر یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ آئندہ کسی موقع پر انشاء اللہ تعالےٰ دعا سے غفلت کرنے کے اسباب کے متعلق بیان کیا جائے گا۔ سو آج ان اسباب کا بیان کرنا مقصود ہے یہ آیت وہی ہے جو پہلے وعظ میں بھی پڑھی گئی تھی۔ آج کا بیان بھی چونکہ دعا کے متعلق ہے اس لئے اس آیت سے بیان کو شروع کیا جاتا ہے اور اس بیان کو [illegible] اُس پہلے وعظ کا بقیہ یا تتمہ سمجھنا چاہئے قبل اس کے کہ غفلت عن الدعاء کے اسباب بیان کئے جائیں یہ ظاہر کرنا ضروری

ہے کہ دعا صرف امور غیر اختیاریہ کے ساتھ خاص نہین - جیسا عام خیال ہو کہ جو امر اپنے اختیار سے خارج ہوتا ہو وہان مجبور ہو کر دعا کرتے ہین ورنہ تدبیر پر اعتماد ہوتا ہو بلکہ امور اختیاریہ مین بھی دعا کی سخت ضرورت ہو اور ہر چند کہ اُن کا وجود اور ترتب بظاہر تدبیر اور اسباب پر مبنی ہو لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے تو خود اُن اسباب کا جمع ہو جانا واقع مین غیر اختیاری ہو اور اُس کا بجز دعا اور کوئی علاج نہین - مثلاً کھیتی کرنے مین ہل چلانا بیج بونا وغیرہ تو اختیاری ہو مگر کھیتی اُگنے کے واسطے جن شرائط اور اسباب کی ضرورت ہو وہ اختیار سے باہر ہین مثلاً یہ کہ پالا نہ پڑے یا اور کوئی ایسی آفت نہ پڑے جو کھیتی کو اُگنے نہ دے اس لئے اللہ جل جلالہ فرماتے ہین کہ افرئیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون غرض پھران سب کو احتیاج ہو تعلق مشیت خداوندی کی - اور صاف ظاہر ہو کہ وہ عباد کے اختیار مین نہین پس ثابت ہو گیا کہ امور اختیاریہ مین بھی تدبیر اور کسب کے ساتھ دعا کی ضرورت ہے خصوصاً جبکہ اسپر نظر کی جائے کہ ہم جن اسباب کو اسباب سمجھے ہوئے ہین وہ بھی درحقیقت برائے نام ہی اسباب ہین - ورنہ اصل مین اُنمین بھی وصف سببیّہ بمعنی تاثیر محل کلام مین ہے بلکہ احتمال ہو کہ عادۃ اللہ اسطرح جاری ہو کہ اُن کے تلبّس واقتران کے بعد حق تعالیٰ اُس اثر کو ابتدءً پیدا فرما دیتے ہون اور جب چاہین اثر مرتب نہ فرمائین - جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ مین اثر کو پیدا نہ فرمایا - تو جو شخص اس راز کو سمجھ گیا وہ کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے سرد ہونے مین تعجب نہین کریگا - کیونکہ اگر تعجب ہو تو تاثیر کے مسلوب ہونے مین ہو اور اثر پیدا نہ ہونا چندان عجب نہین - اور آگ اگر مستقل فی التاثیر ہو جیسا طبعیین کہتے ہین تو ہم پوچھتے ہین کہ اگر شعلہ کے اندر سے جلدی سے ہاتھ ڈال کر نکال لیا جائے تو ہاتھ کیون نہین جلتا - اگر آگ کی ذات مقتضی احراق ہو تو یہان پر بھی ہاتھ جل جانا چاہیے تھا - معلوم ہوا کہ آگ کی ذات مقتضی احراق کو نہین اور اگر یہ کہا جائے کہ موثر تو اُسی کی ذات ہے مگر مکث یعنی معتد بہ حصہ مدت تک ٹھہرنا اُس کے لئے شرط ہو - تو اس سے ہمکو انکار نہین - مگر کلام اسمین ہو کہ یہ شرط عادی ہو یا عقلی اُس وقت وجود شرط کے ترتب اثر کا آیا لزوم کے ساتھ ہے یا بلا لزوم - سو اسکی فلسفی کے پاس کیا دلیل ہو - اور اگر تجربہ کو اس کی دلیل کہا جائے تو تجربہ سے صرف ترتب ثابت ہوتا لزوم کیسے ثابت ہوا اُس کا دعویٰ بلا دلیل ہی رہا - کیونکہ تجربہ سب افراد کا ابتدا سے انتہا تک احاطہ نہین کرسکتا چند محدود افراد کے تجربے اور مشاہدے پر حکم لگا دیا جاتا ہے - ہو سکتا ہو کہ کوئی فرد جس کا ابتک

مشاہدہ نہین ہوا اس کے خلاف ہو۔ درحقیقت ان سب خرافات کے قائل ہونے کی وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے فاعل با اختیار ہونے کے قائل نہین۔ اس لئے ایسی ایسی رکیک تاویلین کرنی پڑتی ہین۔ بالجملہ ان اسباب کے تاثیر کی ایسی مثال معلوم ہوتی ہو کہ جیسے سرخ جھنڈی دکھانے سے ریل رُک جاتی ہو۔ اب کوئی نادان یہ سمجھے کہ سُرخ جھنڈی مین کوئی تاثیر ہے جس سے ریل رُک جاتی ہے تو یہ اُس کی نادانی ہوگی۔ سُرخ جھنڈی سے تو گیا رُکتی۔ وہ تو کسی چلانیوالے کے روکنے سے رُکی ہے۔ سرخ جھنڈی صرف اصطلاحی علامت قرار دیگئی ہو یہی مثال ہو اسباب اور ترتب اثر کی۔ اصل کام تو اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہو یہ اسباب و علامات محض عباد کی تسلی و دیگر حکمتون کے لئے مقرر فرمادئے ہین ے این سببہا در نظر پردہا ست ؛ در حقیقت فاعل ہر شے خدا ست ؛

ے کب فلک کو یہ سلیقہ ہے ستمگاری مین — کوئی معشوق ہی اس پردۂ زنگاری مین

عارفین اس بات کو سمجھے اور حقیقت حال معلوم کرکے یون گویا ہوئے ے

عشق من پیدا و معشوقم نہان — یار بیرون فتنہ او در جہان

ے کہان مین اور کہان یہ نکہت گل — نسیم صبح تیری مہربانی

ے کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان — مصلحت را تہمتے برآہوئے چین بستہ اند

ے آب و خاک و باد و آتش بندہ اند — با من و تو مردہ باحق زندہ اند

مثنوی مین اُس یہودی بادشاہ کی حکایت ہے جو مسلمانون کو بتون کے سجدے پر مجبور کرکے آگ مین ڈلواتا تھا۔ یہانتک کہ اخیر مین یہ قصہ ہوا کہ وہ آگ مین نہین جلتے تھے۔ اس پر اُس یہودی بادشاہ نے آگ سے مجنونانہ غصہ مین یہ خطاب کیا کہ تجھے کیا ہوگیا کہ تو نہین جلاتی۔ تُو آگ نہین رہی۔ آگ نے باذن خالقہا جواب دیا ے

گفت آتش من ہمانم آتشم — اندر آتا تو ببینی تابشم

پھر اس گستاخی کا یہ انجام ہوا ے

بانگ آمد کار تو اینجا رسید — پائے دار ای سگ کہ قہر ما رسید

دیکھئے وہی آگ تھی ایک کو جلایا ایک کو نہ جلایا۔ اس سے یہ بات بہت وضاحت سے ثابت ہوگئی کہ اسباب بھی باختیار حق ہین۔ جب یہ ہی تو اسباب کے اعتماد پر خالق سے قطع نظر و استغنا کرنا بڑی غلطی ہے

غرض امور اختیاریہ ہون یا غیر اختیاریہ۔ سب مین دعا کی حاجت ثابت ہوئی۔ البتہ امور اختیاریہ مین اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہو کہ تدبیر بھی کی جائے اور دعا بھی۔ یہ نہ ہو کہ بلا تدبیر صرف دعا پر اکتفا کیا جاوے۔ مثلاً کوئی شخص اولاد کی تمنا رکھتا ہو تو اُسے چاہئے کہ اول نکاح کرے اور پھر دعا کرے اور بے نکاح کے اگر یون ہی چاہے کہ اولاد ہو جاوے تو یہ اُس کی نادانی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا کئے ہین اور اُمین حکمتین اور مصلحتین رکھی ہین مطلق اسباب کا اس طور پر معطل چھوڑنا افراط و غلو ہی اور ایک گونہ تعمیل ہو حکم الٰہیہ کی۔ جو کہ سوء ادب اور خلاف عبدیت ہو اور مباشرت اسباب مین اظہار عبدیت اور افتقار الی اللہ بھی ہے جو کہ اعظم مقاصد سے ہو۔ اس لئے ایسے امور مین مباشرت اسباب اور دعا دونون کا ہونا ضروری ہو کہ اسمین اعتدال اور تعدیل ہے۔ غرض یہ ثابت ہو گیا کہ دعا کی حاجت سبکو ہی اور اگرچہ اعتقاد تو اکثر مسلمانون کا یہی ہے مگر پھر بھی دعا سے غفلت کی جاتی ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے تو اگرچہ اسباب غفلت کے بہت ہین مگر اس وقت چند اسباب جو بطور امور کلیہ کے ہین بیان کئے جاتے ہین۔ باقی اسباب کا بطور تفریع کے ان ہی سے سمجھ لینا اور نکال لینا آسان ہوگا۔ سو ایک سبب تو جسکا آجکل زیادہ تسلط ہو یہ ہو۔ کہ طبائع مین تعلیم جدید کے اثر سے توغل طبیعیات کے سبب جمود ظاہر بینی حُسن پرستی اس درجہ آگئی ہو کہ معنوی اور خفی اسباب تک اُنکی نظر کو رسائی نہین ہوتی۔ اس لئے دعا کو بھی بیکار سمجھا جانے لگا ہو اور تمام تر آثار کو ان ہی اسباب طبیعیہ مین منحصر مان لیا ہو۔ حالانکہ یہ حضرات جن سائنس دانون کی تقلید کر رہے ہین خود اُن کی محققین اسباب کے آثار اور قدرت کے اسرار کی پوری تحقیق و احاطہ سے لاعلمی کا اقرار کر رہے ہین۔ اور کیون نہ کرین آخر اس سائنس کی ساری پونجی اور تمام دولت استقرا ہی تو ہے جو کہ نہایت ناقص و ناتمام درجہ کی دلیل ہو۔ یہ حضرات چونکہ مسلمان ہونے کی وجہ سے خداے تعالیٰ کے وجود کا انکار تو نہین کر سکتے تھے جیسا کہ یورپ کے آزاد منش لوگ کر بیٹھے ہین۔ اُنھون نے یہ کیا کہ ایک قانون فطرت اپنی ظن و گمان مین تجویز کیا اور اُس کو بنے مین تو اللہ تعالےٰ کا ماتحت مانتے ہین لیکن چلنے مین اُس کا بھی محتاج نہین مانتے۔ بلکہ نعوذ باللہ خود واجب الوجود کو اُس کا تابع سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے بس ایک خاص انتظام پر پیدا تو کر دیا لیکن وہ اب اُسیطرح پر خود چل رہا ہو اُسمین تغیر نہین ہو سکتا۔ جیسے گھڑی کہ کوک دینے مین تو دوسرے کی محتاج ہو اُس کے بعد از خود چلتی رہتی ہو۔ گویا اب اللہ تعالیٰ کو بھی تغیر و تبدل کا کچھ اختیار نہین۔ معاذ اللہ۔ مسلمان ہو کر

یہ عقیدہ - جو اسوجہ سے عقل کے بھی خلاف ہی کہ اللہ تعالیٰ کو اضطرار اور عجز لازم آتا ہی - نیز اس صورت
مین مشیت کا تعطل بھی لازم آئیگا اور مشیت کے تحقق پر نصوص قطعیہ شاہد ہین - یہ بھی ایسا ہی ہی کہ جیسے
حکماء یونانیین اللہ تعالیٰ کے وجود حدوث عالم کے لئے علت موجبۂ اضطراریہ قرار دیتے ہین - اور اختیار
مشیت کی جو اُس مین نفی لازم آتی ہی اُس کے قائل ہوتے ہین - لیکن اُن کی اس لئے زیادہ شکایت
نہین کہ وہ التزام اسلام کا کئے ہوئے ہین اور یہ تو سب سے زیادہ اسلام کے جان نثار و خیر خواہ بنتے ہین -
افسوس ہی کہ یہ اتنا نہین سمجھتے کہ اگر صفتِ اختیار باری تعالیٰ مین نہ مانی جائے تو احداث عالم مین یا
ترجیح بلا مرجح کا قائل ہونا پڑے گا جو عقلاً محال ہی - یا عالم کو قدیم کہنا پڑے گا جو سمعاً محال ہے - اور یہ
خدشہ نہ کیا جائے کہ اختیار مین بھی ترجیح بلا مرجح کا لزوم ہوتا ہی - کیونکہ اس کی کیا وجہ کہ یہ اختیار پہلے
متعلق نہ ہوا پھر متعلق ہوگیا - جواب یہ ہی کہ صفت ارادہ و اختیار کے لئے یہ امر ذاتی یا لازم ہی کہ تخصیص
ما شاء رمتی شاء اور ذاتی اور لازم کے لئے علت کا سوال نامعقول ہی - کیونکہ اس مین تخلل جعل کا درمیان
ذات و ذاتیات کے یا درمیان ملزوم لازم کے لازم آتا ہے اور یہ محال ہی - پس وہ خدشہ رفع ہوگیا - اور اعتقاد
اختیار کا بلا غبار ثابت رہا - پس اس تمام بیان سے معلوم ہوگیا کہ مذہب تعطل و انکار قدرت بالکل
باطل ہی - مذہب حق یہی ہی کہ اللہ تعالےٰ فاعل بالاختیار ہی - جب یہ ہی تو اُس کی قدرت جس کی وجہ سے
ممکن کا خود وجود اور ظہور ہوا ممکنات کی تاثیرات کو ظاہر بھی کر سکتی ہی اور روک بھی سکتی ہی - اسیوجہ سے
دعا کی باقی ہو کہ آپ اپنی مشیت کا تعلق اس سے فرمائین - یہ تو جب ہی کہ اسباب خاصہ سے وہ مسبب
پیدا ہو لیکن خود یہ بھی ضروری نہین کہ تمام اسباب جمع ہونے پر ہی ترتب اثر ہو بلکہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ
جل جلالہ اپنی رحمت و عنایت سے نیک بندون کی عاجزی اور دعا و زاری پر نظر فرما کر محض اپنی قدرت
سے تھوڑے سے ناتمام اسباب سے یا بلا اسباب بھی اثر مرتب فرما دیتے ہین - چنانچہ حدیث شریف مین
یہ قصہ موجود ہی کہ ایک نیک بی بی نے تنور مین سوختہ جھونک کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللّٰھم ارزقنا
تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھا کہ تنور روٹیون سے پُر ہی اس کی وجہ یہ ہی کہ ان لوگون مین قوت یقینیہ زیادہ تھی
پورا یقین اُس کی رزاقی پر تھا چنانچہ اُس کا ظہور بلا اسباب ہوا اور یہ حضرات تو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ تھے
انبیاء کے یقین اور توقع اجابت دعا کی کیفیت دیکھئے کہ عین غضب اور قہاری کے موقع پر بھی اُس کا پورا
بھروسہ تھا کہ غضب الٰہی اجابت دعا کے لئے مانع نہین ان رحمتی سبقت غضبی - حالانکہ یہ سوال ایسا بعید

کہ خود انبیا علیہم السلام کے لئے بھی خلود اور دوام نہین عنایت کیا گیا۔ ماجعلنا لبشر من قبلك الخلد
مگر شیطان نے رحمت کی وسعت کے بھروسے پر اسکی دعا کر دی اور حکم بھی ہو گیا انك من المنظرین
الی یوم الوقت المعلوم۔ دعا کے قبول ہونے پر بھروسہ اور یقین ہو تو ضرور اثر ہوتا ہو۔ اور یقین ایسی
چیز ہو کہ اس سے بڑے بڑے آثار پیدا ہوتے ہین چنانچہ حضرت علا ابن الحضرمی حضرت صدیق اکبر
کی خلافت مین جب غزوۂ مرتدین کے لئے بحرین پر گئے اور راستے مین دریا پڑا تو ساتھیون نے اسوجہ سے
کہ کشتی تیار نہ تھی ٹھہرنے کو کہا۔ فرمانے لگے خلیفہ کا حکم ہو جلدی پہونچنے کا۔ اس لئے مین نہین ٹھہر سکتا
اور یہ کہکر دعا کی کہ ای اللہ جس طرح تو نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی برکت سے بنی اسرائیل کو دریا سے
پار کیا اُسی طرح آج ہمکو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے پار اُتار دے۔ اور دعا کر کے گھوڑا
دریا مین ڈالدیا۔ دریا پایاب ہو گیا اور سارا لشکر پار ہو گیا۔ اور مشہور حکایت ہو کہ ایک مولوی صاحب
بسم اللہ کے فضائل مین وعظ فرما رہے تھے کہ بسم اللہ پڑھ کر جو کام کرین وہ پورا ہو جاتا ہو۔ ایک جاہل
گنوار نے سنا اور کہا یہ ترکیب تو اچھی ہاتھ آئی۔ ہر روز کشتی کے پیسے دینے پڑتے ہین پس بسم اللہ پڑھ کر
دریا سے پار اُتر جایا کرین گے۔ چنانچہ مدتون وہ اسی طرح سے آتا جاتا رہا اتفاقاً ایک روز مولویصاحب
کی دعوت کی اور گھر لے جانے کے واسطے اُن کو ساتھ لیا۔ راستے مین وہی دریا آملا۔ مولوی صاحب
کشتی کے انتظار مین رُکے۔ اُس نے کہا مولوی صاحب آئیے کھڑے کیون رہ گئے۔ مولویصاحب
بولے کہ کیسے آؤن۔ اُس نے کہا کہ بسم اللہ پڑھ کر آجائیے۔ مین تو ہمیشہ بسم اللہ ہی پڑھکر اُتر جاتا ہون
مولویصاحب کی تو ہمت نہ ہوئی مگر اُس نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اُن کو بھی پار اُتار دیا۔ یہ قوت
یقینیہ ہی تھا جسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہ آسان کر دیا۔ اسی وجہ سے بعض بزرگ تعویذ دیتے وقت
کہدیتے ہین کہ اسکو کھولنا مت ورنہ اثر نہین ہوگا۔ وجہ اسکی یہی ہے کہ کھولنے سے دیکھنے والا وہی معمولی کلمات
سمجھ کر ضعیف الیقین ہو جاتا ہو اور اثر نہین ہوتا۔ ان مثالون سے ظاہر ہو گیا کہ تھوڑے بہت اسباب
جمع کر کے اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس تھوڑے حیلے مین یقین کی
برکت سے سب کچھ دیدیتا ہے اور یہی معنی معلوم ہوتے ہین واجملوا فی الطلب وتوکلوا علیہ کے
کہ تدبیر اور مباشرت اسباب مین اختصار ہو۔ اجملوا اسکی طرف اشارہ ہو۔ اور نظر بہ تقدیر ہو
وتوکلوا علیہ مین اسکی طرف اشارہ ہو۔ اور درحقیقت اگر روزی صرف سعی و تدبیر پر ہی موقوف

ہوتی تو اکثر آدمی حکمت و تدبیر سے غنا حاصل کر سکتے تھے۔ مگر غنا اور تمول دیکھا جاتا ہی کہ حکمت اور تدبیر اور سعی پر موقوف نہین بلکہ بکثرت دیکھا گیا ہی کہ ایک معمولی آدمی جو دو آنہ یومیہ پایا کرتا تھا چند سال مین وہ لکھپتی ہو گیا۔ اگر غنا تدبیر اور سعی سے بلا تقدیر حاصل ہو سکتا ہی تو ہم ایک دوسرا آدمی منتخب کرتے ہین۔ جو قوت اور ہمت رائے و تدبیر مین اُس سے زیادہ ہو اور مدت بھی اُس کے لئے دونی تجویز کرتے ہین اور اُس پہلے کو دو آنہ روزانہ ملتے تھے ہم اُس کے چار آنہ یومیہ دیتے ہین اور اُس پہلے شخص کا تمام کارنامہ اُسکو دئیے دیتے ہین پھر ہم دیکھینگے کہ اُس پہلے کے برابر یا اُس کے قریب مضاعف مدت مین کما سکتا ہی۔ ہرگز نہین۔ ترقی کے اسباب اور تدابیر بہت قومین جانتی ہین مگر ترقی وہی قومین کرتی ہین کہ جنکی تدبیر اور سعی کے ساتھ تقدیر بھی مساعدت کرتی ہی۔ ورنہ ان سے دُگنی محنت کرتے ہین اور افلاس نہین جاتا۔ اصل یہ ہی کہ نہ تو نرے اسباب پر مدار ہے بلکہ تقدیر اور مشیت کی موافقت شرط ہی اور نہ یہ کارخانہ اسباب بالکل معطل ہی کہ اُس کو چھوڑ کر صرف دعا سے ہی کام لیا جائے۔ افراط اور تفریط دونون کو چھوڑین۔ اسطرح سے کہ اسباب کو بھی اختیار کرین کیونکہ اسمین بھی اظہار ہی عبدیت اور افتقار الی اللہ کا۔ اور اسباب کے بھروسے دعا سے بھی غفلت نہ کی جائے۔ ہم مین بعضے جو متوکل ہوئے تو اُس مین بھی غلو کرنے لگے ہین ہماری بھی وہی مثال ہی ؎

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی — تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اس غلو کی بدولت بعض اوقات توکل نام ہوتا ہی واقع مین تعطل و کم ہمتی ہو ؎

چو باز باش کہ صیدے کنی و لقمہ دہی — طفیل خوارہ مشو چون کلاغ بے پر و بال

البتہ اگر اسباب معیشت مین اشتغال مضر ایسے دین کو یا مانع خدمت دین کو ہو اور یہ شخص اُسکا اہل ہو اور توکل کی ہمت بھی ہو تو توکل بہتر ہی۔ مثلاً اس کے متعلق تعلیم و ترتیب دینی ہو۔ تو اس کو توکل و دینی خدمت سے بہتر کوئی کام نہین۔ البتہ یہ ضروری بات ہی کہ توکل صرف اللہ پر ہو لوگونکی ہدایا و تحف کی طرف نفس کا اشراف نہ ہو۔ حدیث مین من غیر اشراف نفس کی قید آتی ہی۔ ورنہ وہ توکل علی اللہ نہین غرض لوگون کی اموال کی تاک مین نہ بیٹھا رہے۔ اس مقام پر ایک نکتہ سننے کے قابل ہی وہ یہ کہ بعض اوقات اہل کشف کو کشف سے آمد معلوم ہو کر مال کی طرف

اشراف نفس پیدا ہوجاتا ہی - یا بعض اوقات اموال مشتبہ کی حقیقت ظاہر ہوکر مال حلال ملنا مشکل ہوجاتا ہی - سوکشف نہ ہونا بھی اللہ تعالےٰ کا بڑا احسان ہی کہ عمل بالسنۃ مین مخل نہین ہوتا - اشراف کے متعلق بلگرام کے ایک بزرگ عالم کا قصہ یاد آیا کہ اُن کے خاص شاگرد یا مرید اُن کے پاس آئے - شیخ کے اضمحلال اور ناتوانی کو دیکھ کر اُنھون نے جانچ لیا کہ آج فاقہ ہی اس لئے وہ اُٹھے اور کچھ کھانا لیکر حاضر ہوئے اور پیش کیا - شیخ نے فرمایا کہ گو یہ پہونچا ہی حاجت کے وقت لیکن مجھکو اس کے قبول کرنے مین ایک عذر ہی - اسواسطے کہ جسوقت تم میرے پاس سے اُٹھ گئے تھے - اُسوقت میرے دلمین خیال آیا تھا کہ کھانا لائین گے - چونکہ میرے دل کا اور اشراف نفس اُس کے ساتھ ہوگیا اور ایسی حالت مین ہدیہ لینا خلاف سنت ہی - اس لئے اس کے لینے سے معذور ہون - ماشاءاللہ مرید یا شاگرد تھے سمجھدار کہ ذرا اصرار نہین کیا - جیسا کہ بعض کم فہم لوگون کی عادت ہی کہ بزرگون سے جھک جھک کیا کرتے ہین حالانکہ نہایت سوء ادب ہی - بلکہ فوراً کھانا لیکر اُٹھ گئے اور آدھے رستے سے پھر لوٹ آئے اور وہی کھانا پھر پیش کیا اور عرض کیا کہ حضرت لیجئے اب تو میرے واپس چلے جانے سے اشراف نہین رہا ہوگا اب قبول فرمالیجئے - شیخ نے قبول فرمالیا اور اُن کی اس نکتہ رسی اور ذہانت پر آفرین فرمائی -

آپ نے سُنا بزرگان دین نے اشراف سے کسقدر تحرز کیا ہی - غرض توکل کے آداب مین سے یہ بھی ہی کہ اشراف نہ ہو اور بدون اسکے اگر توکل ہو تو محمود ہی - اور جو توکل کے شرائط نہ ہون تو تدبیر مسنون ہی - بالجملہ افراط تفریط دونون سے برکنار رہے اور اعتدال اختیار کرلے ؎

گر توکل میکنی در کار کن — کسب کن پس تکیہ بر جبار کن
گفت پیغمبر بآواز بلند — بر توکل زانوے اشتر ببند

اور جان لینا چاہئے کہ تدبیر و اسباب کا اختیار کرنا بھی توکل فرض کے خلاف نہین ہی اس کی بعینہ مثال توکیل کی سی سمجھ لینا چاہئے - مثلاً جب کوئی شخص کسی مقدمے مین وکیل مقرر کرتا ہی تو کیا وکیل کرنے کے بعد یہ شخص نکما خالی بیٹھ جاتا ہی - ہرگز نہین - بلکہ جتنی کوشش اس سے ہوسکتی ہی خود بھی کرتا ہی اور اس کو خلاف توکیل نہین سمجھتا - بلکہ یہ سمجھتا ہی کہ وکیل کے کرنیکا جو کام ہی وہ کریگا - جو مجھسے بھی ہو سکتا ہی مجھکو کرنا چاہئے - اسیطرح تدبیر کرنا اعتدال کے ساتھ توکل کے خلاف نہین - بلکہ تدبیر ایسی

چیز ہی کہ جو امور محض غیر اختیاری ہین جنمین تدبیر کو اصلا دخل نہین محض دعا ہی پر اُنکا مدار ہی۔ سنن مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اُن مین بھی دعا کی ساتھ کچھ صورت تدبیر اختیار کی جاتی ہو۔ چنانچہ ایک قصہ حدیث سے بیان کیا جاتا ہو جس سے معلوم ہوجائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح توکل اور دعا کو جمع فرمایا اور اس حدیث کے ضمن مین اور بھی فوائد ہین۔ ایک صحابی جنکا نام مقداد ہی جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر مسافرانہ مقیم تھے اور اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریان بتلادی تھین کہ انکا دودھ نکال کر کچھ خود اور رفقہ پی لیا کرو اور کچھ ہمارے لئے رکھدیا کرو اور اُنکا اسیطرح معمول تھا۔ وہ فرماتی ہین کہ ایک روز حضور کو آنے مین دیر ہوئی۔ تو مین سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہین دعوت ہوگئی ہوگی یہ خیال کرکے آپکا حصہ بھی پی گیا۔ مگر اتفاق سے جب پی چکا اُسوقت خیال آیا کہ شاید آپ نے کچھ نہ کھایا ہو۔ اور بیچینی کا یہ حال ہوا کہ کروٹین بدلتا ہون اور نیند نہین آتی اس شش و پنج مین تھا کہ آنحضرت تشریف لائے اور آپکی عادت شریفہ آنے کے وقت یہ تھی کہ جب تشریف لاتے اور دیکھتے کہ گھر والے لیٹے ہین تو بہت آہستہ سے سلام کرتے اس طرح سے کہ اگر حاضرین جاگتے ہوتے تو سُن لیتے اور اگر سوتے ہوتے تو آنکھ نہ کھلتی۔ اسیطرح نسائی مین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آپکا شب براتمین بقیع مین جانے کے لئے آہستہ اُٹھنا اور آہستہ سے کواڑ کھولنا سب کام آہستہ سے کرنا تاکہ سونے والے کو تکلیف نہ ہو آیا ہی۔ سو اسی طرح سلام بھی آہستہ سے فرماتے کہ اگر کوئی جاگتا ہو تو سُن لے اور سوتا ہو تو اُس کی نیند مین خلل نہ آئے۔ اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہی کہ بعض لوگ دوسرے آدمیون کی تکلیف کا اصلا خیال نہین کرتے سوتے آدمیون مین اُٹھکر سب کام بے تکلف زور زور سے کرتے ہین اور اس سے دوسرون کو ایذا ہوتی ہو اسیطرح یہ امر بھی موجب ایذا ہی کہ مشغول کار آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہین جس سے اُس کے ضروری کام مین ہرج بھی ہوتا ہے اور پریشانی بھی۔ نواب صدیق حسن خان صاحب کے بیٹے کی ایک حکایت یاد آئی کہ ایک روز بھوپال مین وہ مغرب کی نماز پڑھتے تھے اور ایک صاحب مدعی عمل بالحدیث اُن کے پاس کھڑے تھے۔ یہ خیال کرکے کہ صاحبزادے صاحب بہت خوش ہون گے بڑے زور سے آمین کہی۔ صاحبزادے صاحب نے بعد نماز کے ان سے کہا کہ آپ سے مجھے کام ہے ذرا مجھ سے ملکر جائیے۔ وہ خوشی خوشی انتظار مین بیٹھ گئے دیکھئے کیا انعام ملتا ہو اتنے مین صاحبزادے

صاحب مسجد کے باہر تشریف لائے۔ وہ صاحب سامنے آئے کہ حضور کیا ارشاد تھا۔ اُنھون نے اُن صاحب کے ایک دھول جمائی اور فرمایا کہ آمین بالجہر تو ضرور حدیث مین آئی ہو مگر یہ بتلا کہ آمین کی اذان کس حدیث مین آئی ہی جو تو نے اس زور سے کہی کہ پاس والے بھی گھبرا اُٹھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محض مخالفت بھڑکانے کو ایسا کیا جاتا ہی اس لئے یہ سزا دیگئی۔ حضرات ہماری سبھی حالتین بگڑ رہی ہین ہر چیز مین افراط تفریط ہو رہی ہی اور عوام کی کیا شکایت کرین۔ انصاف یہ ہو کہ آداب کو بعض اہل علم تک نہین جانتے۔ محض لفظ پرستی رہ گئی ہی ؎

مولوی گشتی و آگہ نیستی	خود کجا و از کجا و کیستی

اس لفظ پرستی پر ایک مثال یاد آئی۔ ایک شخص کا انتقال ہوا موت کے قریب بیٹے کو وصیت کی کہ جو کوئی میری تعزیت کو آئے اُس کو اونچی جگہ بٹھانا اور نرم اور شیرین باتین کرنا۔ اور بھاری کپڑے پہن کر اُس سے ملنا اور قیمتی کھانا کھلانا۔ اب صاحبزادے کی سنیئے ایک صاحب اُن کے والد کے دوست تعزیت کو آئے آپنے فوراً نوکرونکو حکم دیا کہ انکو مچان پر بٹھاؤ وہ آئے اور مجرمون کی طرح سے اُن کو زبردستی پکڑ کر مچان پر بٹھادیا اب وہ پوچھتے ہین کہ یہ کیا معاملہ ہو نوکر کہتے ہین کہ آقا کا یہی حکم ہو۔ اب آقا صاحب تشریف لائے تو اس انداز سے کہ جانم دری قالین مین لپٹے ہوئے۔ ایک عجیب بغلول کی سی شکل بنے ہوئے ہین آخر مہمان نے کچھ تعزیت مین کہا تو جواب مین فرماتے ہین گڑ۔ اُنھون نے کچھ اور کہا تو جواب ملتا ہو روئی۔ مہمان بیچارہ دنگ ہے۔ غرض کھانے کا وقت آیا گوشت گلا نہ تھا مہمان نے جبین اس کا شکوہ کیا تو آپ تیز ہو کر کہتے ہین واہ صاحب۔ مینے آپکے لئے پچاس روپیہ کا کتا کاٹ ڈالا اور آپکو پسند نہین آیا۔ اب مہمان اور بھی پریشان آخر تحقیق کیا تو اُنھون نے بیان کیا کہ ابا جان نے وصیت کی تھی کہ میرے انتقال کے بعد اگر کوئی شخص تعزیت کے واسطے تمھارے پاس آئے تو اُس کو اونچی جگہ بٹھانا اس واسطے مینے مچان پر بٹھایا کہ سب سے اونچی جگہ یہی تھی۔ اور یہ کہا تھا کہ بھاری کپڑے پہنکر اُن سے ملنا تو اس دری قالین سے بھاری کوئی کپڑا نہ تھا۔ تیسرے یہ کہا تھا کہ نرم اور میٹھی باتین کرنا تو گڑ اور روئی سے زیادہ نرم اور میٹھی چیز مجھکو نہ معلوم ہوئی اور وصیت کی تھی کہ قیمتی کھانا کھلانا تو اس کتے سے زیادہ کوئی جانور قیمتی ہمارے گھر نہ تھا۔ مہمان لعنت بھیج کر وہان سے رخصت ہوا۔ پس یہی حالت ہماری ہو کہ الفاظ یاد کرلئے ہین۔ حقیقت آداب و اخلاق اعمال کی نہین سمجھے۔ چنانچہ ہم نے اخلاق نام صرف چاپلوسی

اور خوشامد و میٹھی باتین کرنے کا رکھ لیا ہی سو حقیقت مین اخلاق کو نفاق سے بدل دیا ہی۔ اخلاق کی حقیقت یہ ہی کہ ہم سے کسی کو کسی قسم کی ایذا ظاہری یا باطنی یا حضور یا غیبت مین نہ پہونچے۔ ہم نے یہ سمجھا کہ اخلاق ظاہرداری کا نام ہی گو اُس سے ایذا ہی پہونچے اسکی کچھ پروا نہین۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت اور رعایت کہ سلام بھی کرتے ہین تو اس طرح سے کہ کوئی بیچین نہ ہو۔ غرض آنحضرت عشا کے بعد تشریف لائے اور حسب معمول سلام کرکے برتنون کی طرف چلے۔ اور وہ صحابی جو دودھ پیکر لیٹ گئے تھے یہ سب دیکھ رہے ہین۔ آپکو اُسمین دودھ نہ ملا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسوقت بھوک لگی ہوئی تھی اور طعام کی حاجت تھی آپ نے حسب معمول کچھ نفلین پڑھین اور یون دعا فرمائی کہ اللھم اطعم من اطعمنی۔ دیکھئے یہ امر قابل غور ہی کہ اس دعا مین آپنے توکل کے ساتھ اسباب کی کس لطیف طور پر رعایت فرمائی کہ یہ ظاہر کردیا کہ کھانا اکثر اس طرح ملتا ہی کہ کوئی شخص ظاہر مین لیے آدے ورنہ یہ بھی تو دعا فرما سکتے تھے کہ اے اللہ آسمان سے مائدہ یا رزق بھیج مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل اور تدبیر کو کس لطیف طریق پر جمع فرمایا۔ جیسا مذکور ہوا تتمہ قصہ کا یہ ہی کہ اس دعا کے سننے کے بعد وہ صحابی اُٹھے چونکہ اُنکو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہوئی ہوگی اس لئے گو بکریون کا دودھ دوہ چکے تھے مگر پھر برتن لیکر بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بکریون نے اتنا دودھ دیا کہ برتن بھر گیا۔ اس برتن کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ غرض اس قصے کے بیان سے یہ تھی کہ دیکھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا و توکل کے ساتھ اسباب کی رعایت کس طور پر فرمائی۔ پس معلوم ہوا کہ نہ دعا کے بھروسے اسباب کو چھوڑدے اور نہ اسباب مین ایسا انہماک ہو کہ مسبب الاسباب پر نظر نہ رہے۔ اعتدال اصل طریقۂ نبویہ ہی۔ اور یہ بدون تحصیل و تبحر علوم دین کے حاصل ہونا مشکل ہی کوئی آسان کام نہین جو ہر ایک دعویٰ کرنے لگے ؎

بر کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندا باختن

آنحضرت کے افعال سے تو یہانتک اس اعتدال کا پتا چلتا ہی کہ معجزات مین بھی جو کہ بالکل بطور خرق عادت ظہور مین آتے ہین انمین بھی تدبیر اور اسباب کی صورت کو ملحوظ رکھا گیا ہی۔ چنانچہ حضرت جابر کی دعوت کا قصہ جو جنگ احزاب مین خندق کھودنے کے وقت ظہور مین آیا اسکا شاہد ہی آنحضرت نے اُن کو فرمایا تھا کہ ہانڈی چولھے سے مت اُتارنا پھر اُس مین آکر آب دہن ملا دیا۔ اور

وہ چند آدمی کی خوراک لشکر کو کافی ہوگئی۔اسی طرح حدیث مین اور بھی معجزات کے قصے ہین کہ جن سے معلوم ہوتا ہی کہ معجزہ خرق عادت مین تھوڑی سی رعایت اسباب کی کیگئی مثلاً چولھے پر ہانڈی اور توے کا رکھا رہنا اور ڈھک دینا وغیرہ کی صورت اسباب کو حجاب بنایا گیا۔ ورنہ ویسے بھی کھانا بڑھ سکتا تھا۔یہ آداب ہین توکل اور تدبیر کے سید المرسلین سے انکو سیکھنا چاہئے۔ان سے غافل رہنا بعض اوقات سبب ہوجاتا ہی انہماک فی الاسباب کا جو ایک سبب ہی ترک دعا کا جس کا حاصل یہ ہے کہ اسباب مین انہماک اور مسبب الاسباب پر نظر نہ رکھنا اور عقیدت کی کمزوری۔

اب ایک دوسرا سبب دعا نہ کرنے کا سنیے۔ وہ یہ کہ عقیدہ تو دعا کا ہی مگر یہ خیال ہوجاتا ہی کہ ہم دعا کے قابل نہین ہم کیا دعا کرین اور درحقیقت یہ بھی شیطان کا ایک وسوسہ ہی جو ان لوگون کے دلون مین تواضع کے رنگ مین ڈالا گیا ہی درحقیقت بعض احوال باطنہ کچھ اس قسم کے ظاہراً مشتبہ معلوم ہوا کرتے ہین کہ اُن کو بھلا یا بُرا قرار دینے مین بڑی فہم و دقت نظر آگاہی شرع شریف کی سخت ضرورت پڑتی ہی چنانچہ آیت مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ مین اہل لطائف اس طرف بھی اشارہ فرماتے ہین۔چنانچہ اس مقام پر دو امر مین التباس ہوجاتا ہی۔ ایک تو تواضع اور حیا۔ اسکی علامت یہ ہی کہ گناہ کرتے ہوئے بھی اس کا خیال رہے۔ اپنی عبدیت اور خدائے تعالے سے شرم کرنا ملحوظ رہے ورنہ اگر صرف دعا کے وقت تو تواضع کے خیال سے دعا نہ کی جائے اور گناہ کرتے وقت بیباک اور نڈر ہوجائین تو یہ درحقیقت تواضع نہین ہی بلکہ کم ہمتی اور سستی ہی۔شیطان نے برکات دعا سے محروم کرنے کے واسطے ایک حیلہ سکھا دیا ہی۔لہٰذا اس کا وسوسہ بھی دلمین نہ لانا چاہیے اور دعا بڑے اہتمام سے کرنی چاہیے۔کہ وہ خالی نہین جاتی اور کچھ نہ ہو۔یہ کیا کچھ کم ہی کہ آخرت کے لئے اس کا اجر جمع رہے گا اور اہل حال کے جو اقوال ہین مثلاً ؎

	احب مناجات الحبیب باوجہ		ولٰکن لسان المذنبین کلیل

سو وہ غلبۂ حال کے ہین جسمین وہ معذور ہین۔ مگر قابل تقلید نہین۔ اصلی حیا و تواضع مین رضائے خداوندی پیش نظر ہوتی ہی اور یہ نہو تو کم ہمتی ہی۔ان باتون مین فرق کرنے کے واسطے بڑی ضرورت

عہ چنانچہ ایک بار ایک شخص نے مجھ سے قرض کی شکایت کی مین نے کہا دعا کرو۔کہنے لگا زبان دعا کے قابل ہی نہین۔مین نے کہا کہ تو پھر کلمہ کیون پڑھتے ہو کیا کلمہ کے قابل ہی۔اور دعا کے قابل نہین۔چپ رہ گیا۔١٢ منہ۔

ہی علم شریعت کی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص لا صلوٰۃ الا بحضور القلب مین بھی یہی حیلہ جو دعا مین کیا ہو نکال لے تو اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز چھوڑ بیٹھے گا لہذا ایسے وساوس ناقابل اعتبار ہین۔ جو کچھ جیسا کچھ ہو سکے کرنا چاہئے۔ بھلا بُرا جو کچھ بھی ہو خدا کے دروازے پر آنا چاہئے۔ ؎

بازآ بازآ ہر آنچہ ہستی بازآ	گر کافر و گبر و بت پرستی بازآ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی بازآ

ایسا شخص ایک غلطی تو یہ کرتا ہو کہ کم ہمتی سے عبادت اور طاعت اور دعا کی طرف نہین آتا اور دوسری غلطی یہ کرتا ہو کہ اپنی نسبت گمان کرتا ہو کہ مین کسیوقت پاک صاف ہو کر حق عبادت ادا کرسکتا ہون اور ایسے وقت عبادت کرون گا۔ اور جو عبادت کر رہا ہو گویا بزبان حال اُس کا حق ادا کرنے کا مدعی ہو۔ اور یہ بھاری غلطی ہو۔ انسان کبھی پورا پاک نہین ہوسکتا ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کی درگاہ کے قابل بننا اور اُس کا حق عبادت کرنا کیا اس سے ممکن ہو ع وجودك ذنب لا يقاس به ذنب مولانا روم فرماتے ہین ؎

خود ثنا گفتن زمن ترک ثناست	کاین دلیل ہستی و ہستی خطاست

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لا احصی ثناء علیك انت كما اثنيت على نفسك مرزا مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ اس معنی مین کہ ہم آپکی ثنا نہین کرسکتے فرماتے ہین ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست	محمدؐ چشم بر راہ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفا بس	محمدؐ حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر خواہی بیان کرد	بہ بیتے ہم قناعت مے توان کرد
محمدؐ از تو میخواہم خدا را	الٰہی از تو حب مصطفا را

آپسے پاک سمجھنے کے بارے مین خدا تعالےٰ فرماتے ہین لا تزکوا انفسکم الخ ہم اور ہماری عبادت تو ایسی ہو کہ یہی غنیمت ہو کہ اُس پر مواخذہ نہ ہو کیونکہ ہماری ثنا ایسی ہو جیسا مولانا فرماتے ہین ؎

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست	این نہ مدح است او مگر آگاہ نیست
مابری از پاک و ناپاکی ہمہ	از گرانجانی و چالاکی ہمہ
من نگردم پاک از تسبیح شان	پاک ہم ایشان شوند و درفشان

یہی وجہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ حالانکہ عصمت انبیا ایک مسلم مسئلہ ہو - پھر یہ استغفار گویا اپنی حالت عبادت کو کمال خداوندی کے مقابلہ مین ناتمام دیکھ کر ہوتا تھا - یعنی اپنی عبادت وحمد وثنا کو غیر قابل قرب خداوندی سمجھ کر استغفار کر رہے ہین - یہ حالت ہو اکابر مقبولین کی کہ باین ہمہ علو مرتبت بمقابلہ کمال حقوق خداوندی اپنے آپ کو محض ہیچ سمجھ رہے ہین اور یہ نہین کہ وہ واقع مین کمال و وصال سے خالی ہین بلکہ سعا

	دل آرام در بر دل آرام جو نگویم کہ بر آب قادر نیند	لب از تشنگی خشک بر طرف جو کہ بر ساحل نیل مستسقی اند
ص	دامان نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار	گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد

جب خواص کی یہ کیفیت ہو تو ہم عوام کس شمار مین ہین - ہم پر یہ اُن کی عنایت ہے کہ باوجود ہماری بد اعمالی خراب حالی جاننے کے پھر ہمکو اپنی طاعت وحمد وثنا - دعا والتجا کی رخصت دیتے ہین اور حکم دیتے ہین کہ کرو - اگر وہ باوجود علم کے ہم سے کھوٹے مال اور ناقص عبادت کو قبول کرتے ہین تو پھر بندہ کو کسی قسم کا عذر پیش کرنا گو وہ عذر ناقابلیت ہی کا ہو کس درجہ حماقت ہو ص

چون طمع خواہد ز تو سلطان دین	خاک بر فرق قناعت بعد ازین
این قبول ذکر تو از رحمت است	چو نماز مستحاضہ رخصت است

یہ دوسرا سبب تھا دعا کے نہ کرنے کا - یعنی اپنے آپ کو دعا کے قابل نہ سمجھنا جس کی اصلاح پوری طور سے کر دی گئی -

اب تیسرا سبب بیان کیا جاتا ہو وہ یہ کہ یعنی یہ سمجھکر دعا نہین کرتے کہ قبول تو ہوتی ہی نہین پھر دعا سے کیا فائدہ - سو خود یہی سمجھنا غلط ہو کہ خداوند تعالے دعا قبول نہین کرتے واقع مین موانع قبول دعا خود اپنی ذات مین ہوتے ہین مثلاً دل سے خشوع وخضوع کے ساتھ جو روح ہو دعا کی دعا نہ کرنا محض زبان سے کہدینا - حدیث مین ہو ان اللہ لا یستجیب الدعاء من قلب لاہ سو یہ قصور اپنا ہو ورنہ وہ ذات تو سب پر مہربان اور اُسکا فیض سب پر محیط ہو اپنے مین قابلیت نہ ہو تو اُس کا کیا علاج ص

اُس کے الطاف تو ہین عام شہیدی سب پر	تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

ہم لوگون کی تو یہ حالت ہو ؎

توبہ برلب - سبحہ برکف - دل پُر از ذوق گناہ	معصیت را خندہ مے آید بر استغفار ما

اور مثلاً گناہ کی بات کی دعا کرنا - حدیث شریف مین آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے جبتک گناہ اور قطیعۂ رحم کی دعا نہ ہو - سو بعض دفعہ اکثر دعائین گناہ کی ہوتی ہین اب ان کا قبول نہ کرنا ہی خداتعالیٰ کی رحمت ہو - مثلاً موروثی زمین کے جھگڑے مین مالکانہ قبضے کی دعا خود گناہ ہو - ایسے ہی بعض لوگ بزرگون سے دعا کراتے ہین کہ ہمارا لڑکا فلان امتحان مین پاس ہو جائے - اُس کو ڈپٹی کلکٹری تحصیلداری وغیرہ ملجائے - سو یہ دعا ہی سرے سے ناجائز ہو کیونکہ حکومت کی اکثر ملازمتین خلاف شرع ہین - اور یہ شبہہ نہ کیا جائے کہ بزرگون کے متعلقین بعض ڈپٹی کلکٹری تحصیلداری وغیرہ حکومت کے عہدون پر پہونچے ہین - سو اگر یہ نوکری ناجائز ہے تو وہ بزرگ اُن کو کیون نہین روکتے - جواب اس شبہ کا یہ ہی کہ ہین تو یہ نوکریان ناجائز - مگر جو لوگ اسمین مبتلا ہین اور اُن کے روزگار کی صورت بجز اس کے اور کچھ ہو نہین - اگر اُن کو اس سے علیحدہ کر دیا جائے گا اور وہ نوکری چھوڑ دین گے تو بوجہ عدم سبیل معاش وہ اس سے زیادہ کسی گناہ مین مبتلا ہون گے - سو درحقیقت اُن کو اجازت نہین دی جاتی بلکہ اور بہت سے بڑے گناہون سے بچا کر ایک چھوٹے گناہ پر رکھا جاتا ہو - اور ایسی دعا مین خود مشائخ اور علماء کو احتیاط کرنی چاہئے کہ ایسے ناجائز مقدمات اور امور ممنوعہ کے واسطے دعا نہ کیا کرین کیونکہ گناہ ہوگا اور صاحب حاجت تو صاحب الغرض مجنون ہوتا ہو - اُسپر اعتبار اور بھروسہ نہین چاہئے اگر ایسا ہی کسی کی دلشکنی وغیرہ کا خیال ہو تو یون دعا کرین کہ یا الٰہی جسکا حق ہو اُس کو دلوائیے باقی ایسی ناجائز دعا نہ اپنے لئے کرے - نہ غیر کے لئے - ناجائز امور کی دعا یا دعا کا غافل دل سے کرنا منجملہ اُن موانع کے ہی جن کی وجہ سے دعا قبول نہین ہوتی اور اگر موانع بھی مرتفع ہو جائین تو بعض دفعہ اس وجہ سے قبول نہین ہوتی کہ درحقیقت وہ دعا اس کے لئے بہتر نہین ہوتی - اور خلاف حکمت ہوتی ہے - اس لئے ترحماً قبول نہین فرماتے - اسکی ایسی ہی مثال کیجئے - جیسے بچہ انگارے کو اچھا سمجھ کر مُنھ مین ڈالنے لگے تو شفیق مان باپ اُس کو منع کرتے اور اُس کے ہاتھ سے چھین لیتے ہین ؎

آنکس کہ تو نگرت نمی گرداند	آن مصلحت تو از تو بہتر داند

چنانچہ حکایت ہی کہ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی یہ دعا کرائی تھی کہ کل کی بات معلوم ہو جایا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُس کو نصیحت کی کہ اس کو جانے دے۔ اُس نے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا۔ اُنھون دعا کردی اور وہ قبول ہوگئی۔ اُس کو معلوم ہوا کہ کل کو میرا گھوڑا مر جائے گا۔ اُس نے فوراً بازار مین جاکر بیچ ڈالا۔ اور خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو میرا غلام مرجائے گا وہ اُس کو بھی بیچ آیا اور بہت خوش ہوا پھر معلوم ہوا کہ کل کو مین مرجاؤن گا۔ بہت پریشان ہوا اور موسیٰ علیہ السلام سے جاکر عرض کیا کہ کیا کرون۔ وحی آئی کہ اس سے کہدو تجھکو اس کشف راز سے منع کیا گیا تھا۔ تونے نہ مانا آخر تو نے دیکھا کہ اصل یہ ہو کہ تیرے گھر پر ایک بلا آنے والی تھی ہم نے چاہا جانور پر پڑ جائے تو نے اُس کو جدا کردیا۔ ہم نے چاہا کہ غلام پر پڑ جائے تو نے اُسکو بھی جدا کردیا۔ اب تو ہی رہ گیا۔ اگر تجھکو پہلے سے آئندہ کی خبر نہ ہوا کرتی تو گھوڑا اور غلام کیون بیچا جاتا۔ اور تو معرض ہلاکت مین کیون پڑتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی بعض مصلحت انسان نہین سمجھتا۔ تو اس معلوم ہونے پر اُس کو بہت پریشانی اُٹھانی پڑی تھی۔ یہان سے ذاکرین شاغلین کے واسطے بھی نصیحت نکلتی ہو کہ جو حالت غیر اختیاری اللہ تعالیٰ وارد فرمائین اُسی کو اپنے لئے بہتر جانین اور اپنی خواہش سے کسی پسندیدہ حالت کی تمنا نہ کرین ؎

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش		کہ ہرچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

مجاہدے سے کسی خاص حالت کا قصد ٹھیک نہین ؎

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن		کہ خواجہ خود روش بندہ پروری دارد

ہر حالت جو اُس کی طرف سے آئے وہی مناسب ہی۔ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ ذوق وشوق وانبساط باعث عجب ہو جاتا ہی۔ تو مربی حقیقی اس کا علاج اسطرح فرماتے ہین کہ حزن وملال اور انقباض کو اُس پر مُسلط کردیتے ہین جس سے تواضع وانکسار پیدا ہوتا ہی الغرض اپنے لئے کوئی فکر اپنی خواہش و پسند پر نہ کرنا چاہیے ؎

فکر خود و رائے خود در عالم رندی نیست		کفر است درین مذہب خود بینی و خود رائی

بعض لوگ ذکر وشغل کرتے ہین اور کسی خاص حالت اور ثمرہ کے حاصل ہونے پر جسکو غلط فہمی سے اُنھون نے مقصود سمجھ رکھا ہی غمگین ہوتے ہین اور کہتے ہین کچھ حاصل نہین ہوا۔ یہ لوگ

بڑی غلطی کرتے ہین - اصل مقصود رضاے حق ہو جس کا طریق ذکر و طاعت ہو - جس کو یہ حاصل ہو سب کچھ حاصل ہو تو اُن کو خدا کا شکر کرنا چاہئے کہ اُن کو ذکر اور طاعت کی توفیق تو دی ہو ع بلا بودے اگراین ہم نبودے * حقیقت مین یہ طلب اور درد و غم بھی نعمت عظمیٰ ہو جسکا شکر کرنا چاہیے ؎

گفت آن اللہ تو لبیک ماست		دین نیاز و سوز و دردت پیک ماست	

اگر حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ سے کوئی خادم اس امر کی شکایت کرتا تو فرماتے کہ خدا کا شکر کرو اُس نے اپنا نام لینے کی توفیق تو دی ہو اور اس موقع پر اکثر یہ شعر فرمایا کرتے ؎

یابم او را یا نیابم جستجوئے میکنم		حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم	

اور فرمایا کرتے کہ جس طاعت کے بعد پھر اُس طاعت کی توفیق ہو یہ طاعت سابقہ کے قبول کی علامت ہو - تو قبول کتنی بڑی نعمت ہو غرض قبول اسی مین منحصر نہین کہ اُس کی خواہش کے موافق ہو اور عشاق کی نظر تو کسی قسم کے قبول پر ہی نہین ہوتی اُن کی حالت تو یہ ہو ؎

از دعا نبود مراد عاشقان		جز سخن گفتن بآن شیرین زبان	

عاشقان خدا کو عشق مین مجنون سے تو کم نہ ہونا چاہئے کیا اُس کے نام کی مشق کچھ کم دولت ہو جو اور چیزون کی تمنا کی جاتی ہے ؎

دید مجنون را یکے صحرا نورد ریگ کاغذ بود و انگشتان قلم گفت اے مجنون شیدا چیست این گفت مشق نام لیلیٰ می کنم		در بیابان غمش بنشستہ فرد می نمودے بہر کس نامہ رقم مینویسی نامہ بہر کیست این خاطر خود را تسلی می دہم	

اور علاوہ اس کے کہ دعا ان کی مصلحت کے مناسب نہ ہو - کبھی یہ بھی ہوتا ہو - اس کا اجر آخرت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہو سو تعجب ہو کہ مومن ذخیرۂ آخرت پر قناعت نہ کرے - متاع دنیا کے حاصل نہ ہونے پر افسوس کرے - تو مومن کامل تو نعمت اخرویہ کے روبرو نبوی سلطنت تک کو گرد سمجھتے ہین - ایک دفعہ سلطان سنجر شاہ ملک نیمروز نے حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین عریضہ لکھا کہ اگر آپ قبول فرمائین تو مین مُلک نیمروز آپ کو ہدیہ کرتا ہون اُسکے جواب مین حضرت نے یہ دو شعر تحریر فرمائے ؎

چون چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد | در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب | من ملک نیمروز بیک جو نمیخرم

یہ بیان تھا بقدر ضروری دعا کا۔ بعض لوگون کو شاید یہ شبہہ ہو کہ دعا رضا بالقضاء کے خلاف ہی۔ سواسکا جواب یہ ہو کہ دعا اور رضا دونون جمع ہوسکتے ہین۔ بطور یکہ عین دعا کے وقت یہ قصد ہے کہ اگر دعا کے موافق ہوگیا تو یہی قضا ہو اسپر راضی ہونگے اور اگر اُس کے خلاف ہوا تو وہی قضا ہے اسپر راضی ہون گے اور چونکہ دعا بھی مامور بہ ہو اس لئے وہ بھی داخل قضا ہو۔ اگر کوئی شخص حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگ مین ڈالے جانے کے قصے سے استدلال کرے کہ اُنھون نے باوجود جبرئیل علیہ السلام کے کہنے کے کہ دعا کرو۔ دعا نہین کی۔ اور فرمایا حسبہ عن سوالی علمہ بحالی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کرنا رضا بالقضا اور تفویض وتسلیم کے خلاف ہو۔ تو اُس کا جواب یہ ہو کہ اول تو یہ قصہ سیر کی روایت ہو جس کو معرض استدلال مین پیش نہین کیا جاسکتا۔ دوسرے اگر تسلیم کو مان بھی لیا جائے تو آسان طالبعلمانہ یہ جواب ہوسکتا ہو کہ یہ قصہ پہلی اُمت کا ہو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا مسئلہ نہین جو ہم پر حجت ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ صاحب وحی تھے اُنکو معلوم ہوچکا تھا کہ اسوقت دعا کرنا خلاف رضا ہو مولانا روم فرماتے ہین ؎

کفر باشد نزد شان کردن دعا | کہ اے خدا از ما بگردان این قضا

ہم لوگ کوئی صاحب وحی نہین جو خاص وقت کا حکم معلوم ہوسکے۔ ہمین تو دعا کرنے کا حکم ہے۔ اسلئے دعا کرین گے۔ چوتھے یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ علم مین اتم و اکمل ہین حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ اُسوقت غلبہ حالمین تفویض اور تسلیم کی فضیلت منکشف تھی اور دعا کی فضیلت مستور۔ اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر وقت تفویض تسلیم اور رضا کی فضیلت بھی منکشف رہتی تھی اور دعا کی فضیلت بھی۔ اس لئے دونون کو جمع فرمایا۔ اور اکثر بزرگون سے غلبہ حال مین اس قسم کی باتین ہوا کرتی ہین کہ جنکی نہ تقلید درست ہو نہ اُنکی باتون سے استدلال کیا جاسکتا ہو۔ اور نہ انپر انکار درست ہو۔ وہ معذور ہین۔ چنانچہ شاہ فخر دہلوی رح ایک روز جمعہ کی نماز پڑھکر مسجد سے باہر نکلتے تھے کہ سیڑھیون پر ایک بڑھیا نے شربت کا پیالا پیش کیا اور کہا بیٹا اسکو پی لو شاہ صاحب روزے سے تھے۔ روزے کا کچھ خیال نہ کیا اور شربت پی لیا۔ لوگون نے اسپر اعتراض کیا فرمایا کہ روزے کی

تلافی قضاسے ہوسکتی ہے۔ مگر دلشکنی کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ اسواسطے مین نے پی لیا۔ ہمارے
حاجی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس قصے کے متعلق فرمایا کہ خواجہ صاحب پر اُسوقت غلبۂ حال
تہن قلب کی فضیلت منکشف اور روزے کی فضیلت مستور تھی۔ اسواسطے ایسا کیا۔ اگر کوئی صاحب
تمکین اور اپنی حالت پر غالب ہوتا تو وہ یون کرتا کہ نرمی سے اسکا جواب دیکر اُسکو بھی راضی رکھتا اور روزہ
بھی نہ توڑتا مغلوب الحال کی تقلید کسی دوسرے کو جائز نہین۔ اس کے واسطے خود شریعت کے صاف
اور کھلے ہوئے احکام موجود ہین جنمین کوئی کھٹکا نہین۔ فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل۔
الغرض یہ چند اسباب موانع دعا کے بطور امور کلیہ کے بیان کئے گئے ہین اب انسے اور جزئی اسباب
بھی معلوم ہوسکتے ہین جو سمجھدار آدمی سمجھکر نکال سکتا ہو۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین
والسلام علی المرسلین۔

وعظ چہارم

ملقب بہ

سیرت الصوفی

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہو کر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
بمقام مسجد تھانہ بھون	۲۳ صفر ۱۳۲۹ھ	تقریباً ۱½ گھنٹہ	بیٹھ کر	طرز زندگی کا دستور العمل	مولوی [illegible] پنجابی		

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ ط

اما بعد - فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

(آیت) یٰاَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَہٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْہِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیْلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ۝ اِنَّ لَکَ فِی النَّہَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ۝ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ۝ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاہْجُرْہُمْ ہَجْرًا جَمِیْلًا ۝ وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ وَمَہِّلْہُمْ قَلِیْلًا ۝ بعض احباب ارباب سلوک نے مجھ سے استدعا کی کہ اگر ہمارے لئے کچھ دستور العمل کے طور پر بیان ہو جائے تو بہتر ہے - اُسوقت بوجہ کسی مضمون کے

حاضر نہ ہوسکنے اور نیز ایسے مضامین کے لئے فرصت نہ ہونے کے سبب مین نے حتمی وعدہ نہین کیا
مگر آج صبح کو سورہ مزمل کی یہ ابتدائی آیات قلب مین وارد ہوئین - معلوم ہوا کہ انمین تمام طریق سلوک
ہی مذکور ہو - اس لئے آج انھین آیات کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے اور بیان سے پہلے یہ بتلا دینا
ضروری ہے کہ عوام یہ نہ سمجھین کہ انمین ہمارا کیا نفع ہو گا - یہ طریقہ تو خواص کے لئے ہو یعنی یہ کہ طریقہ
جو بیان ہوگا تارکان دنیا کے لئے ہے - ہم دنیا دارون کے لئے نہین - سو بات یہ ہے کہ سرے سے
یہ تقسیم ہی صحیح نہین - کہ دنیا دارون کے لئے اور احکام اور دیندارون کے لئے اور احکام کیونکہ مسلمان
ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہین - اور احکام شرعی سب کے ساتھ یکسان متعلق ہین - بلکہ حقیقت
مین مسلمان دنیادار ہوتا ہی نہین کیونکہ دنیا داری حقیقت مین یہ ہو کہ حرام و حلال مین کچھ امتیاز نہ رہے
جسطرح سے بنے مال حاصل کرنیکو مقصود سمجھے - اگر کہین دونون غرضین دین و دنیا کی جمع ہوجاوین
تو دنیوی غرض کو مقدم رکھا جاے اور یہ خیال کیا جائے کہ دین سے ہمکو کوئی غرض نہین کیونکہ شریعت
کے احکام اسقدر دشوار ہین کہ اگر ہم ان پر عمل کرین تو دنیا کی زندگی مشکل ہے سو ظاہر ہو کہ اسلام
کے ساتھ ان خیالات کی گنجائش کہان ہو - کیونکہ اس سے تو باری تعالی کی تکذیب کی نوبت پہنچتی
ہو - یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر - ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا - اور اگر یہ عذر کیا جائے
کہ ہم تکذیب نہین کرتے - مگر جب واقعات ہی روزمرہ اس امر کی شہادت دے رہے ہین کہ احکام
شرعیہ پر چلنا بہت مشکل ہو تو ہمارا کیا قصور ہو - اس اشتباہ کا جواب یہ ہے کہ ایک مشقت تو ہوتی ہو ذات
حکم مین مثلاً وہ حکم فی حد ذاتہ سخت اور دشوار ہو - یہ اصر اور اغلال کہلاتے ہین - امم سابقہ مین بعضے ایسے
احکام تھے - مگر اس امت مین اس قسم کے احکام نہین رکھے گئے - اور ایک مشقت یہ ہو کہ دراصل ذات
حکم مین تو کوئی دشواری نہین مگر ہم نے اپنے اغراض فاسدہ کیوجہ سے خود اپنی حالت ایسی بگاڑلی اور قوم
نے متفق ہوکر شریعت کے خلاف عادتین اختیار کرلین کہ وہ رسم عام ہوگئی اور ظاہر ہے کہ جب اُس
رسم عام کے خلاف کوئی حکم شرعی پر چلنا چاہے گا تو ضرور اُسکو اُس آسان اور بے ضرر حکم مین دشواری
پیدا ہوگی - اسکی مثال ایسی ہو کہ جیسے کوئی طبیب کسی مریض کو دو پیسہ کا نسخہ لکھدے مگر مریض چونکہ ایسے
گاؤن مین رہتا ہو جہان کے لوگون کی نادانی کیوجہ سے یا اسوجہ سے کہ وہ لوگ اس قسم کی ضروری اور مفید

؎ اور چونکہ مسائل علوم معاملہ کے ہین - علوم مکاشفہ کے نہین اسلئے اعلان کا بھی مضائقہ نہین - ۱۲

چیزون کی رغبت نہین رکھتے وہ چیزین وہان نہین آتین اور نہین مل سکتین۔ اس دو پیسہ کے نسخہ کو وہان نہین پی سکتا۔ اب فی نفسہ نسخہ گران نہین کمیاب نہین مگر اس گاؤن والون نے خود اپنا دستور بگاڑ رکھا ہے۔ اسواسطے وہان نہین مل سکتا۔ اس صورت مین ہر عاقل یہی کہیگا کہ علاج بالکل آسان ہو۔ مگر یہ قصور اس جگہ کے رہنے والونکا ہو کہ ایسی معمولی چیزین بھی نہین مل سکتین۔ ایسا ہی ہمارا حال ہے کہ مجموعۂ قوم نے ملکر ایسی حالت بگاڑ دی ہے کہ اب احکام شرعیہ کے بجالانے مین دشواری بھی پیدا ہوگئی ہے مثلاً بہانہ کیا جاتا ہے کہ تنخواہ کم ہے بھلا اگر رشوت نہ لین تو کام کیسے چلے۔ اگر اپنے اخراجات اندازہ سے رکھے جائین تو تنخواہ کیون نہ کفالت کرے۔ یا مثلاً عام طور پر بیع۔ آم کی بیع۔ پھل آنے سے پہلے کیجاتی ہے اور اگر ایک بچنا چاہے تو ضرور کسیقدر دقت پیش آتی ہے۔ لیکن اگر سب اتفاق کرلین کہ اسطرح سے کوئی خرید فروخت نہ کرے تو دیکھین پھر کیا دشواری پیش آتی ہے۔ دشواری حقیقی تو وہ ہے کہ اگر سب ملکر بھی اُس کو دور کرنا چاہین جب بھی دور نہ ہوسکے اور جو سب ملکر اس مذموم رسم اور طریق کو چھوڑنا چاہین اور وہ چھوٹ جائے تو یہ دشوار نہین آسان ہے۔ یہ عارضی دشواری تو صرف اپنا طرز معاشرت بگاڑ دینے اور طریق تعامل کو خراب کردینے سے پیدا ہوگئی ہے سو یہ تنگی خود اپنے اوپر تنگی ڈال لینے سے ہوئی۔ تعجب ہو کہ خود اپنی تنگی کو نہ دیکھین۔ شریعت پر تنگی کا الزام دین۔ جیساکہ اُس شیر نے جسکا قصہ مثنوی مین ہو خرگوش کے بہکانے سے اپنا عکس دیکھا اور اُسکو دوسرا شیر سمجھکر اُس پر حملہ کرنے کو کوئین مین کود پڑا دراصل وہ خود اپنے اوپر حملہ کررہا تھا۔ ایسے ہی ہم اپنے عیب کو آئینۂ شریعت مین دیکھ رہے ہین اور ناسمجھی سے اُسکو شریعت کی تنگی بتلارہے ہین سو یہ درحقیقت شریعت پر حملہ نہ ہوا بلکہ خود اپنی ذات پر حملہ کررہے ہین ؎

حملہ بر خود میکنی ای سادہ مرد ۔۔۔ ہمچو آن شیرے کہ بر خود حملہ کرد

ہماری تنگی کا یہی قصہ ہو۔ بعض لوگ عذر کرتے ہین کہ ہم ناجائز معاملات رشوت ستانی وغیرہ ضرورت کیوجہ سے کرتے ہین۔ مگر حقیقت مین وہ لوگ جسکو ضرورت کہتے ہین وہ ضرورت ہی نہین۔ بلکہ محض حظوظ نفسانیہ ہین جنکا نام ضرورت رکھدیا ہو۔ مثلاً کسی کی نوکری کے پیسے مین اتنی گنجائش ہو کہ معمولی درمیانی قیمت کے کپڑے پہن سکتا ہو۔ مگر بیش قیمت زرق برق کپڑے بنانے کی گنجائش نہین۔ اس صورت مین عقلمند آدمی کبھی بھی ایسے گران قدر کپڑون کی ضرورت تسلیم نہین کرسکتا کہ جس ضرورت کیلئے

رشوت وغیرہ لینا پڑے اور اگر اسپر بھی کچھ تنگی ہو تو آخر صبر کی تعلیم اسی حالت کے لئے ہو اور جو مرتبہ صبر سے گزر جائے تو ایسے لوگون کی امداد کے واسطے شریعت نے خاص قواعد مقرر کئے ہین اُن سے منتفع ہونا چاہئے غرض مسلمان کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے کسی حالت مین بھی دنیا کو دین پر ترجیح دینا جائز نہین جسپر اس اعتبار سے مسلمان دنیادار ہو ہی نہین سکتا صرف کفار ہی اہل دنیا ہین جو دین کے مقابلہ مین دنیا ترجیح دیتے ہین اور اس شعر کا مطلب اس تقریر پر بالکل صاف ہو گیا ؎

اہل دنیا کافران مطلق اند	روز و شب در زق زق و در بق بق اند

یعنی پہلے مصرع مین مبتدا موخر اور خبر مقدم ہو۔ یعنی جو شخص کافران مطلق ہین صرف وہی اہل دنیا باقی مسلمان کی تو شان ہی اور ہے۔ اللّٰہ ولی الذین اٰمنوا۔ اسمین عام مومنین کے لئے درجہ ولایت کا ثابت کیا گیا ہو گو وہ ولایت عامہ ہی ہو کیونکہ خاصہ مین اتنا اور زیادہ ہے الذین اٰمنوا وکانو یتقون اور اگر دنیاداری کے معنی عام لئے جائین کہ طلب المال ولو علی وجہ الحلال۔ تو یہ منافی دین کی نہین۔ تاکہ ایسا شخص مخاطب احکام دینیہ کا نہو۔ کیونکہ خود حضرات انبیا علیہ السلام سے کاروبار دنیوی اکل وشرب ونکاح وصنعت وغیرہ سبھی کچھ ثابت ہو غرض دنیوی کاروبار دین کے منافی نہین۔ بشرطیکہ وہ شریعت کے دائرے مین ہون۔ اللہ جل جلالہ کی رحمت تو یہانتک وسیع ہو کہ باوجود ظلم وگناہ کے بھی ولایت عامہ اور اصطفاء عام سے مومنین کو محروم نہین کیا۔ فرماتے ہین کہ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللّٰہ ظاہر ہے کہ منھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات الذین اصطفینا کی قسمین ہین۔ اور مقسم کا صدق ہر قسم پر واجب ہے پس اصطفا ظالم لنفسہ کو بھی شامل ہوا۔ بھلا جب گناہ کے ساتھ بھی ولایت عامہ اور اصطفا باقی رہتا ہے تو ضروری اشتغال دنیا کیسے منافع دین ہو سکتا ہو۔ بعض لوگ کہدیا کرتے ہین کہ صاحب ہم تو دنیا کے کتے ہین ہم سے دین کا کام کیا ہو سکتا ہو۔ تعجب ہو کہ اپنے منہ سے اس ذلت وبے حمیتی کا اقرار کیا جاتا ہو گویا خدا تعالیٰ نے ان کو دین کے واسطے پیدا ہی نہین کیا۔ اور غضب تو یہ ہو کہ ان بھلے مانسون نے اپنے لئے تو ایسے ناجائز لقب تراشے ہی تھے اہل دین کے لئے بھی ایسے القاب نازیبا کا بے محابا استعمال کرتے ہین جیسے مسجد کے مینڈھے۔ اسپر بطور جملہ معترضہ کے ایک ہنسی کی حکایت یاد آگئی۔ ایک طالبعلم کو کسی متکبر نے کہدیا مسجد کا مینڈھا اُس نے کہا بلا سے پھر بھی دنیا کے کتون سے تو اچھے ہی ہین۔

اور اس جواب مین لطیفہ یہ ہی کہ اہل دین کے لئے جو وہ لقب تجویز کرتے ہین وہ تو ایک دعویٰ ہی جو دلیل کا محتاج ہے۔ مگر دنیا کا کتا یہ اقراری لقب ہی اور المرء یوخذ باقرارہ۔ بالجملہ ایسے القاب اپنے لئے یا غیر کے لئے تراشنا ممنوع ہی۔ قال اللہ تعالیٰ لاتنابزوا بالالقاب بئس الاثم الفسوق بعد الایمان حدیث شریف مین ہی لیس لنا مثل السوء۔ عجب ہی کہ بعض لوگ ایسے واہیات القاب کو انکسار اور تواضع سمجھتے ہین۔ اسکی مثال مین ایک قصہ یاد آگیا کہ میرے سامنے ریل مین ایک دولتمند سحر نے اپنے کھانے کو گوہ موت کہکر ایک شخص کو مدعو کیا تھا اور اُن ہی کے ایک جلیس نے انکو کہا کہ ہان کھانے کی ایسی بے ادبی تو اُنھون نے تواضع کی توجیہ کی تھی۔ سو ایسی تواضع حماقت ہی۔ اور راز اسمین یہ ہی کہ کوئی چیز حتیٰ کہ اپنا نفس بھی ہمارا ملک حقیقی نہین کہ جسطرح چاہین اُسمین تصرف کرین بلکہ یہ ہم سب سرکاری چپراسی ہین۔ سرکاری حد سے زیادہ اس سے کام لینا یا سرکاری اصول کے خلاف اسکی بیقدری کرنا جائز نہین۔ اہل اللہ اسی بنا پر کبھی اپنے نفس کی بھی قدر کرنے لگتے ہین اور عام لوگ کچھ اور سمجھ جاتے ہین۔ سچ کہا ہی ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام	پس سخن کوتاہ باید والسلام

سو وہ حضرات اس حیثیت سے اپنے نفس کی قدر کرتے ہین کہ وہ اُس نفس کو سرکاری چیز سمجھتے ہین۔ اور اسیطرح ہاتھ پاؤن دماغ۔ یہ سب سرکاری مشینین ہین جنکو ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ اگر ہم اپنی بے اعتدالی سے انکو بگاڑینگے تو خود مورد عتاب مستوجب عذاب بنین گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہو کہ ان لنفسك عليك حقا۔ وان لزوجك عليك حقا۔ وان لعينك عليك حقا۔ اگر اپنے دل و دماغ آنکھ کی حفاظت اور خدمت اس نیت سے کرین گے کہ یہ ہمارے مولیٰ کی سپرد کی ہوئی چیزین ہین۔ ان کی عزت و حرمت خدمت و حفاظت ہم پر بوجہ عبد و خادم ہونے کے ضروری ہی تو اسمین بھی ثواب ملیگا۔ یہی معنی ہین انما الاعمال بالنیات کے اور اس مرتبہ مین کلان اعضا کو محبوب سے تعلق ہی۔ کسی نے کہا ہی ؎

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است	افتم بپاے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را	کو دامنت گرفتہ بسویم کشیدہ است

اور بعض کے کلام سے جو ان اشیاء کا اپنی طرف منسوب ہونا اور اس نسبت کے درجے مین ایسے

اقوال صادر ہونا معلوم ہوتا ہی جیسے کہا گیا ہی ؎

بخدا شکم آید زہ و چشم روشن خود	کہ نظر دریغ باشد بچنین لطیف روے

تو یہ غلبہ ہی حال کا ورنہ اہل مقام کی تحقیق وہی ہی - حضرت جنید بغدادی سے کسی نے کہا کہ جب آپکو دولت وصول میسر ہوچکی ہی تو اب کیون تسبیح رکھتے ہین - آپ نے کیا لطیف جواب دیا کہ میان جسکی بدولت یہ دولت ملی کیا اب اُس رفیق کو چھوڑ دین - ہرگز نہین - حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو شخص اللہ کے راستے مین جہاد کے لئے گھوڑا پالتا ہی اُس گھوڑے کا بول و براز بھی ضایع نہین جاتا بلکہ میزان اعمال مین اُس کے اندازے کے موافق اعمال رکھے جائینگے اور اُپر ثواب ملیگا - یہ سب برکت نسبت الی اللہ کی ہی اور ایسی خسیس اشیا کے حسنات مین شمار ہونے کی ایسی مثال ہی جیسے کوئی شخص مصری خریدے تو جو تنکا مصری مین ہوگا وہ بھی مصری کے بھاؤ ملیگا - اور دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھنے کی بھی یہی علت ہی کہ درود شریف کو تو بہر حال اللہ تعالے ضرور ہی قبول کرینگے اور یہ اُن کے کرم سے بعید ہی کہ اول و آخر کو تو قبول کرین اور بیچ والی لپٹی ہوئی چیز کو رد کردین - اور درود شریف ضرور قبول ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے خاص مقبول و محبوب ہین آپ پر بے کسی کی درخواست کے بھی رحمت فرماتے ہین سو جب کسی نے آپ پر رحمت کرنے کی درخواست کی تو یہ گویا اُس شخص کی خیرخواہی ظاہر ہوئی جس سے یہ بھی مقبول ہوگیا - اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص ہر عید پر اپنے لڑکے کو کچھ انعام دیا کرتا ہی تو وہ تو دے ہی گا - اگر کسی شخص نے اُسکو انعام دینے کی نسبت کہہ بھی دیا تو وہ شخص اس کہنے کی وجہ سے اس کہنے والے پر بھی مہربان ہوجائے گا - اور یہ سمجھے گا کہ اسکو ہمارے لڑکے سے محبت ہی - اس لئے درود شریف ضرور قبول ہوتا ہی اور طفیل مین یہ شخص بھی جب درود شریف قبول ہوگا تو دعا اُس کے ساتھ وہ بھی ضرور قبول ہوگی - اسکی ایسی ہی مثال ہی جیسے کھانڈ کے چنے - کہ اندر چنا ہوتا ہی اور اوپر کھانڈ لپٹی ہوئی ہوتی ہی - اُس مٹھائی کے سبب وہ چنے بھی مٹھائی کے حساب مین بکتے ہین کیونکہ اُن پر کھانڈ لپٹی ہوئی ہی - اسواسطے وہ اسی کے حکم مین ہوگئی - اسی طرح وہ دعا بھی گویا درود شریف کے حکم مین ہوگئی - یا جیسے پتے مٹھائی کے ساتھ جاتے ہین اور پھر اُنکو کوئی واپس نہین کرتا اور یہی راز اور حکمت ہی نماز مین جماعت کی - کیونکہ ع - بدانرا بہ نیکان ببخشد کریم - جماعت مین نیک بھی ہوتے ہین اُنکی نماز غالباً قبول ہوگی - اور بُرون کی بھی چونکہ نیکون کے ساتھ ہی اسواسطے

وہ بھی قبول ہو جائے گی۔ اسکی ایک فقہی نظیر ہو وہ یہ کہ اگر متعدد اشیاء ایک سودے سے خریدی
جائین تو یا سب واپس کی جاتی ہین یا سب رکھی جاتی ہین اور جو ہر ایک کا الگ الگ سودا ہوتا ہو
تو عیب کو واپس کر سکتے ہین۔ پس اللہ تعالیٰ بھی بندونسے یہی معاملہ کرتے ہین۔ اس لئے جماعت
مشروع فرمائی۔ کیونکہ یہ تو مستبعد ہو کہ سبکی نمازین واپس فرمائین تو سب ہی کو قبول فرمالین گے۔
البتہ اسمین ایک یہ شبہ رہگیا کہ جماعت تو صرف فرضون کے ساتھ مخصوص ہو وہ تو اس جماعت کے
ذریعے سے قبول ہوگئی مگر سنت باقی رہگئین۔ اسکا جواب یہ ہو کہ تابع ہمیشہ اپنے متبوع کے حکم مین ہوا
کرتا ہو سنتین تابع ہین فرضون کی وہ بھی فرضون کے ساتھ قبول ہو جائینگی جیسے کہ کوئی شخص گائے
بھینس خریدے تو اُس کے رسّے وغیرہ بھی گو وہ کیسے ہی بوسیدہ ہون لے لیتا ہو۔ غرض التمام
واقتران کے یہ فوائد ہین۔ اسیطرح اگر کوئی شخص اعمال دنیویہ مین بھی نیت خیر رکھے گا تو اُسکو ضرور
ثواب ملیگا۔ ایک بزرگ کی حکایت ہو کہ کسی اپنے مرید کے گھر گئے وہان اُن کے گھر روشندان
دیکھا۔ پوچھا یہ کیون رکھا ہو۔ اُس نے جواب دیا روشنی کے واسطے اُنھون نے فرمایا کہ روشنی تو بدون
نیت روشنی کے بھی آتی اگر اسکے رکھنے مین یہ نیت کرلیتا کہ اسمین سے اذان کی آواز آیا کریگی تو تجھے
اسکا ثواب بھی ملتا رہتا اور روشنی تو خود آہی جاتی۔ مطلب یہ ہو کہ نیت صالحہ رکھنے سے سب اعمال
دنیوی بھی قابل ثواب بن جاتے ہین۔ پس ایسی دنیا منافی دین نہین۔ پس ایسا دنیا دار بھی دیندار
ہی ہوا اور پہلے معنی کر دنیا دار کوئی مسلمان نہین تو سب مسلمان دیندار ہی ہوئے اور دو قسمین بنکر کوئی فرق
نہین ہوا یہ دیندار دنیا دار کا فرق بوجہ جہل بالاحکام کے ہمنے تراشش لیا ہو اور جب فرق نہ ہوا تو کیا ضرور
ہو کہ دستور العمل الگ الگ رکھا جاے۔ یہ بات جدا ہی کہ حالت عذر و ضرورت مین کسی کے لئے کچھ
تخفیف کردی جائے سو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دستور العمل ہر ایک کے واسطے الگ الگ تجویز کیا جاے
دستور العمل تو ایک ہی رہیگا مواقع ضرورت اس سے مستثنیٰ سمجھے جائینگے پس یہ تو طے ہو چکا کہ دستور العمل سب کا ایک ہی مگر عوام کا
ایک شبہ اور وسوسہ اور رہگیا کہ شاید اس دستور العمل کا نفع مشروط ہو فہم کیساتھ اور وہ مخصوص ہی خواص کیساتھ تو
ہمکو بغیر جانے سے کچھ نفع نہ ہوگا سو یہ خیال اور عذر بھی درست نہین کیونکہ نفع ان اعمال کا علی حسب استعداد سبکو ہوتا ہی جیسے معجون کھانے سے
اس شخص کو لذت ہوگی جو اُسکی حقیقت اور اجزاء سے واقف اور ماہر ہو ایسے ہی وہ شخص بھی متلذذ ہوگا جو
معجون کی حقیقت سے بالکل واقف نہ ہو اور اسیطرح اسکا نفع قوت وغیرہ بھی جسطرح اس پہلے شخص کو ہو ہے

اُسیطرح اُسکو بھی حاصل ہوگا - ایساہی خیال کرنا چاہئے کہ اعمال حسنہ کے نفس منافع اور برکات سب کے لئے عام ہین - ع - ادیم زمین سفرۂ عام اوست *

البتہ خواص کے لئے بوجہ زیادہ فہم کے ایک خاص زائد لذت ہوگی اور آخرت مین بھی اسکا ثواب اصل عمل کے ثواب پر زائد ملیگا مگر اصل مقصود مین عوام وخواص سب شریک ہین اب وہ دستو العمل بیان کیا جاتا ہو اتفاق سے وہ ضروری ہدایات جو اس مبحث کے مناسب ہین ان آیات مین پورے طور پر جمع ہین - ارشاد ہوتا ہو کہ - یاایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ - الآیۃ - ہرچند کہ یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مگر حکم اسکا امت کو بھی شامل ہو اور مزمل کے معنی ہین چادر اوڑھنے والا - چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی تکذیب سے بہت تکلیف ہوئی تھی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو چاہتے تھے کہ یہ کمبخت ایمان لے آئین تاکہ نار جہنم سے چھوٹ جائین اور وہ لوگ ایمان تو کیا لاتے اُلٹی تکذیب پر کمر باندھ رکھی تھی - اور آیات الٰہی سے تمسخر اور مقابلہ کیا کرتے اسوجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ شدت غم ورنج وحزن وملال کے چادر اوڑھ کر بیٹھ گئے تھے - اس لئے خاص اس حالت کے اعتبار سے یاایھا المزمل نداء وخطاب مین فرمایا گیا تاکہ آنحضرت کو ایک گونہ تسلی ہو اسکی ایسی مثال ہو کہ جیسے کوئی شخص ہجوم اعدا اور اُن کے طعن وتشنیع سے پریشان ہو رہا ہو اُسوقت اُسکا محبوب خاص اُسی حالت کے عنوان سے اُسکو پکارے جسکے ساتھ اُس کا تلبس ہو تو دیکھئے اُس شخص کو کتنی تسلی ہوگی اور اس لفظ کی لذت اُسکو کتنی معلوم ہوگی جسکی ایک وجہ یہ خیال بھی ہوتا ہو کہ محبوب کو میرے حال پر نظر ہو ایساہی یہان بھی یاایھا المزمل کے عنوان سے جو کہ مناسب وقت سے ہو ندا دیکر آنحضرت کو تسکین دیگئی ہو اور بعد اسکے بعض اعمال کا حکم دیا جاتا ہو اور ان بعض عارضی احوال پر صبر کرنے کا ارشاد فرماتے ہین - چنانچہ ایک دوسرے مقام پر بھی اسیطرح ارشاد فرمایا ہو کہ فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربک - اسکی ایسی مثال ہو کہ جیسے اوپر - کہ مثال مین اُس شخص کا محبوب اُسکو یہ کہے کہ میان تم ہم سے باتین کرو - ہمکو دیکھو - دشمنون کو بکنے دو جو بکتے ہین - آؤ تم ہمسے باتین کرو یہ کام کرو وہ کام کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ایسا تسلیہ بذریعہ وحی کے ہوا مگر امت مین اہل اللہ کو اس قسم کے خطابات وغیرہ بذریعہ الہام اور واردات کے ہوتے ہین اور اس

مقام پر لفظ مزمل کی تفسیر سے ایک مسئلہ نکلتا ہو وہ یہ کہ سابقاً معلوم ہو چکا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھنے کی وجہ شدت ملال و حزن تھی اس سے ثابت ہوا کہ کامل باوجود کمال کے لوازم بشریت سے نہین نکلتا۔ جیسا یہان پر بوجہ تکذیب مخالفین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغموم ہونا معلوم ہوتا ہو ہان اتنا فرق ہو کہ ہم لوگون کا غم ایسے مواقع پر بوجہ تنگ دلی وضعف تحمل کے ہوتا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غم بوجہ غائت شفقت اور رحم کے تھا آپ اسپر مغموم تھے کہ اگر یہ لوگ ایمان نہ لائین گے تو جہنم مین جائین گے اسوجہ سے انپر رحم آتا تھا اور غم پیدا ہوتا تھا چنانچہ ارشاد ہو لعلك باخع نفسك الخ ۵

کار پاکان را قیاس از خود مگیر		گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر	

مگر یہ تو ثابت ہو کہ کامل باوجود کمال عرفان کے لوازم طبعی سے نہین نکلتا اور یہی ہونا بھی چاہئے کیونکہ اگر کسیکو اذیت ومصیبت مین تکلیف جو لازمۂ طبعی ہو محسوس نہو تو صبر کیسے متحقق ہوگا کیونکہ صبر تو نام ہی ناگوار چیز پر ضبط نفس کرنیکا اور جب کسیکو کوئی چیز ناگوار ہی نہ معلوم ہو تو ضبط کیا کریگا البتہ غلبۂ حال مین محسوس نہ ہونا اور بات ہو لیکن غلبۂ حال خود کوئی کمال کی چیز نہین۔ ایک بزرگ کی حکایت ہو کہ بیٹے کے مرنے کی خبر سُنی تو قہقہہ لگا کر ہنسے اور ادھر آنحضرت کا اپنے بیٹے ابراہیم پر آنسو بہانا ثابت ہے اور یہ فرمانا کہ انا بفراقك یا ابراهیم لمحزونون اب اگر کسی ظاہر بین شخص کے سامنے یہ دونون قصّے بیان کردئے جائین اور یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ قصّہ کسکا ہی اور وہ کسکا۔ تو ظاہر بات ہو کہ یہ شخص پہلے بزرگ کو جنھون نے قہقہہ لگایا زیادہ کامل سمجھے گا۔ حالانکہ یہ مسئلہ مسلم و بدیہی ہو کہ ولی کسی حال مین نبی سے نہین بڑھ سکتا اور یہ بھی مسلم ہے کہ اولیاء کے کمالات انبیاء کے کمالات سے مستفاد ہین سو در اصل ان دونون قصون کی حقیقت یہ ہو کہ اس ولی کی نظر صرف حقوق حق پر تھی۔ حقوق عباد و اولاد کی اہمیت اسکے قلب سے مستور تھی اسواسطے حقوق عباد کا اثر ظاہر نہین ہوا جو ترحم کی وجہ سے غم پیدا ہوتا۔ اور آنحضرت کی نظر دونون حقوق پر تھی۔ حقوق حق پر بھی اور حقوق عباد پر بھی۔ اللہ تعالی کے حقوق کی رعایت سے تو صبر کیا اور جزع فزع نہین کیا۔ اور حقوق عباد یعنی ترحم علی الاولاد کیوجہ سے آنسو جاری ہوئے سخت دلی نہین کی۔ انما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء۔ اسکی ایک مثال ہے مثلاً آئینہ کے دیکھنے والے

تین قسم کے ہوتے ہین ایک تو وہ جو ضرورت سے خریداری وغیرہ کے صرف آئینے کو دیکھتے ہین اسکی موٹائی چوڑائی شفافیت پر اُنکی نظر ہوتی ہی - یہ مثال ہی محجوبین غافلین اہل صورت کی اور ایک وہ کہ صرف اُس چیز کو دیکھتے ہین جو کہ آئینے مین منعکس ہوتی ہی اور آئینے کو نہین دیکھتے - یہ مثال ہی غیر کاملین مغلوب الحال لوگون کی - یہ غلبۂ حال سے مظہر کو نہین دیکھتے صرف ظاہر کو دیکھتے ہین - اور ایک وہ جو آئینہ اور صورت منعکسہ دونون کو دیکھتے ہین اور دونون کے حقوق کی رعایت کرتے ہین اسکو جمع الجمع کہتے ہین - یہ شان ہی انبیاء علیہم السلام اور عارفین کاملین کی کہ حقوق حق کی رعایت کے ساتھ حقوق عباد کی رعایت بھی اُن کے نصب العین رہتی ہی - یہ لوگ جامع ہین ۵

بر کفی جام شریعت در کفی سندان عشق	ہر ہوسناکے نداند جام سندان باختن

ایسی باریکیون کے سمجھنے کے واسطے بڑی فہم کی ضرورت ہی ورنہ ظاہر مین تو ناگوار نہ گذرنا زیادہ کامل معلوم ہوتا ہی بہ نسبت ناگوار گذرنے کے - اسیطرح دوسری کیفیات وجدانیہ کے تفاضل مین اسی قسم کی غلطی واقع ہوتی ہی کہ بعض باتین کمال سمجھی جاتی ہین حالانکہ انمین کوئی نقص خفی ہوتا ہی جیسے مبالغہ فی التواضع کہ بعض دفعہ مفضی ہو جاتا ہی ناشکری کیطرف کیونکہ اسمین ایہام ہوتا ہی انکار نعمت کا ایسا ہی بعض آدمی کہہ دیتے ہین کہ ہمنے ذکر شغل کیا مگر کچھ نہین ہوا اور سمجھتے ہین کہ یہ کہنا انکسار ہے حالانکہ علاوہ ناشکری نعمت ذکر کے اسمین ایک نقصان یہ بھی ہی کہ معلوم ہوتا ہی کہ انھون نے اپنے ذکر و شغل کو اس قابل سمجھا کہ اسکو قبول کیا جاوے اور اُسکے صلہ مین انکو ثمرات دیا جاے اور یہ کبر ہی - یہ نفس کے بڑے مکر ہین ان لوگون کو یہ خبر نہین کہ ذکر خود ایک مستقل نعمت ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ سے اگر کوئی خادم اس قسم کی شکایت کرتا تو آپ فرماتے کہ خود ذکر کی توفیق ہونا کیا تھوڑی نعمت ہی جو دوسرے ثمرات کی تمنا کرتے ہو - اور اکثر ایسے موقع پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے

یابم اورا یا نیابم جستجوئے میکنم	حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

ع - بلا بودے اگر این ہم نبودے - الخ - کسی خادم نے حضرت سے بیان کیا تھا کہ مین نے اب کی چلہ کھینچا اور روزانہ سوا لاکھ اسم ذات پڑھا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا شاید حضرت مجھسے ناخوش ہین کہ ثمرہ نہین ملا - فرمایا کہ اگر مین ناراض ہوتا تو تمھین سوا لاکھ پڑھنے کی توفیق ہی کیون ہوتی - اور یہ ثمرات کے طالب ایک اور بہت بڑی غلطی مین ہین کیونکہ وہ سمجھ بیٹھے ہین کہ یہ ثمرات

اصل مقصود ہین اور اعمال مقصود بالعرض اور یہ سخت غلطی ہین۔ اعمال خود مقصود بالذات[۵] ہین اور اصل ثمرہ انکا حصول رضا و دخول جنت و دیدار خداوندی ہو۔ افسوس ہے کہ طالب ثمرات عشق ہین مجنون سے بھی کم ہین وہ تو لیلیٰ کے نام کی مشق کو بڑا مقصود سمجھ رہا ہو مگر یہ لوگ دوسری چیزونکی تلاش مین ہین کیا مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے بھی کم ہو ۵

دید مجنون را یکے صحرا نورد — در بیابان غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود انگشتان قلم — مینمودے بہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنون شیدا چیست این — می نویسی نامہ بہر کیست این
گفت مشق نام لیلیٰ میکنم — خاطر خود را تسلی میدہم
ہیچم بس کہ داند ماہ رویم — کہ من نیز از خریداران اویم

کبھی ثمرات کا قصد مت کرو یہ تو ایک قسم کی مزدوری ہوئی جو کہ عشق و محبت کے سراسر خلاف ہے ۵

تو بندگی چو گدایان بشرط مزد مکن — کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

ایک عارف کو غیب سے آواز آئی کہ تمہاری عبادت قبول نہین ہوتی انھون نے اسپر بھی عبادت کو نہ چھوڑا بلکہ بدستور اسی طور پر پھر بھی عبادت کرتے رہے کسی نے اُن سے کہا کہ جب تمہاری عبادت قبول نہین ہوتی تو پھر اُسکے کرنے کی کیا ضرورت ہو اُنھون نے کیا اچھا جواب دیا بھائی کہ اگر اور کوئی دروازہ ہوتا تو اُسکو چھوڑ کر اُس طرف چلے جاتے جب دوسرا دروازہ ہی نہین پھر اور کہان جائین اور کیا چارہ کرین ۵

توانی ازان دل بپرداختن — کہ دانی کہ بے او توان ساختن

بس معاً غیب سے آواز آئی کہ جب ہمارے سوا تمہارا اور کوئی نہین تو خیر جیسی کچھ ہے وہی قبول ہو ۵

قبول است گرچہ ہنر نیستت — کہ جز ما پناہے دگر نیستت

عبادتین تو بجز رضاے خدا کے اور ثمرات کا طلب کرنا یہی اخلاص کے بالکل خلاف ہے۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین ۵

[۵] یعنی بہ نسبت ان ثمرات خاص مطلوبہ کے ۱۲ منہ

	از خدا غیر خدا را خواستن		ظن افزونیست کلی کاستن
۵	بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش		که آنچه ساقی ما ریخت عین الطاف است

اور اوپر جو بیان ہوا ہو کہ کامل لوازم بشریہ سے نہین نکلتا اس سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ طبیعت کا میلان انسانی خواہشون کی طرف یہ ایک امر طبعی ہو سو طبیعت کا میلان اگر کسی معصیت کی طرف ہو یہ منافی کمال نہین۔ بعض لوگ یہ غلطی کرتے ہین کہ میلان کو بھی مقبولیت و تقوے کے خلاف سمجھتے ہین اور پھر جی مین کڑھتے ہین اور قلب کی ساری توجہ اسی فکر و غم مین مصروف کر دیتے ہین مثلاً پہلے کبھی کسی کے ساتھ تعشق تھا پھر اللہ تعالے نے توفیق توبہ کی عطا فرمائی اور وہ تعلق نہ رہا اب اگر حصول کمال کے بعد کبھی طبیعت کی رغبت اوسطرف معلوم ہونے لگی تو پریشان ہوتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ میلان بھی تقوے کے خلاف ہو خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ خود معصیت تو خلاف تقویٰ ہے میلان معصیت اُس کے خلاف نہین۔ میلان معصیت بعض اوقات بعد کمال کے بھی زائل نہین ہوتا۔ اسکے زوال کی فکر فضول ہو۔ ہان البتہ کاملین اور دوسرے مین یہ فرق ہو کہ کاملین کا میلان غیر ثابت اور مغلوب ہوتا ہو تھوڑے سے تذکر سے زائل ہو جاتا ہو جناب باری ارشاد فرماتے ہین اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون اور اس سے پہلے واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ اور متوسطین اہل سلوک کا میلان ذرا شدید ہوتا ہو دلکو بہت تنگی پیش آتی ہو اور مجاہدہ سے مغلوب ہوتا ہے اور محجوبین کا میلان ادھر غالب ہو جاتا ہے اور حقیقت مین کہ اگر میلان نہ رہے تو معاصی سے بچنا کوئی کمال ہی نہین اور میلان مین مجاہدہ کرنا پڑتا ہو اور مجاہدہ سے ترقی ہوتی ہو یہی وجہ ہے کہ ملائکہ کو ان مدارج مین ترقی نہین ہو کیونکہ انہین مجاہدہ متصور نہین اور بشر مین مجاہدہ بوجہ میلان اور رغبت معاصی کے متصور ہو اس لئے اُن کے مدارج مین بسبیل لا تقف عند حد ترقی ہوتی رہتی ہو حکیم ترمذی ایک بزرگ گذرے ہین جوانی مین انپر ایک عورت عاشق ہو گئی تھی اور ہر وقت انکی تلاش اور جستجو مین رہتی آخر کار ایکدن موقع پر ایک باغ مین اُنکو دیکھا اور وہ باغ چارونطرف چار دیواری کیوجہ سے بند تھا وہان پہونچکر انسے اپنے مطلب کی درخواست کی۔ یہ گھبرائے

اور گنہ سے بچنے کی غرض سے بھاگ کر دیوار سے کود پڑے - اس قصہ کے بعد ایک روز بڑھاپے
کے زمانیمین وسوسے کے طور پر خیال آیا کہ اگر مین اُس عورت کی دلشکنی نہ کرتا اور اُسکا مطلب پورا
کر دیتا اور پیچھے توبہ کر لیتا تو یہ گناہ بھی معاف ہوجاتا اور اُس کی دلشکنی بھی نہ ہوئی اس وسوسہ کا آنا
تھا کہ بہت پریشان ہوئے اور روئے

بردل سالک ہزاران غم بود		گر خلالے از بہارش کم شود	

اور اسپر قلق ہوا کہ جوانی مین تو مین اس گناہ سے اس کوشش سے بچا اور آج بڑھاپے مین
یہ حال ہی اور یہ سمجھے کہ جو کچھ مین نے اعمال اشغال کئے ہین وہ سب غارت اور اکارت گئے اسپر
حکیم موصوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ فرماتے ہین کہ ای حکیم کیون غم کرتے
ہو تمھارا درجہ وہی ہی اور جو کچھ تمنے کیا وہ ضائع نہین ہوا اور اس وسوسے کی یہ وجہ تھی کہ یہ زمانہ
وسوسے کا میرے زمانہ سے دور ہو گیا تھا اور اس گناہ سے بچنے کی یہ وجہ ہی کہ وہ زمانہ میرے زمانے
سے قریب تھا اور قرب عہد نبوی مین برکت ہی - ایک بزرگ اسی وجہ سے باسی روٹی کو پسند فرمایا
کرتے تھے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب ہی اور تازی مین کسیقدر بعد آگیا ہی
سبحان اللہ - جب قرب عہد نبوت مین یہ برکت ہی تو ارشادات نبوۃ پر عمل کرنے مین کیسی برکت ہوگی
ایک مولویصاحب کہ طبیب بھی تھے مجھسے اپنا قصہ بیان فرماتے تھے کہ مین بیمار ہوا بخار تھا - ہر چند
علاج کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا آخر کار مینے اس حدیث کے مطابق جسمین بخار کا علاج غسل سے آیا ہے
نہر مین غسل کیا اُنکا بیان ہی کہ اسکے بعد مجھے اور بیماریان تو ہوتین مگر بخار کبھی نہین ہوا - ہر چند کہ
بعض شراح اس علاج غسل کو غیر مادی بخار کے ساتھ مخصوص فرماتے ہین مگر اہل عقیدت کے لئے
سب اقسام کو عام ہی - علاوہ ازین یہ مسئلہ طبیہ ہی کہ دوا مین ہی فاعل نہین - سو اہل عقیدت
کی طبیعت مین اس عمل سے قوت ہوگی اور وہ اپنی قوت سے فعل کریگی - حکیم ترمذی کے اس قصہ
سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ باوجود میلان کے اُنکہ میلان معصیت کا ہوا اور اُنکے کمال کی تصدیق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رویائے صادقہ مین فرمائی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض لوگ
جو شیوخ سے یہ درخواست کرتے ہین کہ کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے کہ کبھی ہم مین بُرے کام کی رغبت ہی نہ
پیدا ہو یہ بالکل غلطی ہے اور منشاء اسکا ناواقفی ہی - انسان جبتک زندہ ہی لوازم بشریہ سے چھوٹ

نہین سکتا۔کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ وسوسہ یا خیال آہی جاتا ہو۔چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہو کہ اگر کسی عورت کے دیکھنے وغیرہ سے اسکی طرف میلان یا وسوسہ معلوم ہو تو اپنے گھر مین بیوی سے رفع حاجت کرے کیونکہ ان الذی معہا مثل الذی معہا اس علاج سے وہ طبیعت کا میلان دور ہو جائیگا اطبا نے بھی تعشق کا علاج تزوج لکھا ہو۔اگر خاص معشوقہ سے ہو تو بہت ہی بہتر ہو ورنہ غیر جگہ بھی نکاح کرنے سے دوسرے کے تعشق مین کمی آجاتی ہو۔باقی تھوڑا بہت میلان تو تمام عمر رہتا ہو۔اگر اسکے مقتضی پر عمل نہ ہو تو اسکی فکر نہ کرنا چاہیے۔کیونکہ اسکی طرف توجہ کرنے سے اور اس فکر مین پڑنے سے وہ اور بڑھیگا اور تنگی پیش آئے گی۔اور سالک اس جھگڑے مین پھنس کر مطالعہ محبوب سے غافل ہو جائے گا۔اور انسان صرف مطالعہ محبوب ہی کے لئے پیدا ہوا ہو اُسکو دوسری جانب اتنی توجہ ہی نہ کرنا چاہیے اگر ان باتون کی طرف طبیعت کو نہ لگایا جائے گا یہ آپ سے آپ دور ہو جائیگی بالخصوص وسوسہ کا تو علاج یہی ہو کہ اسکی طرف خیال ہی نہ کرے اور اپنی توجہ ذکر کی طرف رکھے اِس سے وہ وسوسہ خود بخود جاتا رہتا ہو اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ وسوسہ کا آنا کوئی نقصان کی بات نہین ہو۔اسکی وجہ سے جو تنگی پیدا ہوتی ہو وہ موجب تصفیۂ قلب ہو جاتی ہو اور اُسکے دور کرنے مین جو مجاہدہ ہوتا ہو اس سے رفع درجات ہوتا ہو اور جو بیان کیا گیا کہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتو نپر اپنے اوپر بدگمانی کرے اور ان باتون کی طرف زیادہ التفات نہ کرے اور زیادہ موشگافی اور باریک بینی سے کر اپنے کو عیوب کو نہ دیکھے۔یہ خواص اہل طریق کے واسطے ہو کیونکہ وہ اسطرف لگ کر مطالعہ محبوب سے غافل ہو جائینگے۔باقی عوام کو بیفکر ہونا نہ چاہیے کیونکہ اگر وہ اپنے عیوب کی نگہداشت اس مستعدی سے نہ کرینگے تو اور بڑے بڑے گناہون مین گرفتار ہو جائینگے۔اب نداء یا ایہا المزمل کے بعد احکام کا بیان شروع ہوتا ہے حاصل احکام کا یہ ہو کہ تعلق دو طرح کے ہین ایک خالق کے ساتھ دوسرا مخلوق کے ساتھ جو تعلق ہو وہ دو قسم کا ہو موافق کیساتھ اور مخالف کیساتھ۔ان ہی تعلقات کے کچھ اعمال و آداب مین سے چند امر بیان ہوتے ہین۔اول تعلق خالق کے ساتھ ہے۔اسکے متعلق ارشاد ہوتا ہے قم الیل الا قلیلا۔اسمین ایک تو قیام وطاعت ادب تعلیم کیا ہو اور اُس کے ساتھ اقتصاد (میانہ روی) کا اشارہ فرمایا ہو۔ادب یہ کہ قیام لیل کے لئے وہ وقت مقرر فرمایا گیا جو کہ نہ بھوک کی تکلیف کا وقت ہو اور نہ معدہ کی پُری کا وقت ہو کہ طبیعت مین گرانی اور بوجھ ہو اور قیام مین کدورت ہو

بلکہ ایسا وقت دونون تکلیفون سے خالی ہو اور طبیعت مین نشاط اور سرور ہوتا ہو اور اسمین تشبہ بالملائکہ بھی ہوتا ہو کیونکہ انکی یہی شان ہو کہ نہ بھوک لگے نہ کھانے سے گرانبار ہون۔ اور نیز رات کے وقت یکسوئی بھی ہوتی ہو اور اقتصادیہ کے ساری رات کے قیام کا حکم نہین دیا۔ کیونکہ اسمین سخت تعب تھا بلکہ کچھ حصہ سونے کے لئے بھی رکھا گیا اور چونکہ ہر وقت اور ہر حالت اور ہر شخص کے لئے ایک مقدار معین نہین ہو سکتی اس لئے او تخیریہ سے نصف اور ثلث اور دو ثلث مین جو مفہوم ہے انقص منہ قلیلاً او زد علیہ کا جیسا دوسرے رکوع سے معلوم ہوتا ہو۔ اختیار دیکر مخاطب کی رائے پر چھوڑ دیا گیا کہ اگر زیادہ قیام نہ ہو سکے تو تھوڑا ہی سہی۔ حدیث مین ہے وشیئ من الوجہ اس اقتصاد مین ایک یہ بھی حکمت اور مصلحت ہے کہ توسط مین دوام ہو سکتا ہو اور افراط مین دوام نہین رہ سکتا۔ اور پہلے یہ قیام لیل کہ مراد تہجد ہے فرض تھا۔ بعد اسکے فرضیت منسوخ ہوکر مسنونیت باقی رہگئی اور اقرب الی اللیل تہجد کا سنت موکدہ ہوتا ہے۔ تہجد سے محروم رہنے والون کو اکثر غلطیان ہو رہی ہین بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ تہجد صرف اخیر ہی شب مین ہوتا ہو اور اسوقت اٹھنا دشوار ہے اس لئے اُنھون نے چھوڑ رکھا ہے۔ یاد رکھو۔ کہ اگر اخیر شب مین نہ اٹھ سکے تو اول شب مین بھی وتر سے پہلے تہجد پڑھنا جائز ہی بعضے یہ سمجھ رہے ہین کہ تہجد کے بعد سونا نہ چاہئے اور سونے سے تہجد جاتا رہتا ہے یہ لوگ اسلئے نہین اُٹھتے۔ یہ بھی غلطی ہو۔ تہجد کے بعد سونا بھی جائز ہی۔ بعض اہل سلوک کے لئے یہ عمل تہجد کا بھی ضروری ہو۔ اور اگر کبھی قضا ہو جاے تو زیادہ غم مین نہ پڑے تہجد کی قضا دن مین کر لے۔ اس آیت سے یہی مراد ہو وھو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر الخ بعض لوگون کا اگر تہجد قضا ہو جائے تو حد سے زیادہ پریشان ہوتے ہین اور کڑہتے ہین اور افسوس کرتے ہین کہ ہمارا تہجد کبھی قضا نہ ہوا تھا۔ یہ کیا ہو گیا۔ بالکل اتنی پریشانی کا انجام بعض اوقات یہ ہوتا ہو کہ بجاے مطالعۂ محبوب کے اپنے مطالعہ مین مشغول ہو جاتے ہین۔ حالانکہ اس غم مین لگ کر اصل ذکر سے جو کہ مقصود ہی رہ جاتے ہین۔ اور انسان مطالعۂ محبوب کے لئے پیدا ہوا ہی اُسکو غیر مین مشغول نہ ہونا چاہئے۔ ع ماضی و مستقبلت پردہ خدا است۔ غرض نفس کو پریشانی مین زیادہ مبتلا نہ کیا جاے اور تجربہ ہے کہ بعض اوقات آسانی رخصت سے نفس خوشی سے کام دیتا ہی اور تنگی اور بوجھ ڈالنے سے پہلا کام بھی چھوٹ جاتا ہو اسلئے بہت تنگی نہ کرو۔ کہ نرو دز خوشدل ... [illegible]

بعض محققین کا قول کہ ذاکر شاغل کو مرغن کھانا کھانا چاہئے ورنہ ضعف ہو جائیگا اور کسیوقت بیکار ہو جائے گا۔ خوب کھاؤ۔ پیو اور اس سے کام لو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ کھانے پینے مین ایسی زیادتی نہ ہو کہ کسل ہو جائے یا بیماری ہو جائے بیمار ہو کر اور خرابی مین پڑ جائے۔ اسی لئے کلوا واشربوا کے ساتھ ولا تسرفوا بھی فرمایا ہو حضرات اہل بیت مین سے کسی بزرگ کا قصہ ہو کہ اُنسے کسی نصرانی حکیم نے پوچھا تھا کہ قرآن کو کتاب جامع۔ کہتے ہین اسمین طب کہ ضروری چیز ہو نہین ہو۔ فرمایا اصل طب موجود ہو کلوا واشربوا ولا تسرفوا وہ دنگ رہ گیا۔ بطور جملۂ معترضہ کے یاد آگیا کہ **غالب** جو ایک آزاد شاعر ہے اُس نے اپنے مذاق پر یہ شعر کہا تھا ؎

ہم توبہ جب کرین گے شراب وکباب سے ۔۔۔ قرآن مین جو آیا کلوا واشربوا نہ ہو

کسی نے اُسکا خوب جواب دیا ؎

تسلیم قول آپ کا ہم جب کرین جناب ۔۔۔ جب آگے واشربوا کے ولا تسرفوا نہو

ایسا ہی روحانی تنگی قبض حزن وغیرہ سے بھی پریشان نہ ہونا چاہئے کیونکہ اسمین بھی تزکیۂ نفس ہوا کرتا ہو۔ خاصکر وسوسہ کی طرف تو التفات بھی نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ درپے ہونے سے اُسمین اور بھی ترقی ہوتی ہو۔ محقق اسکی طرف التفات بھی نہین کرتا۔ اور وسوسہ کے پیچھے پڑنے مین اسکے سوا اور بھی بہت خرابیان ہین اسی ایک وسوسہ سے اور شاخین انکی مشتعل ہوتی ہین اور رہا غم سو وہ لگا ہے۔ اور غم کی وجہ سے اصل ذکر و شغل کا فوت ہونا یہ لگا ہے۔ ایسا ہی استغفار اور توبہ کے وقت معاصی کے تذکرہ استحضار مین ایک قسم کا توسط ہونا چاہئے۔ یہ ضروری نہین کہ سب گناہون کی پوری فہرست پڑھنے بیٹھ جائے۔ صرف اجمالی طور پر سب گناہون سے توبہ کرے ہر گناہ کا نام ضروری نہین۔ حدیث مین ہے وما انت اعلم به مني۔ اس سے بھی یہی بات نکلتی ہے اسمین سب گناہ آگئے اگرچہ یاد نہ آئین کیونکہ اس طرح مین وقت ضائع کرنا مطالعۂ محبوب سے غافل ہونا ہے۔ البتہ جو خود یاد آجائے اُس سے بالخصوص بھی توبہ کرلے۔ ایک شخص کا ذکر ہو کہ رمی جمار کے وقت وہان جوتیان مار رہا تھا اور ایک ایک گناہ گن کر شیطان کو گالیان دیتا تھا اور مارتا تھا سو یہ لغو ہے۔ ہر ایک گناہ کا نام لینا اور تلاش اس طرح مین عمر عزیز کو جو اصل مطالعۂ محبوب کے لئے تھی اس گنج بیجا مین کھونا چاہئے ؎

عمرِ عزیز قابلِ سوز و گداز نیست | این رشتہ را بسوز کہ چندین دراز نیست

اہلِ سلوک کو بالخصوص اسکا خیال بہت ضروری ہی کہ مطالعۂ محبوب سے غفلت نہ ہو۔ واقع میں عارف ہی کی نظر ان امور تک پہونچتی ہو۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی خادم نے اس بات کا افسوس ظاہر کیا کہ انکی بیماری کیوجہ سے مدت تک حرم میں حاضر ہونا نصیب نہ ہوا۔ آپ نے خوا[illegible] سے فرمایا کہ اگر یہ شخص عارف ہوتا تو اسپر کبھی افسوس نہ کرتا کیونکہ مقصود قربِ حق ہی اور اس کے لئے جسطرح نمازِ حرم ایک طریق ہو اُسیطرح اُس کے لئے مرض بھی ایک طریق ہو۔ تو بندہ کا کیا منصب ہی کہ اپنے لئے خود ایک طریق معین کرے۔ یہ مریض کے اختیار میں ہو۔ طبیب کی تجویز مریض کی تجویز سے ہزار درجہ زیادہ بہتر ہے ع

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش | کہ ہرچہ ساقیِ ما ریخت عینِ الطاف است

یہ سب بیان تھا قیامِ لیل اور اُس کے آداب کا اقتصاد کے ساتھ۔ اب دوسرا اصول اہلِ سلوک کا مذکور ہوتا ہی ورتل القرآن ترتیلا۔ ترتیل کے معنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ صحابہ کے زمانہ میں ایک یہ بھی طریق حصولِ نسبت کا تھا کہ قرآن اور نماز پر مداومت اور محافظت کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خواب میں دریافت کرنا کہ آجکل کے صوفیہ کے طریقوں میں سے کونسا طریقہ آپکے موافق ہے اور اُسکے جواب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ ہمارے زمانے میں تقرب کا ذریعہ ذکر کے ساتھ قرآن اور نماز بھی تھا اور اب صرف ذکر پر اکتفا کر لیا ہی مشہور ہے۔ اور اس تغیر کی ایک وجہ ہے۔ وہ یہ کہ صحابہؓ کے قلوب بہ برکت صحبتِ نبوی اس قابل تھے کہ اُنکو اور قیود کی جو بعد میں حادث ہوئیں ضرورت نہ تھی۔ اُن کے قلوب میں صحبتِ نبوی کے فیض سے خلوص پیدا ہو چکا تھا۔ وہ حضرات تلاوتِ قرآن اور کثرتِ نوافل سے بھی نسبت حاصل کر سکتے تھے اُنکو اذکار کے قیود و زوائد کی حاجت نہ تھی۔ برخلاف بعد کے لوگوں کے کہ اُنمیں وہ خلوص بدون اہتمام کے پیدا نہیں ہو سکتا اس لئے صوفیۂ کرام نے کہ اپنے فن کے مجتہد گزرے ہیں۔ اذکار و اشغال خاصہ اور اُن کی قیود ایجاد کیں اسوجہ سے کہ تجربہ سے معلوم ہوا ہو کہ خلوت میں جب ایک ہی اسم کا تکرار ورد کیا جاتا ہو اور اس کے ساتھ ضرب و جہر وغیرہ قیودِ مناسبہ کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے اور اُس کی تاثیر نفس و قلب میں بوقوع و اثبت ہوتی اور رقت و سوز پیدا ہو کر موجبِ محبت ہو جاتا ہی اور محبت سے عادۃً جی میں اخلاص پیدا

ہو بلکہ اور اللہ تعالیٰ عبادت خالص کا حکم فرماتے ہین وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین
لہ الدین وامرت ان اعبد الخ وغیرہ من الآیات - پس معلوم ہوا کہ حضرات صوفیہ نے یہ قیود
ذکر کے بطور معالجہ تجویز فرمائے ہین اور اصل مقصد وہی اخلاص ہے - پس اگر کسی شخص کو ان قیود سے مناسبت
نہ ہو یا بغیر ان قیود کے کیفما اتفق مسنونہ نوافل وتلاوت قرآن مین پورا اخلاص پیدا ہو سکتا ہو تو صوفیہ
کرام ایسے شخص کے لئے ان قیود کی ضرورت نہین سمجھتے - پس اب معلوم ہو گیا کہ یہ تمام قیود اصلاح
وتقویت کے واسطے علاجاً تجویز کئے گئے ہین کوئی شرعی امر قربت مقصودہ نہین سمجھا جاتا جو بدعت کہا جاوے
الحاصل یہ دو سرا دستور العمل تھا اہل سلوک کے واسطے یعنی تلاوت قرآن - اس کے بعد ارشاد فرماتے
ہین انا سنلقی علیک قولا ثقیلا اسکو ماقبل سے اسطور پر ربط ہو کہ مراد قولا ثقیلا سے وحی ہے جو کہ
ثقیل تھی اور نماز اور تلاوت کلام مجید کی مزاولت سے قوت احتمال اثقال وحی کی پیدا ہو گی اس لئے پہلے
نماز اور تلاوت کا حکم فرمایا - پھر انا سنلقی الخ مین وحی کا وعدہ کیا - اب اسکی تحقیق کہ نزول وحی کے وقت
ثقل معلوم ہونیکا کیا سبب تھا - سو یہ امر عقول متوسطہ سے خارج ہے - باقی روایات سے ثقل ہونا ثابت
ہو - چنانچہ نزول وحی کے وقت اونٹنی کا بیٹھ جانا اور ایک صحابی کا یہ قول کہ نزول وحی کے وقت
(جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ران انکی ران پر تھی) یہ معلوم ہوتا تھا کہ میری ران بیٹھی جاتی ہے - اور
آنحضرت کو سخت شدت سرما مین بھی نزول وحی کے وقت پسینہ آجاتا - اس ثقل کے آثار روایات مین
وارد ہین اور ان آیات مین کہ الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک
شرح صدر اور وضع وزر جو موجب نقض ظہر تھا میرے نزدیک اسی طرف اشارہ ہو اور آیت - لو انزلنا
ھذا القرآن علی جبل الخ اس معنی مین بھی بہت ہی صاف ہے اور نماز اور تلاوت
او ذکر کی مزاولت اور کثرت سے قوت کا پیدا ہونا اور ثقل وحی کے احتمال کی طاقت پیدا ہو جانا اس طور
پر ہو کہ چونکہ ذکر وغیرہ سے واردات اور فیوض غیبیہ علمی وعملی قلب پر فائض ہوتے ہین انکے ورود سے قلب
مین بتدریج قوت پیدا ہوتی رہتی ہے جسکی وجہ سے شدت وثقل کا مقابلہ اس کے لئے آسان ہو جاتا
ہو - چنانچہ اہل تلوین کا اضطراب اور اہل تمکین کا استقلال اسی وجہ سے ہو کہ پہلے قلب مین قوت
تحمل کی نہ تھی - پھر ذکر کی کثرت سے احتمال اثقال کی طاقت آگئی اور اس شعر مین ان ہی واردات مین سے
بعض کا ذکر ہے

بینی اندر خود علوم انبیا — بے کتاب و بے معید و استاد

اور یہ حالات وارده مختلف قسم کے ہوتے ہین - کبھی ذوق - شوق و سرور و انبساط ہوتا ہو - کبھی حزن و انقباض ہوتا ہو - بسط کے الگ فائدے ہین اور قبض کے علیحدہ مصالح - اور سب محمود ہین - کیونکہ قبض مین بھی تزکیۂ نفس و اصلاح عجب ہوتی ہو ؎

چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین — تازہ باش و چین میفگن بر جبین
چونکہ قبض آید ا ے راہرو — آن صلاح تست آتش دل مشو

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ ان ناشئة اللیل ھی اشد وطأ و اقوم قیلا - اس آیت مین یہ ارشاد ہو کہ رات کو اُٹھنا کیونکہ اُسوقت شور و شغب سے سکون ہوتا ہو اور افعال معاش کا بھی وقت نہین ہوتا اس لئے قلب مین یکسوئی ہوتی ہو اور اس لئے اُسوقت جو کچھ زبان سے پڑھا جاتا ہو دلکو اس سے بہت تاثیر ہوتی ہو اور جو کچھ کیا جاتا ہے اسکا اثر قوی ہوتا ہو تو گویا اس آیت مین ان ناشئة اللیل الخ مضمون آیت ماقبل قم اللیل اور ورتل القرآن الخ کی تعلیل ہو کہ اسوقت بوجہ ان اسباب کے حضور قلب زیادہ ہوتا ہو - لہذا قیام لیل و ترتیل کا فائدہ اسوقت پورے طور سے حاصل ہوگا - اور حضور قلب کے متعلق ایک طریقہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے وہ یہ کہ مبتدی ہر ہر لفظ پر بتکلف مستقل ارادہ کرے - اسی طرح الفاظ پر توجہ رہنے سے حضور حاصل ہو جاتا ہو اور بعد چندے ملکہ ہو جاتا ہو زیادہ تکلف کی ضرورت نہین ہوتی اور منتہی کو ملاحظۂ ذات سے حضور میسر ہو سکتا ہو - ابتدا مین یہ مشکل ہو کیونکہ مبتدی کو غائب کا تصور جمتا نہین اور منتہی ذات کا ملاحظہ رکھہ سکتا ہو - اسکے بعد فرماتے ہین ان لك فی النھار سبحاً طویلا پہلے بطور حکمت کے بیان ہوا ہو کہ تہجد اور قرآن مجید پڑھا جائے کیونکہ اُسوقت اُسکا اثر زیادہ ہوگا - اب اُسکے علاوہ ایک اور وجہ بیان فرماتے ہین کہ آپ کو دن مین اور کام بھی رہتے ہین اُنکی وجہ سے خاص قسم کی توجہ الی اللہ تام نہین ہو سکتی - اس لئے یہ وقت شب کا کہ مصروفیت سے خالی ہے تجویز کیا گیا اور وہ کاروبار یہ ہین - مثلاً تبلیغ دین - تربیت خلائق - حوائج ضروریہ لازمیۂ بشریت ہرچند کہ تبلیغ دین اور تربیت خلائق خود بھی دین ہے لیکن چونکہ اُنمین ایک قسم کا تعلق مخلوق سے بھی ہوتا ہو لہذا اسمین خاص قسم کی توجہ الی اللہ پورے طور پر نہین ہو سکتی جیسی خاص خلوت مین ہو سکتی ہے بیان سے بھی اُس اوپر والی بات کی تائید ہوتی ہو کہ انسان باوجود کمال کے بھی لوازم بشریہ سے

بالکل نہین چھوٹ سکتا۔ دیکھیے آیت صاف دلالت کر رہی ہو کہ نہار کا سبح طویل یکسوئی سے ایک درجہ مین آپکو بھی مانع ہو جاتا تھا اور چونکہ آپکے تمام احوال کامل ہین اس سے معلوم ہوا کہ خلق کی طرف مشغول ہونا منافی کمال نہین پس صاحب کمال پر بھی ہر وقت یکسان حالت نہین رہتی۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت حنظلہؓ کا قصہ حدیث مین ہو کہ حضرت حنظلہؓ نے اپنے کو اس بنا پر منافق کہا کہ آنحضرتؐ کے سامنے کچھ اور حالت ہوتی ہے اور پیچھے کچھ اور۔ اسپر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ یہ حالت تو ہماری بھی ہو۔ آخر یہ قصہ حضورؐ مین پہونچا۔ اسپر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ولکن یا حنظلة ساعة وساعة۔ ایک گھڑی کیسی ایک گھڑی کیسی۔ اور درحقیقت اگر ہر وقت وہی حالت تجلی کی رہے خود جسمانی ترکیب بھی ٹھیک نہ رہے۔ اول تعطل ہوگا۔ کیونکہ حالت غلبہ مین انتظام تغذیہ وغیرہ کا ممکن نہین۔ پھر اس فنا کی نوبت آجائے گی ولنعم ما قیل۔ ؎

چو سلطان عزت علم برکشد　　جہان سر بجیب عدم درکشد

دوسری مصلحت یہ بھی ہے کہ ذوق ولذت جب ہی آتی ہو کہ اس حالت مین دوام نہ ہو ورنہ دوام سے عبادت ہو جائیگی اور لذت جو بسبب جدت کے معلوم ہوتی ہو نہ رہیگی کل جدید لذیذ۔ اسکے علاوہ ایک اور حکمت بھی ہو وہ یہ کہ غلبۂ استغراق مین قصد نہ رہے گا اور بلا قصد کے اعمال کا اجر نہین۔ اور بلا اعمال قرب نہین ملتا اور اعمال ہی دنیا مین مقصود ہین۔ دنیا مین انھین اعمال کے واسطے بھیجا گیا ہو۔ ورنہ دنیا مین آنے سے پہلے روح کو خود ایسی حالتین حاصل تھین اور حضور دائم میسر تھا۔ مگر اعمال نہ تھے۔ ان کے واسطے دنیا مین بھیجا گیا۔ لہذا اعمال اور انکا اجر اہم بالشان ٹھہرا۔ اس لیے محققین صوفیہ نے فرمایا ہو کہ استغراق مین ترقی نہین ہوتی۔ ان سب باتون سے معلوم ہو گیا کہ تجلی مین جیسی حکمتین ہین ویسی ہی استتار مین بھی ہین اور یہان ایک فائدہ قابل غور معلوم ہوا۔ وہ یہ ہو کہ باوجودیکہ تبلیغ دین وتعلیم احکام متعدی نفع ہو اور وہ نفع لازمی سے بڑھکر ہو اس لیے منتہی کو اسکا زیادہ اہتمام ہوتا ہو۔ مگر باین ہمہ یہ ارشاد ہو کہ چونکہ آپکو دن مین بہت کام رہتے ہین رات کو تہجد اور ترتیل سے قرآن پڑھا کیجیے۔ اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہین کہ فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کامل کو اپنے لیے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیے۔ اور بعد تکمیل بھی ذکر سے غفلت نہ چاہیے۔ ورنہ خود اسکا وہ حال رہیگا نہ دوسرونکو اس سے کامل نفع

پہونچیگا۔کیونکہ بدون خود کئے ہوئے تعلیم مین برکت نہین ہوتی۔یہی معنی ہین قول مشہور مین لا و رد له لا وارد له کے۔البتہ یہ غلطی ہو کہ منتہی قطع تعلق کرکے دوام خلوت اختیار کرلے ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
به تسبیح و سجادہ و دلق نیست

لیکن خود اپنے کو قابل ارشاد نہ سمجھنے لگے۔البتہ جب شیخ اجازت دیدے تو امتثالاً اس کام کو بھی شروع کردے۔اور پہلے سے اسکی نیت کرنا اور ذکر و شغل اس نیت سے کرنا بھی سخت مضر ہی۔اور اس نیت کے ساتھ کامیابی مشکل ہی۔وجہ یہ کہ یہ نیت بڑا بننے کا شعبہ ہے۔اب کامل کی توجہ الی الخلق مین ایک شبہ رہا۔وہ یہ کہ اشتغال بالخلق اُسکو یاد حق سے مانع ہوگا۔سو اس شبہ کی منتہی کامل کے حق مین گنجائش نہین۔کیونکہ منتہی کی بسبب وسعت صدر کے یہ حالت ہوتی ہو کہ اُسکو شغل خلق یاد حق سے مانع نہین ہوتا۔اور نیز خلق کے ساتھ اُسکا مشغول ہونا بھی بامر حق ہوتا ہے اور اُسکو مقصود اس سے امتثال امر اور رضاے حق جل وعلا ہی ہوتی ہو۔اور خلق کی طرف اسکی توجہ خدا ہی کے لئے ہوتی ہو۔اس لیے اُسکو اشتغال بالخلق مانع عن الحق نہین ہوسکتا بلکہ یہ اشتغال خود حقوق خلق سے ہو۔اور اس آیت مین سبحا طویلا۔بطور جملہ معترضہ کے مخلوق کے اس حق کی طرف اشارہ ہو اور مخلوق کا وہ حق یہ ہی۔نصح عام۔تربیت ارشاد۔لیکن اس حق خلق مین حق خالق کو نہ بھولنا چاہئیے چنانچہ یہان بھی مخلوق کے حقوق کے بیان سے پہلے قم الیل الخ مین حقوق اللہ بیان کئے گئے تھے۔اور مخلوق کے حقوق کے بعد بھی واذکر اسم ربك فرمایا گیا ہو۔تو گویا یہ اشارہ ہے اسطرف کہ اس شغل مین ہمین نہ بھول جانا۔اول آخر دونون جگہ یاد دلایا گیا ہے۔اور واذکر اسم ربك مین اکثر مفسرین لفظ اسم کو زائد کہتے ہین اور بعض زائد نہین قرار دیتے اور اس اختلاف سے یہان ایک عجیب مسئلہ مستفاد ہوگیا اور اختلاف امتی رحمة کا ظہور ہوگیا اور وہ مسئلہ یہ ہو کہ زیادۃ اسم کا قول تو موافق حالت منتہی کے ہو اور عدم زیادہ کا قول موافق حالت مبتدی کے ہو کیونکہ مبتدی کو خود مسمی اور مذکور کا تصور کم جمتا ہو اُس کے لئے یہ کافی ہو کہ اسم ہی کا تصور ہوجائے۔برخلاف منتہی کے۔اُسکو ملاحظہ ذات بلا واسطہ سہل ہو اور حدیث ان تعبد الله کانك تراه مین مشہور توجیہ پر منتہی کا طریق اور اُس کی حالت کا بیان ہو اور عام کے لئے حضور کا ایک سہل اور مفید طریق خدا کے فضل سے سمجھ مین آیا ہو وہ یہ کہ آدمی یہ خیال کرے کہ گویا اللہ تعالے

نے قرآن کی مثلاً فرمائش کی ہو اور مین اس فرمائش پر اُسکو سُنا رہا ہون اس سے بہت آسانی سے حضور میسر ہو جاتا ہو اُس کے بعد ارشاد ہو وتبتل علیہ تبتیلا اسمین دو احتمال ہین ایک یہ تبتل کو صرف واذکر اسم کے متعلق کیا جائے تو اس صورت مین تبتل سے اشارہ ہوگا مراقبہ کی طرف یعنی ذکر کے ساتھ مراقبہ ہو اور ایک یہ کہ تبتل کو مستقل حکم کہا جائے مطلب یہ ہوگا۔ کہ علاوہ احکام مذکورہ کے یہ بھی حکم ہو کہ سب سے قطع تعلق کرو باین معنی کہ سب کا تعلق اللہ تعالےٰ کے تعلق علمی اور حبی سے مغلوب ہو جائے اور اثر اس مغلوبیت کا تعارض مقاصد کے وقت معلوم ہوتا ہو مثلاً ایک وقت مین دو کام متضاد پیش آئے۔ ایک کام تو اللہ تعالیٰ کے تعلق کا ہو اور دوسرا غیر اللہ کے تعلق کا اور دونون کا جمع ہونا ممکن نہ ہو تو ایسے وقت پر اللہ کے کام کو اختیار کرنا اور خلاف مرضی حق کو چھوڑ دینا بس یہی معنی ہین قطع تعلق کے۔ نہ یہ کہ کسی سے کوئی واسطہ ہی نہ رکھے ؎

تعلق حجاب است ذی حاصلی ۔۔ چو پیوندہا بگسلی واصلی

البتہ اختلاط مین افراط کرنا مضر ہے۔ اس کے آگے فرماتے ہین کہ رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا مطلب یہ کہ اللہ پر توکل کرو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سلوک کے لئے توکل کی بھی ضرورت ہو اور یہ اُنکا معمول ہونا چاہیے۔ نکتہ اس توکل کی تعلیم مین یہ ہو کہ اعمال مذکورہ بالا کے اختیار کرنے کے بعد حالت مین تغیر تبدل قبض و بسط شروع ہوگا اُسمین ضرورت توکل کی ہوگی۔ اس لئے فرماتے ہین کہ آخر وہ مشرق و مغرب کا رب ہو اسلئے اُسنے جو حالت تمپر وارد کی ہو اُسمین کوئی حکمت ضرور ہوگی اور ثابت ہو کہ اکثر قبض مین تصفیہ تزکیہ خوب ہوتا ہو اس لئے تمکو تنگ دل نہ ہونا چاہیے اور خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے اسمین کچھ مصلحت رکھی ہوگی اور مشرق و مغرب کا ذکر قبض و بسط کی حالت کے کسقدر مناسب ہے مشرق تو حالت بسط کے مناسب ہے کہ اُسمین طلوع ہوتا ہو واردات کا اور مغرب مناسب ہے حالت قبض کے پس مشرق و مغرب کا نمونہ باطن انسان مین بھی پایا گیا ولنعم ما قیل ؎

آسمانہا است در ولایت جان ۔۔ کارفرمائے آسمان جہان

در رہ روح پست و بالاہاست ۔۔ کوہہائے بلند و بالاہاست

اور جسطرح مغرب مین آفتاب مستور ہوتا ہو معدوم نہین ہوتا اُسیطرح قبض مین کیفیات سلب نہین

ہوتین بلکہ مستور ہو جاتی ہین اور پھر بسط ہین گویا طلوع ہو جاتی ہین - حاصل کُل کا یہ ہوا کہ اہل سلوک کے لئے یہان چند ضروری معمول بیان کئے گئے - قیام لیل یعنی تہجد - تلاوت قرآن - تبلیغ دین ذکر و تبتل - توکل اور چونکہ تعلق خلق کی دو قسم ہین ایک موافقین کے ساتھ اُسکا بیان اشارۃً ان لك في النهار سبحاً طويلاً مین ہوا ہے - جسکا حاصل تبلیغ دین اور ارشاد و تربیت ہو چونکہ موافقین سے تعلق محبت کا ہو اُس کے حقوق بوجہ اسکے کہ وہ حالت طبعی ہو تقاضاے حُب کی وجہ سے خود بخود ادا ہو جاتے ہین اسلئے اُسمین زیادہ اہتمام کی ضرورت نہ ہوئی - البتہ مخالف کے معاملہ مین ممکن تھا کہ کچھ افراط و تفریط ہو جاتی اس لئے اُسکا بیان اہتمام سے فرماتے ہین واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجراً جمیلاً مطلب یہ کہ مخالف کی ایذا پر صبر کیجیے اور ان سے علحدہ رہیے اچھے طور پر - کہین ایسا نہو کہ سختی سے اُنکی آتش عناد اور بھڑک اُٹھے اور زیادہ تکلیف پہونچاوین ہجر جمیل سے مراد قطع تعلق ہے اسطرح پر کہ قلب مین تنگی نہ ہو پھر جب صبر کی تعلیم دیگئی تو اُسکی تسہیل کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسی اپنے انتقام لینے کی خبر سُنا کر آپکی تسلی بھی فرمائی جاتی ہو کہ وذرنی والمکذبین اولی النعمة ومهلهم قليلا یعنی مخالفین کے معاملہ کو ہمپر چھوڑ دیجیے ہم اُن سے پورا بدلہ لے لینگے - یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہو کہ اہل حق کے مخالفین سے پورا انتقام لیتے ہین اسلئے بھی مناسب یہی ہو صبر اختیار کیا جائے کیونکہ جب اپنے سے بالادست بدلہ لینے والا موجود ہو تو کیون فکر کی جائے خدا تعالیٰ کی اس سنت کے موافق مخالف کو آخرت اور دنیا دونون مین رسوائی ہو جاتی ہے ؎

	بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات		با دردکشان ہرکہ در افتاد بر افتاد	
؎	ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد		تا دلے صاحبدلے نامد بدرد	

الغرض اہل تصوف کی معمول یہ چند چیزین ہوئین جنکا بیان اتمام پر ہوا قیام لیل یعنی تہجد تلاوت قرآن - تبلیغ دین - ذکر و تبتل - توکل - صبر - اس لئے اس مجموعۂ بیان کو جو کہ اہل تصوف کے معمولات کو بتفصیلہ حاوی اور شامل ہو سیرۃ الصوفی کے لقب سے ملقب کرنا مناسب معلوم ہوتا ہو اور یاایها المزمل مین دو لطیفے بھی معلوم ہوئے - ایک یہ کہ جسطرح آپ بوجہ غایت حزن والم اپنے اوپر چادر اوڑھے ہوئے تھے اُسیطرح بعض اہل طریق کا معمول ہوتا ہو کہ چادر ایسے طور پر لپیٹ لیتے ہین

کہ نظر منتشر نہ ہو اور اُس سے قلب منتشر نہو اور جمعیت کے ساتھ ذکر مین لگا رہے۔ دوسرا طیقہ یہ کہ المزمل کے معنی عامہ مین کمبل اوڑھنا بھی ہو تو یا ایہا المزمل مین اشارہ ہوگا لقب یا ایہا الصوفی کیطرف کیونکہ لفظ صوفی مین گو اختلاف ہے، مگر ظاہر ہی معلوم ہوتا ہی کہ مراد موٹا کپڑا کمبل وغیرہ مراد لیا جائے۔ پس صوفی اور مزمل متقارب المعنی ہوئے۔ اور اہل تصوف نے یہ لباس اس لئے اختیار کیا تھا کہ جلدی پھٹے نہیں جلدی میلا نہ ہو اور بار بار دھونا نہ پڑے اور بعض اہل شفقت اس خاص وجہ سے بھی یہ شعار رکھتے تھے مستور ہونے کی حالتین بعض لوگ اُنکو ایذا پہونچا کر مبتلا ی وبال ہو جاتے تھے اس لئے اُنھون نے ایک علامت مقرر کی جیسے آیت ذالك ادنی ان یعرفن فلا یوذین اسکی نظیر ہو بس یہ حکمتین تھین اس لباس مین اور اب تو محض ریا وسمعہ کی غرض سے پہنتے ہین جو بالکل اس شعر کا مصداق ہے ؎

نقد صوفی نہ ہمہ صافی بیغش باشد		ای بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد	

اسلئے یہ اب قابل ترک ہو گیا ہو و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والسلام علی المرسلین وعلی عباد اللہ الصالحین برحمتك یا ارحم الراحمین فقط۔

وعظ پنجم

ملقب بہ

استخفاف المعاصی

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
رامپور منہاران برمکان قاضی صاحب	۳-ربیع الاول ۱۳۲۵ھ بعد نماز عشا	ڈھائی گھنٹہ	کھڑے ہوکر	گناہ کو ہلکا سمجھنے کی مذمت	مولوی نور حسین صاحب پنجابی		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال اللہ تعالے (آیت) اذ تلقونہ بالسنتکم وتقولون بافواہکم مالیس لکم بہ علم وتحبونہ ہینا وہو عند اللہ عظیم۔ یہ سورہ نور کی آیتین ہین انمین ایک خاص گناہ کا ہلکا سمجھنے کی مذمت بیان کی گئی ہی وتحبونہ ہینا وہو عند اللہ عظیم اسمین نص ہی یہ قصہ افک کا ہی۔ اسمین تہمت اور بہتان کا بیان ہی اور اسکو ہلکا سمجھنے پر توبیخ ہی اب دیکھنا یہ ہی کہ آیا خاص اسی گناہ کو جیسا کہ مقتضا سبب نزول کا ہی یا ہر گناہ کا جبکہ وہ کبیرہ ہو ہلکا سمجھنا برا اور مذموم ہی۔ سو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اسمین تخصیص کسی گناہ کی نہین کیونکہ سبب نزول سے تو حکم کی تخصیص ہوا ہی نہین کرتی۔ رہا شبہ تخصیص کا عظیم سے سو ہر گناہ گو وہ صغیرہ ہو اپنی حقیقت کے اعتبار سے عظیم ہی ہی۔ کیونکہ حقیقت گناہ کی نافرمانی ہو اللہ تعالی جل جلالہ کی۔ اور ظاہر ہی نافرمانی گو کسی قسم کی ہو زیادہ ہی بری ہی اور گناہون کے

درجات مین جو چھٹائی بڑائی کا تفاوت ہو وہ ایک امر انسانی ہو کہ ایک بہت بڑا گناہ ہو اور دوسرا اس سے چھوٹا ورنہ اصل حقیقت کے اعتبار سے سب گناہ بڑے ہی ہین کسیکو ہلکا نہ سمجھنا چاہیے۔ اس چھوٹے بڑے ہونیکی ایسی مثال ہو کہ جیسے آسمان دنیا عرش سے تو چھوٹا ہو مگر درحقیقت کوئی چھوٹی چیز نہین۔ دوسری مثال ناپاکی اور پلیدی کی ہو کہ پلیدی چاہے تھوڑی ہو یا بہت مگر حقیقت تو دونوں کی پلیدی ہو اور راز اسمین یہ ہو کہ جتنی کسی کی عظمت اور احسان ہوتا ہو اُتنی ہی اُسکی نافرمانی کرنا بُری بات ہو اور یہ ظاہر ہو کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت اور احسان کے برابر نہ کسیکی عظمت نہ کسیکا احسان۔ تو اُسکی نافرمانی سب سے زیادہ بُری ہوگی پس وہ اپنی اس حقیقت اور مقتضیٰ کے اعتبار سے عظیم ہی ہوگی اور اُسکا مقتضا یہ تھا کہ گناہ کا ارتکاب نہ کیا جاتا مگر اس جزا کے چند اسباب ہین بعضے گناہ کو تو صغیرہ سمجھکر ارتکاب کر لیا جاتا ہے حالانکہ اسی راز کی وجہ سے فقہا نے لکھا ہو کہ استخفاف گناہ کفر ہو گو چھوٹا ہی ہو غرض خدا تعالیٰ کی ہر نافرمانی عظیم ہی ہو اس اعتبار سے توبیخ ہین سمجھنے کے ہر گناہ کو عام ہوئی۔ گناہ کی مثال تو آگ کی سی ہو۔ ایک چنگاری بھی مکان جلانے کے لئے کافی ہو اور بڑا انگارہ بھی۔ پس صغیرہ چنگاری ہو اور بڑا انگارہ۔ پس عمل کرنے کے لئے یہ پوچھنا کہ یہ صغیرہ ہو یا کبیرہ شبہ مین ڈالتا ہو کہ اگر کبیرہ ہوگا تو بچینگے اور اگر صغیرہ ہوا تو خیر ہم ایسے شخص سے اجازت لیتے ہین کہ لاؤ تمھارے چھپر مین چھوٹی سی چنگاری رکھدین اگر یہ ناگوار ہو تو خدا تعالےٰ کی نافرمانی کیسے گوارا ہو وہ چنگاری گو چھوٹی ہو مگر پھیلتے پھیلتے انگارہ ہی ہو جائے گا۔ اسیطرح آدمی اول صغیرہ کرتا ہو اور وہ چھوٹتا نہین اس اصرار سے وہ صغیرہ کبیرہ ہو جاتا ہو اور زیادہ مدت تک کرتے رہنے سے اُسکو ہلکا ہی سمجھنے لگ جاتا ہو اور وہ اس جہت سے کبیرہ ہو جاتا ہو۔ یعنی بعضے توبہ کے بھروسے گناہ کرتے ہین اور یہ سخت غلطی ہو کیونکہ گناہ کی جب عادت ہو جاتی ہو پھر توبہ بھی مشکل ہو جاتی ہو کیونکہ نئے گناہ سے جنکی ابھی لذت نہین رچی توبہ کرنا آسان ہو اور عادت والے گناہ سے توبہ بہت مشکل ہو۔ علاوہ اس کے جب چھوٹے گناہوں سے اجتناب نہین کیا جاتا ہے تو طبیعت بیباک ہو جاتی ہو اور دل کھل جاتا ہو پھر رفتہ رفتہ کبیرہ بھی ہونے لگتے ہین جیسے صاف کپڑے کو بارش مین کیچڑ وغیرہ سے بچایا جاتا ہو اور جب بہت چھینٹے پڑجاتے ہین تو پھر دامن کھلا چھوڑ دیا جاتا ہو اور وہ کپڑا بالکل خراب ہو جاتا ہو۔ ایسا ہی گناہ کا معاملہ ہو کہ جس گناہ کی طبیعت عادی ہو جاتی ہو وہ پُرانا ہو جاتا ہو

اور چھوٹتا نہین۔ مثلاً زمینداروں کا شتکاروں وغیرہ مین۔ یہ گناہ بمنزلہ عادت ہوگئے۔ غضب ظلم

بیع باطل جیسے آم اور بیر کی بیع متعارف اور یتیمون نابالغون کے مال مین تصرف دیکھ لیجئے۔ یہ گناہ کس طرح سب بے کھٹکے کرتے ہین اور خیال مین بھی نہین لاتے۔ البتہ شراب نہین پیئین گے تو یہ تفاوت اسی عادت کے ہونے نہ ہونے سے ہو بس ثابت ہو گیا کہ عادت ہو جانے سے اصرار و استخفاف بلکہ استحسان کی نوبت آجاتی ہو اس لئے توبہ مشکل ہو جاتی ہو اور اگر ہوتی بھی ہو تو زبانی جیسے کسی نے کہا ہے

سبحہ در کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ	معصیت را خندہ مے آید بر استغفار ما

چنانچہ ان امور متذکرۂ بالا سے توبہ تو کیسی اور اُلٹے ان امور کے ترک کو خلاف ریاست اور ذلت سمجھتے ہین اور گناہ سے دل برا نہین ہوتا۔ حالانکہ ایمان کی نشانی یہ ہو اذا سرتك حسنتك وساءتك سیئتك غرض توبہ ان وجوہ سے مشکل ہو جاتی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے بھروسہ گناہ کرنا نہایت حماقت ہو مگر بعض نادان پھر بھی دھوکے مین ہین اور توبہ کے توقع پر گناہون پر دلیری کرتے ہین۔ اس شخص کی ایسی مثال ہو کہ اُس کے پاس مرہم ہو اور اُسکے بھروسے وہ اپنی انگلیان آگ مین جلا لیتا ہو۔ کیا یہ شخص پورا احمق نہین ہوگا۔ کیا کسی عقل نے کبھی ایسا کیا ہو جب سے آگ پر دلیری نہین کیجا سکتی تو دوزخ کی آگ تو اس آگ سے ستّر حصہ زیادہ تیز ہو بلکہ مرہم تو پھر بھی من کل الوجوہ اختیاری ہو اور توبہ گو بظاہر اختیاری ہو مگر مرہم کی طرح من کل الوجوہ اختیاری نہین کیونکہ توبہ کی حقیقت یہ ہو التوبۃ ندم جسکو یون بھی تعبیر کیا ہو وھو تحرق الحشا علی الخطا و تالم القلب علی الاثم پس توبہ اس سوزش اور جلن کو کہتے ہین۔ یہ معلوم ہو کہ تالم مقولہ انفعال سے ہو اور وہ اختیار سے خارج ہو البتہ اسپر ایک طالبعلمانہ شبہ ہوتا ہو کہ جب توبہ امر اختیاری نہین اور حسب الارشاد لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا کے غیر اختیاری کی تکلیف دی نہین گئی تو پھر توبوا کا امر کیون کیا گیا اس شبہ کا جواب یہ ہو کہ اختیاری کی دو قسم ہین ایک وہ جو خود اختیار مین ہو۔ ایک وہ جسکے اسباب اختیار مین ہون سو توبہ باینمعنی اختیاری ہو کہ اُس کے اسباب اختیاری ہین یعنی اللہ تعالی کی عظمت اور اُس کے عذاب کا مراقبہ سو اسکے کرنے سے عادۃ اللہ یون ہین جاری ہو کہ ندامت اور تالم قلب جو حقیقت مین توبہ ہی پیدا ہو جاتی ہو لہذا توبوا کا حکم دیا گیا ہو۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہین کہ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم مطلب یہ کہ اگر ان سے گناہ ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالی کی عظمت اور اُسکے عذاب کو یاد کرتے ہین۔ یہان پر ذکروا اللہ مین مضاف محذوف ہو یعنی

ذکروا عذاب اللہ وعظمۃ اللہ اور واقعی اللہ تعالیٰ کی عظمت ایسی ہی چیز ہو کہ اُس کے یاد رکھنے سے نافرمانی نہین ہو سکتی اور وہ ہو بھی قابل یاد رکھنے کے پس اُسکو دل سے بھلا کر اُسکی نافرمانی پر کمر باندھ لینا بڑی بیباکی کی بات ہو بعضے منتظر رہتے ہین کہ فلان کام کرکے توبہ اور تدارک کرلیں گے حالانکہ ممکن ہو کہ اُسکو موت کے ہجوم سے اتنی مہلت بھی نہ ملے اس لئے اسوقت کے امکان اور فراغت کو غنیمت سمجھو اور جب یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اُس کے عذاب کے مراقبہ کرنے سے توبہ نصیب ہوتی ہو تو اب دوسری بات قابل غور ہے کہ اس مراقبہ کے لئے بھی فرصت اور فراغ کی ضرورت ہو بعض لوگ اس فراغ کی بھی قدر نہین کرتے حالانکہ وہ بہت بڑی غنیمت چیز ہو حدیث شریف مین ہو اغتنم خمسا قبل خمس اور اُنہین سے ایک یہ ہو فراغك قبل شغلك مشغول آدمیون کی حالت مین غور کرنے سے فراغ کی قدر معلوم ہوتی ہو وہ بیچارے ہر وقت بلا مین مبتلا ہین اُنکو کوئی وقت فرصت کا اور ایسے سوچ کا نہین ملتا بس یہ حالت ہو کہ ع چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد - فراغ کی قدرت کے بارمین خوب کہا گیا ہو ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسے	کہ بازار حرصش نباشد بسے
بقدر ضرورت یسارے بود	کند کارے از مرد کارے بود

اور اسی حدیث شریف مین دوسری چیز ہو کہ صحتك قبل سقمك تیسری شبابك قبل هرمك نیز حدیث شریف مین ہو کہ من اصبح امنا فی سربه معافا فی جسده وعنده قوة یومه فکانما خیرت له الدنیا بحذافیرها واقع مین یہی بات ہو کیونکہ اگر زیادہ بھی ہوا تب بھی اسکی تو ہر روز ایک ہی روز کا قوت آئیگا پس اُسمین یہ اور قلیل والا برابر ہوا ؎

گر بریزی بحر را در کوزۂ	چند گنجد قسمت یک روزۂ
چون ترا نانی و خرقانی بود	ہر بن موئے تو سلطانی بود

چنانچہ اسی زمانہ کے ایک متمول کی حکایت ہو کہ وہ ایک روز اپنے خزانہ کو دیکھنے گیا جو زیر زمین بڑے مکان مین تھا اور وہ مکان گاہ گاہ کھلتا تھا اتفاق سے اُسکو وہان دیر لگ گئی اور کسیکو خبر تھی نہین ملازمون نے دروازہ بند کرلیا اور وہ بہت بڑا مکان تھا اور دروازون کا سلسلہ بڑی دور تک تھا اور یہ اتنی دور تھا کہ وہان سے آواز باہر نہین آسکتی تھی الغرض وہ بیہودی وہان جواہرات کے ڈھیرین مین بھوکا پیاسا مرگیا۔ اُسوقت کوئی اُس سے پوچھتا تو اُسکے نزدیک ایک بسکٹ اور پانی کے گلاس کے سامنے سارا خزانہ ہیچ

تھا۔ایسی ہی حکایت ہو کسی بھوکے کو ایک تھیلی ملی کھولکر دیکھا تو اشرفیاں۔پھینک کر زمین پر ماری اور افسوس کیا اور کہا کہ اگر یہ گیہون کے دانے ہوتے تو کچھ کام آتے۔ الغرض فراغ اور صحت اور ضروری سامان خرچ یہ بہت غنیمت چیزین ہین۔یہ ہر وقت میسر نہین آتین۔اس لئے اسکو غنیمت سمجھے۔اسوقت کی فرصت کو ہاتھ سے نہ دے اور توبہ بہت جلدی کرلے۔بعضے لوگ اللہ تعالی کی رحمت اور مغفرت کے ناز پر توبہ نہین کرتے حالانکہ رحمت اور مغفرت کی خبرین اس لئے دیگئی ہین کہ تائب کو یاس نہ ہو جیسا کہا گیا ہی ؎

بازآ بازآ ہر انچہ ہستی بازآ	اگر کافر و گبر و بت پرستی بازآ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی بازآ

اور جرأت اور دلیری کے واسطے نہین کہ اور دلیر ہوکر گناہ کرو بلکہ احسان اور رحمت خداوندی کی اطلاع کا مقتضا یہ تھا کہ متاثر ہوکر اور بھی طاعت اور فرمانبرداری کرتے نہ کہ اور جرأت اور گستاخی اور نافرمانی کی جائے۔چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ دنیا مین کوئی کسی کے ساتھ احسان کرتا ہو تو وہ اور زیادہ محبت و اطاعت کرتا ہو نہ کہ مخالفت و سرکشی۔رہا یہ اشکال کہ واقعی اسکا مقتضا تو یہی تھا مگر ایک دوسرا مقتضی کہ لذت ہو وہ غالب ہوگیا۔چنانچہ گناہ مین ظاہر ہو کہ کیسا مزا اور لذت ہو اسکو چھوڑنا اس لئے مشکل ہو سو اگر ادراک صحیح ہو تو یہ اشکال بالکل ٹھیک نہین کیونکہ گناہ مین جو لذت ہے اُسکی مثال کھجلی جیسی ہو کہ خود اُسمین کوئی لذت نہین محض مرض کی وجہ سے لذت معلوم ہوتی ہو پھر فوراً ہی سوزش پیدا ہوتی ہو سو یہ دراصل مرض ہو جیسا سانپ کے کٹے ہوئے کو کڑوا بھی میٹھا معلوم ہونے لگتا ہو سو کسی عاقل کو ایسی لذت علاج سے نافع نہین ہوتی۔البتہ حقیقی لذت طاعت مین ہو چونکہ ان لوگون نے ابھی اعمال آخرت اور پرہیزگاری اور طاعت کی لذت چکّھی نہین اس لئے گناہ اور نفسانی لذات اُنکو مرغوب معلوم ہوتے ہین آخرت اور پرہیزگاری کی لذّت حضرت ابراہیم ادہم سے پوچھئے کہ کسطرح اسکے پیچھے سلطنت کی لذت ترک کردی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اس لذت کے پیچھے لباس شاہانہ ترک کرکے غریبانہ کپڑون پر کفایت کی اور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو سلطان سنجر نے ملک نیمروز دینا چاہا اُسکے جواب مین یہ شعر تحریر فرمائے ؎

چو چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد	در دل بود اگر ہوس مُلک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از مُلک نیم شب	من مُلک نیمروز بیک جو نمیخرم

۵ بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے		بہ ازانکہ چتر شاہی ہمہ روز ہاؤ ہوئے	
۵ پس از سی سال معنی محقق شد بخاقانی		کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی	

چونکہ یہ لذات وتنعمات درحقیقت جان کے لئے عذاب ہو چنانچہ ارشاد فرماتے ہین ولا تعجبك اموالهم و اولادهم انما يريد الله ليعذبهم بها في الحيوة الدنيا الخ اول توان سب چیزون کا مرضی کے موافق حاصل ہونا غیر اختیاری اور اگر حاصل بھی ہوگئین توان سب مشغولی اور تعلق کی پریشانی اور بے آرامی یہ دوسرا عذاب۔ حقیقت مین آرام تو صرف اللہ تعالی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے مین ہو الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یہ کلفتین تو گناہ انفسی ہین اور بعض کلفتین آفاقی بھی مرتب ہوتی ہین چنانچہ ان نافرمانیون کی بدولت طرح طرح کی بیماریان طاعون وغیرہ وبائی امراض آپس کی نااتفاقیان وغیرہ ظہور مین آتی ہین اوران بیماریون سے ظاہری اسباب گوکچھ امور طبعیہ ہون مگر ذنوب انکے اسباب حقیقیہ اور اصلیہ ہین اور دونومین تعارض نہین کیونکہ ممکن ہو کہ سزاتو ہو گناہ کی وجہ سے مگر ظہور اُس سزا کا اسباب طبعیہ کے ذریعہ سے ہوا ہو۔ اورچونکہ لوگ ذنوب کوان امراض کا سبب نہین قرار دیتے صرف طبی علاج کہ استغفار ہو وہ نہین کرتے وہ بھی کرنا چاہئے ۵

چند خوانی حکمت یونانیان		حکمت ایمانیان را ہم بخوان	
صحت این حس بجوئید از طبیب		صحت آن حس بجوئید از حبیب	
صحت این حس ز معموری تن		صحت آن حس ز تخریب بدن	

اور ذنوب سے مصائب کا آنا نصوص سے ثابت ہو ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم۔ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تھے وہ شوخی کرنے لگا فرمانے لگے ہم سے آج کوئی گناہ ہوگیا ہو اُسکی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہو ۵

۵ توہم گردان از حکم داور مپیچ		کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ	
ہر کہ ترسید از حق وتقوے گزید		ترسد از وی جن وانس وہر کہ دید	

اسکے مناسب جناب پیر ومرشد حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی حکایت ہو کہ ایکدفعہ پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے لوگون نے آپکو ایک ایسے مکان مین اُترواپا کہ وہان ایک جن نے سخت آزار ہو پچار کھا تھا حتی کہ وہ مکان بالکل معطل چھوڑ دیا گیا تھا۔ جب حضرت رات کو اُٹھے

دیکھتے کیا ہین کہ ایک آدمی آیا اور سلام کیا اور مصافحہ کرکے بیٹھ گیا حضرت نے تعجب سے پوچھا تم کون ہو کیونکہ مکان بند تھا اُس نے عرض کیا مین ایک جن ہون اور میری ہی وجہ سے یہ مکان خالی پڑا ہی حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تم کو خدا کا خوف نہین کہ لوگونکو تکلیف دیتے ہو اُس نے عہد کیا کہ مین اب تکلیف نہ دونگا اسکے بعد وہ جن اُس مکان سے چلا گیا اور وہ مکان آباد ہوگیا تو یہ اثر جن پر حضرت کی طاعت ہی کا تھا۔ ایک سیر کی روایت ہی کہ حضرت عمرو ابن العاص نے جب مصر فتح کیا تو ایک بار دریاے نیل خشک ہوگیا لوگون نے عرض کیا آپنے فرمایا کہ کبھی پہلے بھی ایسا ہوا ہی اور لوگ ایسے وقت کیا کرتے ہین عرض کیا کہ یہان یہ رسم ہی کہ جب دریاے نیل خشک ہوجاتا ہی تو لوگ ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کرکے اُسمین ڈال دیتے ہین دریاے نیل پھر جوش مار کر جاری ہوجاتا ہی آپ نے فرمایا ایسا کبھی نہ ہوگا اور یہ سب مضمون حضرت عمرؓ کو لکھکر بھیجا حضرت عمرؓ نے اپنا ایک رقعہ دریاے نیل کے نام لکھکر بھیجا جسکا یہ مضمون تھا کہ اگر تو اپنی خوشی سے چلتا ہی تو ہمکو تیری حاجت نہین اللہ تعالیٰ کفیل رزق ہی اور اگر خدا کے حکم سے چلتا ہی تو شیطان کے تصرف سے کیون بند ہوتا ہی اُسکے ڈالتے ہی دریا کو جوش ہوا اور ہمیشہ کے لئے جاری ہوگیا اور وہ بدرسم موقوف ہوگئی یہ برکت صرف اطاعت کی ہی۔ حقیقت مین جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتا ہی اُس کے لئے سب باتین آسان ہوجاتی ہین۔ غرض طاعت کا سبب راحت اور معصیت کا سبب کلفت ہونا ثابت ہوگیا آجکل اول تو گناہ کو مصیبت کا سبب ہی نہین سمجھتے اور اگر کوئی سمجھا بھی ہی تو اپنے گناہ کو مصیبت کا سبب ہی نہین سمجھتے اور اگر کوئی سمجھا بھی ہی تو اپنے گناہ کو سبب نہین سمجھتا دوسرے کے گناہ کو سمجھتا ہی۔ چنانچہ ایسے موقع پر اپنے گناہ کو نہین دیکھتے۔ پہلے بزرگون کی حالت اسکے عکس تھی حضرت ذوالنون مصری رحمہ سے لوگون نے درخواست کی کہ حضرت بارش نہین ہوتی فرمایا کہ مین سب سے زیادہ گناہ گار ہون شاید بارش میری وجہ سے نہین ہوتی مین یہانسے چلا جاتا ہون اُس کے بعد چلے گئے اور بارش بھی ہوئی۔ پس ہم لوگونکو اپنے گناہون پر نظر کرنا چاہیے۔ مگر آجکل بجائے گناہون کے اپنی خوبیون پر نظر ہوتی ہی حالانکہ وہ خوبیان ہی کیا ہین اور اسکی خبر نہین کہ ہمارے ناقص اعمال درگاہ خداوندی کے قابل ہرگز نہین ہوسکتے ہین تو بس یہ سب محض دعوی اور پندار ہی

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے — حاصل خواجہ بجز پندار نیست

از دست و زبان کہ برآید — کز عہدۂ شکرش بدر آید

ص | منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی | | منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

یہ لوگ اپنے جن اعمال خیر پر نازان ہوتے ہین وہ خیر صرف انکے گمان ہی کے موافق ہی ورنہ حقیقت مین بوجہ خلاف طریق اور بے ضابطہ ہونے کے وہ قابل قبول بھی نہین - مثال کے طور پر یاد آیا کہ ایک شخص بیطور مجھکو پنکھا جھلنے لگے مجھکو ناگوار ہوا اب وہ صاحب تو سمجھتے ہون گے کہ ہم خدمت کر رہے ہین اور آرام دے رہے ہین مگر یہان اسکے خلاف کلفت اور کدورت ہو رہی ہی اور بعض لوگ اپنے ہی گناہون کو سبب مصائب کا سمجھکر طاعت و استغفار مین مشغول ہوتے ہین مگر اُس استغفار اور عبادت مین ابتدا سے یہ نیت ہوتی ہی کہ جب یہ مراد حاصل ہو جائے گی تو اُسکو چھوڑ دینگے مثلاً طاعون کے زمانے مین نماز پڑھتے ہین مگر اُس کے ختم کے ساتھ ہی اُسکو بھی چھوڑ دیتے ہین یہ تو بالکل دھوکہ کی صورت ہو گئی ص

زنہار ازان قوم نباشی کہ فریبند | | حق را بسجودے و نبی را بہ درودے

اسی باب مین اللہ تعالیٰ فرماتے ہین کہ جب انسان کو تکلیف پہونچتی ہی تو دعانا لجنبہ او قاعداً او قائماً اور جب اسکی تکلیف جاتی رہتی ہی اور سزا تو اس طرز عمل کی سخت ہونا چاہیے تھی مگر اُسکی یہ حالت ہو جاتی ہی کہ کان لم یدعنا الی ضر مسہ یہ اُنکی رحمت و عنایت ہی کہ باوجود اتنی خطاؤن اور شوخیون اور گستاخیون کے روزی و عافیت ویسی ہی برقرار رکھتے ہین ص

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم | | کہ جرم بیند و نان برقرار می دارد

لیکن فی نفسہ گناہ کا مقتضا کلفت ہی ہی فی الحال بھی فی المآل بھی تو ایسی چیز مین لذت ہی کیا ہوئی تو وہ اشکال ثابت ہو گیا اور کوئی عذر گناہ کرنیکا معقول نہ رہا اور ثابت ہو گیا کہ گناہ ہلکا سمجھنے کی چیز نہین نہ اعتقاداً کہ کفر ہی اور نہ عملاً وحالاً کہ خلاف دین اور خلاف عقل ہی - حدیث مین ہی کہ مومن گناہ کو ایسا سمجھتا ہی جیسے کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو کہ وہ گرا چاہتا ہی اس لئے اُس سے بچتا ہی اور ڈرتا ہی اور منافق گناہ کو ایسا سمجھتا ہی جیسے ایک مکھی آکر بیٹھی اور اُسکو ہاتھ سے اُڑا دیا اس لئے بے دھڑک گناہ کرتا ہی اور ڈرتا نہین - گناہ کا خوفناک ہونا تو بیان ہو چکا اب اُس کے تدارک کے لئے ایک طریقہ بیان کیا جاتا ہے جس سے توبہ کرنیکا طریقہ معلوم ہو اور گناہ سے خوف ہو وہ طریقہ یہ ہی کہ روزانہ ایک وقت مقرر کرکے اُن مضامین کا مراقبہ کرے اور پھر نفس سے محاسبہ کرے چنانچہ اول گناہ کے مفاسد اور مضار کو سوچے اور پھر اُسکے اوپر جو عذاب ہونے والا ہی اُسکا خیال کرے پھر یہ دیکھے کہ مین کسکی نافرمانی کرتا ہون اور اللہ تعالیٰ

کی نعمتوں کو سوچے اور پھر اپنے معاملے کو سوچے جو اللہ تعالے سے کر رہا ہی پھر نفس سے خطاب کرکے اسکو تنبیہ اور تہدید کرے اسکے بعد موت اور مابعد الموت کے تمام امور کو سوچے اس سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ دنیا کی محبت کم ہوگی جو سبب اکثری ہو گناہوں کا - حدیث شریف مین ہو اکثروا ذکرھا ذم اللذات مراقبہ کے لئے یہ اشعار نہایت مناسب ہین ؎

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے	خوب ملک روس ہی اور سرزمین طوس ہی
گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجے زندگی	اسطرف آواز طبل اودھر صدائے کوس ہی
صبح سے تا شام چلتا ہی مئے گلگون کا دور	شب ہوئی تو ماہ رویون سے کنار و بوس ہی
سنتے ہی عبرت یہ بولی اک تماشا مین تجھے	چل دکھاؤن - تو تو قید آز کا محبوس ہی
لیگئی یکبارگی گور غریبان کی طرف	جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہی
مرقدین دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے	یہ سکندر ہی یہ دارا ہی یہ کیکاؤس ہی
پوچھ تو ان سے کہ جاہ وحشمت دنیا سے آج	کچھ بھی ان کے ساتھ غیر از حسرت افسوس ہی

اس مراقبہ کے بعد دنیا کی بھی محبت کم ہوگی اور توبہ بھی ہوگی اور مرض گناہ کا بفضلہ تعالیٰ دور ہوجائیگا - سبحان اللہ شریعت نے کیا علاج تجویز فرمایا ہی اگر امر تکوینی سے مبتلائے مرض ہوا تھا تو امر تشریعی سے صحت یاب ہوا ؎

در داز یار است و درمان نیز ہم
دل فدائے او شد و جان نیز ہم

تمام شد

وعظ ششم

ملقب بہ

حقوق المعاشرت

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	٨- ربیع الاول ١٣٢٩ھ	تخمیناً ڈھائی گھنٹہ	بیٹھکر	حقوق و طرز معاشرت	مولوی نور حسین صاحب پنجابی		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم (آیت) یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل پہلے مین نے ایک وعظ مین کچھ حقوق کے متعلق بیان کیا تھا کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کتنے حقوق ہین اور وہ چند ہین سلام۔ **اجابۃ الداعی** بہر دو معنی کے اعتبار سے یعنی دعوت قبول کرنا اور بلائے تو جواب دینا چھینکنے کے وقت الحمد للہ کہے تو جواب دینا۔ بیمار ہو تو بیمار پرسی کرنا۔ مر جائے تو جنازے مین شریک ہونا یہ تو حاضر ہونے کی حالت کے ہین اور بعض ایسے حقوق ہین جو غائب ہونیکے وقت مین مثلاً اسکی غیبت کو دفع کرنا اسپر کوئی بہتان باندھے اسکا دور کرنا وغیرہ مین نے وعدہ کیا تھا کہ ان حقوق کے ضروری آداب کسی موقع پر بیان کرونگا سو اُن حقوق کے متعلق بعض ضروری آداب کو آج بیان کرتا ہون جاننا چاہیئے کہ اخلاق اور معاشرت کے بھی کچھ حدود

قوانین ہین مثل احکام نماز روزے وغیرہ کے کہ جنکی کمی بیشی سے افراط تفریط مین مبتلا ہوکر اداے حقوق سے آدمی قاصر رہتا ہو پس جسطرح چار رکعت والی نماز پانچ رکعت یا تین رکعت پڑھنے سے ادا نہین ہوتی اور عصر کی نماز ظہر کے وقت پڑھنے سے نہین ہوتی یا جیسے رکوع مین قرأت جائز نہین بلکہ اور گناہ ہو یا جیسے روزہ عصر تک روزہ نہین ہوتا اور نیز عشاء تک روزہ رکھنے سے معصیت لازم آتی ہو۔ اسیطرح حقوق معاشرت و اخلاق کے بھی حدود ہین کہ انمین کمی بیشی کرنے سے قبیح کا ارتکاب لازم آتا ہو اسلئے انکے آداب اور حدود کو جاننا ضروری ہو آجکل باہمی برتاؤ کے طرز سے صاف معلوم ہوتا ہو کہ احکام معاشرت سے اکثر کو ناواقفی ہے گویا اُسکو دین ہی سمجھتے نہین اس لئے اپنی راے مین جو آیا کرلیا اس لئے اس کے احکام کی تحقیق بھی نہین کرتے اور بعض جاننے والے معاشرت اور اخلاق مین کمی اور تفریط کو تو بُرا جانتے ہین مگر افراط کو بُرا نہین جانتے بلکہ مطلقاً کثرت کو مطلوب اور محبوب سمجھتے ہین حالانکہ اوپر غلو کے مذموم ہونے سے معلوم ہوچکا ہو کہ جسطرح کمی بُری ہو اُسی طرح زیادتی بھی بُری ہو مثلاً سلام ہو کہ لوگ اسمین کتنی زیادتی کرتے ہین کہ ذکر۔ قرآن۔ خطبہ۔ اذان وغیرہ سب مین آتے جاتے سلام کرتے ہین مثلاً مشہور ہو اوچھے نے سیکھا سلام نہ صبح دیکھے نہ شام اس قسم کے افراط بھی دین مین پسندیدہ نہین بلکہ حدود سے تجاوز اور غلو فی الدین ہو جسکی اس آیت لا تغلوا فی دینکم مین منع فرمایا گیا ہو۔ اسکی مثال نسخے کی سی سمجھنا چاہیے مثلاً طبیب نسخے مین ۶ ماشہ کوئی دوا لکھے تو اگر یہ خیال کرکے کہ یہ چیز جب طبیب نے لکھی ہو تو مفید ضرور ہو زیادہ ڈالنے سے اور زیادہ فائدہ ہوگا کوئی شخص وزن بڑھادے تو وہ دوا ہرگز مفید نہ رہیگی کیونکہ نفع مقدار خاص کے ساتھ مشروط تھا اسی طرح شریعت جب طب روحانی ہو تو اُس کے احکام کی مثال نسخے کی سی سمجھنا چاہیے تو اُسمین کمی بیشی کرنے سے ضرور نقصان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہین تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا آداب و حقوق کے بیان کرنیکا وعدہ مینے کیا تھا اس لئے آج اُسکا ایفاء کرتا ہون کیونکہ یہ بھی ضروری ہو اور ایفاے وعدہ بطور دین کے واجب الذمہ ہوجاتا ہو اور لوگ اسمین بھی سستی کرتے ہین اور اسکی پرواہ نہین کرتے بلکہ بعض اوقات بعض ایسے حقوق کا جو کہ دراصل کم درجہ کے ہین یعنی بڑے حقوق سے زیادہ شرع نے اہتمام کیا ہو کیونکہ ضروری حقوق کو تو خود ہی لوگ ضروری سمجھکر ادا کرلین گے مگر جن حقوق کو ہلکا سمجھ رہے ہین۔ اُنمین ضرور کوتاہی کرینگے اس لئے اُنپر خاص تنبیہ کی جاتی ہو اور یہی نکتہ ہو قرآن مین وصیت

ودین پر ذکر مین مقدم کرنیکا چنانچہ ارشاد ہی من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین حالانکہ شرعاً
تجہیز تکفین کے بعد سب سے مقدم دین ہی اور اسکے بعد وصیت مگر ذکر مین اللہ تعالیٰ نے وصیت کو اسلئے
مقدم فرمایا کہ لوگ وصیت کے باب مین تساہل زیادہ کرتے ہین اور قرض تو سب ہی کے نزدیک
ضروری چیز ہے پھر اسکے مطالبہ مین جبر کرنے والے بھی موجود ہین اور وصیت فی نفسہ تبرع ہی اسمین
جبر کرنیکا کسی کا حق نہ تھا اسلئے وصیت کو ذکر مین مقدم کر کے تنبیہ کردی کہ دیکھو اسکا بہت خیال
رکھنا خیر یہ ایفاے وعدہ کا ذکر بطور جملہ معترضہ کے ہوگیا تھا اب آداب اُن حقوق کے بیان کیے جاتے
ہین ایک سلام ہو کہ یہ کہنا یہ کے طور پر سنت ہی مگر اُسمین یہ بے احتیاطیان کیجاتی ہین کہ ایک تو یہ
نہین دیکھا جاتا کہ یہ وقت سلام کا ہی یا نہین بعض اوقات سلام ممنوع بھی ہی مثلاً عبادت کے
وقت۔ خواہ وہ ذکر ہو یا قرآن یا نماز سلام ممنوع ہی۔ کیونکہ ایسے وقت سلام کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے
ہٹا کر اپنی طرف مشغول کرنا ہی اسکی مثال ہی جیسے کوئی شخص حاکم کے پاس بیٹھا ہوا اُس سے باتین کر رہا ہو
اور ایک دوسرا شخص اُسکو اپنی طرف مشغول کرنا چاہے کیا یہ خلاف ادب نہ ہوگا۔ ایک بزرگ فرماتے
ہین کہ جو شخص مشغول خدا کو اپنی طرف مشغول کرنا چاہتا ہو اُدرکہ المقت فی الوقت ہان
اگر ضرورت شدیدہ آپڑے تو اُسوقت ذکر کو چھوڑ کر دوسرا کام کرنا یہ اور بات ہی مثلاً نابینا کوئین مین گرنے
لگے تو ایسے وقت مین نماز بھی توڑ کر اُسکو بچانا ضروری ہی اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جب علت اس منع
کی قلب کا مشغول بغیر حق ہونا ہی تو اس سے معلوم کرنا چاہئے کہ جیسے ذکر کیوقت سلام ممنوع ہی
ایسی ہی کوئی حرکت جس سے دل بٹ جاے ممنوع ہی مثلاً اسکو آگاہ کرنیکے لئے کھنکھارنا کھانسنا
یا اُسکی عین پشت کے پیچھے بیٹھ جانا کہ اس سے دوسرے آدمی کی طبیعت پریشان ہوتی ہی۔ اپنے اوپر
قیاس کر کے دیکھ لینا چاہیے۔ آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند۔ بعض لوگ پیٹھ پیچھے بیٹھنے کو
ادب سمجھتے ہین حالانکہ ادب ویسی چیز نہین ہوسکتا جسمین تکلیف ہو وہ تو بے ادبی ہوئی۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد   کسے را با کسے کارے نباشد

جو لوگ ایسا کرتے ہین اگر کوئی شخص اُنکے پیچھے اسیطرح آکر بیٹھ جاوے تب حقیقت معلوم ہو جاوے
بعض نے ان مضامین کے بیان کرنے پر اعتراض کیا کہ تمہارے مزاج مین تو انگریزی انتظام ہی
افسوس ہے۔ در مختار تو کوئی انگریزی کتاب نہین آج تو اُسمین سلام کے یہ آداب مذکورہ لکھے

هین - اسی طرح بعض لوگ ذکر کے وقت دوسرے آدمی کو انتظار مین تکتے رہتے ہین اس سے بھی طبیعت پریشان ہوتی ہے بلکہ اگر انتظار کرنا ہو ایسی جگہ انتظار کرنا چاہیے کہ ذاکر اُس شخص کو نہ دیکھے تاکہ اُسکا قلب پریشان نہ ہو اور یہ شخص اُسکو دیکھ سکے - اسیطرح بعض لوگ اور جگہ موجود ہونیکے عین پیٹھ پیچھے نیت باندھکر کھڑے ہو جاتے ہین سو اول تو یہ مشابہ شرک ہے دوسرے کسی آدمی کو مقید و محبوس کر دینا کہ جبتک یہ سلام نہ پھیرین وہ غریب کہین جا بھی نہین سکتا کون عقل کی بات ہی - بعضے بخیال فیض لینے کے پیچھے بیٹھ جاتے ہین سو یاد رہے فیض تکلیف دینے کی حالت مین نہین ہو سکتا یہ سخت غلطی ہے کہ تکلیف بھی دین اور فیض کی بھی تمنا رکھین - یہ واقعی بعضا ادب بھی تکلیف دہ ہی ہوتا ہے تو ایسا ادب خود چھوڑ دینا چاہیے دیکھیے حضرات صحابۂ کرام رضؓ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نہین اُٹھتے تھے چونکہ اُنکو معلوم ہو گیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس سے کراہت و ناگواری ہے - ادب یہی ہے کہ اپنے بزرگ کی رضا و خوشنودی کی کوشش کرے حتی کہ اگر تصریح یا قرینے سے یہ معلوم ہو جاوے کہ راہ مین انکے ساتھ ہمارے چلنے سے تکلیف ہوتی ہے تو ساتھ بھی نہ جانا چاہیے - اسیطرح جوتا اُٹھانے سے اگر تکلیف ہو تو جوتا بھی نہ اُٹھائے - جناب مولانا شیخ محمد صاحب مرحوم و مغفور کی حکایت ہے کہ جمعہ کے بعد مسجد سے باہر کو تشریف لیجا رہے تھے کہ ایک شخص نے آکر جوتا لینا چاہا مولوی صاحب نے تو اضعاً نہ دیا اُسنے اصرار کیا - مولوی صاحب نے زور سے پکڑ لیا تو اُس شخص نے ایک ہاتھ سے تو مولوی صاحب کا ہاتھ دبایا اور دوسرے ہاتھ سے زور سے جھٹکا دیکر چھین لیا - دیکھیے کہ اس شخص نے ایک ذرا سے خیالی ادب کے لیے اُن بزرگ کو کیسی اذیت اور تکلیف دی اور اس ادب سے بڑھکر بے ادبی ہو گئی - یہ سب ناسمجھی کی باتین ہین اور یہ باتین ہلکی نہین ہین اور گو یہ نماز روزہ کی طرح ارکان و شعائر اسلام سے نہین لیکن اس حیثیت سے کہ اخلاق کا تعلق دوسرون سے ہے اور اس طور پر یہ حقوق العباد سے ہین اسلیے انمین خرابی اور افراط تفریط کرنے سے نماز روزہ کی کوتاہی سے بھی زیادہ انمین مواخذہ کا اندیشہ ہے کیونکہ عباداتت تو اللہ تعالے کے حقوق ہین انمین اگر کچھ کمی ہو تو اللہ تعالے چونکہ کریم ہین عفو کی اُمید بعید نہین مگر حقوق العباد صاحب حق کے ہین معاف کرنیسے معاف ہوتے ہین اسلیے انکی رعایت بھی زیادہ ضروری ہے چنانچہ حدیث شریف مین حضرت

عائشہ صدیقہؓ کا وہ قصہ جسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا رات کو قبرستان کی طرف تشریف لیجانا اور حضرت کا پشت پیچھے جانا مذکور ہے آداب معاشرت کے مہتم بالشان ہونے کے لیے کافی دلیل ہے - وہ قصہ یہ ہے کہ ایک رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ کے مکان سے قبرستان کو تشریف لیگئے - اُنھون نے سمجھا کہ شاید کسی اور بیوی کے ہان تشریف لیجاتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ جاگتے ہین کیونکہ علم محیط صرف خداتعالی ہی کو ہے - اسلیے آنحضرت بخیال اسکے کہ حضرت عائشہؓ کی آنکھ نہ کھل جائے آہستہ سے اُٹھے اور آہستہ سے دروازہ کھولا اور آہستہ سے بند کیا (ان باتون کا خیال رکھنا چاہیے کہ سونے والون کو تکلیف نہ ہو) اور قبرستان کیطرف تشریف لے گئے - حضرت عائشہ چونکہ جاگتی تھین اور اُنکا خیال تھا کہ شاید کسی اور بیوی کے ہان تشریف لے گئے ہین یہ بات اُنکو بوجہ غایت تعلق ومحبت گوارا نہوئی اور دبے پاؤن پیچھے پیچھے ہولین - اور آپکی شان محبوبیت تو اسدرجہ تھی کہ حضرت عائشہؓ کو یا آدمیون کو تعلق عشق ہوتا ہو تو کیا عجیب ہے جبکہ حیوانات تک آنحضرت کی محبت سے بیقرار تھے حج مین جب آنحضرتؐ نے سَو اونٹ ذبح کیے ہین جنمین ترسٹھ ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے تھے (اس سے قوت جسمانیہ کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے) اونٹون کی یہ حالت تھی کہ بیقرار ہوکر اپنی گردنین جھکاتے تھے اور آپکی طرف مشتاقانہ بڑھتے تھے کہ ہمکو ذبح کرین حدیث مین ہے کلھن یزدلفن الیہ خوب کہا ہے ؎

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف	بامید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

جب حیوانات کو یہ بیقراری ہو تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تو خاص تعلق تھا اُنکی بیقراری کیا عجیب ہے - غرضکہ حضرت عائشہؓ پیچھے پیچھے قبرستان مین پہونچین آنحضرتؐ نے وہان اموات کے لیے دعا فرمائی اور اُسکے بعد گھر کی طرف لوٹے اور یہ بھی لوٹین تو اب یہ آگے ہولین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آگے آدمی دیکھکر تحقیق کے لیے اُسطرف تیز چلنا شروع کیا حضرت عائشہؓ دوڑین آنحضرت نے بھی دوڑکر آگے بڑھنا چاہا وہ اور دوڑین اور گھر آکر بستر پر سے چپکے سے لیٹ گئین حضرتؐ تشریف لائے تو پوچھا کہ سانس کیون چڑھا ہوا ہے - الی آخر الحدیث - بعض لوگ گو ان آداب کی تعلیم بضرورت ذرا سخت الفاظ سے کیجاتی ہے (کیونکہ تعلیم کے لیے

بعض حالات و بعض طبائع کے اعتبار سے ذرا سختی کی ضرورت ہوتی ہے) تو برا مانتے ہین اور اسکو اخلاق کے خلاف سمجھتے ہین سو جان لینا چاہیئے کہ بے تمیزی کی بات پر تشدد کرنا اور سختی سے تعلیم کرنا اخلاق کے خلاف نہین ہے - کیونکہ حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لقطہ کی نسبت پوچھا کہ اگر کوئی آوارہ بکری ملے تو کیا کیا جائے آپ نے فرمایا کہ لے لینا چاہیئے ورنہ کوئی اور یا کہ بھیڑیا لے لیگا پھر ایک شخص نے اونٹ کی نسبت بھی یہی سوال کیا تو آنحضرتؐ ناخوش ہوئے اور تیزی سے جواب دیا اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کرنا بے تمیزی پر جائز ہے ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است		چو رگ زن کہ جراح و مرہم نہ است	

پس اصل اصول اخلاق کا یہ ہے کہ بلا وجہ کسیکو تکلیف و اذیت نہ پہونچائے بعضے لوگ گھر پر آکر تقاضے پر تقاضا اور آوازین دینی شروع کرتے ہین یہ بھی تکلیف دینا ہے ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون - پہلے سے سلام کے آداب بیان ہو رہے تھے تو ایک ادب تو مذکور ہوا کہ طاعت و ذکر مین جو شخص مشغول ہو اُسکو سلام نہ کرے - کیونکہ عاصی کا اکرام جائز نہین اور ایک ادب یہ ہے کہ حاجت ضروریہ یعنی بول و براز کی حالت مین سلام نہ کرے نیز کھانے پینے کی حالت مین سلام نہ کرنا چاہیئے اُسوقت اگر جواب دیا تو احتمال ہے کہ گلے مین پھندا پڑجاوے اس بیان کے ضمن مین بہت آداب اور احکام آگئے پھر سلام کا متمم مصافحہ ہے اسکے بھی چند ضروری آداب بیان ہوتے ہین سو جاننا چاہیئے کہ مصافحہ اول لقاء مین بالاتفاق مسنون ہے اور رخصت کے وقت مختلف فیہ اور ان دو کے سوا تیسرا ثابت نہین پس اسکے لیے بھی ضوابط و حدود مقرر ہوئے اور اسکی کیا تخصیص ہے ہر چیز کیواسطے خاص ضوابط اور شرائط ہین کہ بدون اُنکے وہ چیز درست نہین ہوتی مثلاً نماز ہے اگر کوئی چار رکعت کی جگہ پانچ رکعت پڑھنے لگے تو صحیح نہین ہوگی یا جمعہ حنفیہ کے نزدیک دیہات مین پڑھنے لگے تو نہین ہوگا یا حج بمبئی جاکر کرے تو نہین ہوتا اسیطرح ہر امر مین ضابطہ اور قاعدہ ہے چنانچہ مصافحہ معانقہ کے بھی قاعدے مقرر ہین مثلاً عیدین اور جمعہ مین جو لوگ محض رسم جانکر مصافحہ یا معانقہ کیا کرتے ہین کہین ثابت نہین اور عیدین اور جمعہ کو اسمین کوئی دخل نہین اسلیے یہ رسم

بدعت ہے اسکو ترک کر دینا چاہیے اور بتلانے والے علما سے ایسے امور مین مزاحمت نہ کرنا چاہیے کہ صاحب اسکی کیا وجہ ہے یہ کیون منع ہے کیونکہ دلائل کا سمجھنا آسان نہین ہے اُسکے لیے خاص علوم کی بھی ضرورت ہے البتہ احکام بیشک آسان ہین کہ مسئلہ معلوم کر لو اور عمل کر لو باقی دلائل ہر شخص کے سمجھ مین نہین آسکتے مگر عوام کے حال پر افسوس ہے کہ باوجود جہل کے علماء سے مقابلہ کرتے ہین اصل یہ ہے کہ اُنکے دل مین علماء کی وقعت نہین ورنہ وقعت خود مانع ہوتی ہے مزاحمت سے دیکھو اگر کوئی انجنیر کسی سرکاری عالیشان قیمتی عمارت کے گرانے کا حکم دیدے اور اس عیب و نقصان کی تفصیل نہ بیان کرے تو وہ عمارت فی الفور گرادی جاتی ہے ذرا تامل نہین کیا جاتا کیونکہ اُسکو ماہر و معتبر سمجھکر اسکی اس تجویز کو باوقعت سمجھا تا ہے اور بڑا سے بڑا فاضل دل مین یون جان لیتا ہے کہ جس بات کو انجنیر کی عقل اور نظر معلوم کر سکتی ہے وہ میری سمجھ مین نہین آسکتی افسوس علماء کو اتنا بھی نہین سمجھا جاتا جتنا انگریز ڈاکٹر اور انجنیر کو سمجھتے ہین احکام کا آسان اور دلائل کا مشکل ہونا ایسا ہے جیسا اقلیدس کا یہ دعوی سمجھنا تو چندان دشوار نہین کہ مثلث کے تین زاوئے ملکر تین قائمون کی برابر ہوتے ہین مگر اسکی دلیل ہر شخص کو آسان نہین بجز اُسکے جو اُسکے مبادی جانتا ہو بعض اس سے بڑھکر شریعت مین ترمیم کی رائے دیتے ہین اگر ایسی رائے دینے والونکی باتین مانی جاوین تو شریعت تو تمام مٹ کر رہجائیگی اور بجز کفر و دہریت کے اسلام کا نام بھی باقی نہ رہے ان رائے دہندگان کی بالکل ایسی مثال ہے ؎

گربہ میر و سگ وزیر و موش را دیوان کنند	این چنین ارکان دولت ملک را ویران کنند

مسلمان من حیث مسلمان کا مشرب تو احکام الٰہیہ مین یہ ہے ؎

زبان تازہ کردن باقرار تو	نینگیختن علت از کار تو

افسوس یہ لوگ اتنا نہین سمجھتے کہ وکیل سے قانون اور دفعہ پوچھی جاوے تو معقول ہے مگر بناء قانون دریافت کرنا محض غیر معقول ہے اول تو اکثر وکیل جانتے ہی نہ ہونگے اور جو جانتے ہین وہ بھی کہہ سکتے ہین کہ ہمارا فرض منصبی قانون بتلانا ہے نہ کہ علت قانون اگر بناء قانون کی تحقیق منظور ہے تو واضعان قانون سے جاکر پوچھو اور تبدیل قانون کی رائے دینا اور اُسمین بحث و گفتگو کرنا تو بڑی

انکار حکومت ہے افسوس حکومت دنیویہ کے قانون مین تو یہ مداخلت ناجائز سمجھی جاوے مگر شریعت کے احکام مین مداخلت کو سہل سمجھا جاوے حکیم ڈاکٹر سول سرجن جب کوئی نسخہ تجویز کرتا ہو اس سے کوئی نہین پوچھتا کہ یہ نسخہ کیون تجویز کیا ہے اسکی وجہ اور علت کیا ہے مگر علماء سے علتین پوچھی جاتی ہین اور حجتین نکالی جاتی ہین اصل یہ ہے کہ وہان تو اصلاح اور شفا مقصود ہے اور یہان یہ مقصود ہی نہین ورنہ اطبار روحانی کے نسخہ کو بعد تحقیق انکے طبیب ہونیکے بیچون وچرا لی جانے ان کے دلون مین خود احکام ہی کی وقعت اور عظمت نہین بلکہ احکام خداوندی کو کھیل بنا رکھا ہے احکام کا حال رسم و رواج کا سا سمجھتے ہین کہ انمین حسب مصلحت تغیر و تبدل ہوا کرتا ہے ؎

سحر را با معجزه کرده قیاس ‏ ‏ ‏ هر دو را بر مکر بنهاده اساس

احکام کے دلائل سمجھنا محققین کا کام ہے اور محقق ہونے کے لیے خاص اسباب وآلات کی ضرورت ہے اور جو آدمی درجہ تحقیق پر پہونچنے کی ہمت نہ رکھتا ہو اسکو محققین کی تقلید و اتباع کرنا چاہیے اور اگر نہ محقق ہوا نہ مقلد تو عنقریب وہی حالت ہوگی جیسا ارشاد فرمایا ہے وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر الخ اب مصافحہ کے متعلق عرض کرتا ہون بعض وقت مصافحہ کرنے سے دوسرے آدمی کو بار ہوتا ہے فرض کیجیے ایک ہاتھ مین جوتا ہے دوسرے ہاتھ مین چھتری ہے اب مصافحہ کیسے کرے بجز اسکے کہ جوتے کو رکھے تو خود اسکی تکلیف دینا یہ امر غیر معقول ہے اسیطرح جو آدمی کام مین مشغول ہو اس سے مصافحہ نکرنا چاہیے اس سے تکلیف بھی ہوتی ہے اور حرج بھی ہوتا ہے اسیطرح جو شخص تیز چلتا ہو اسکو مصافحہ کے لیے مجبور کرنا مناسب نہین کیونکہ اسمین دوسرے ضروری کام کا حرج ہوتا ہے اسلیے تنگی ہوتی ہے اسیطرح بعض آدمیونکی عادت ہے کہ مجلس مین پہونچکر سب آدمیون ــــ سے مصافحہ کرتے ہین اور اگر وہ لوگ کسی شغل مین ہون تو اتنی دیر تک سب بیکار ہو جاتے ہین اور اس سے تنگی ہوتی ہے اسیطرح اکثر لوگونکی عادت ہے کہ بعد وعظ واعظ سے ضرور مصافحہ کرتے ہین سو اول تو یہ بدعت ہے اور پھر تکلیف بھی ہے جس بات مین دوسرے کو تکلیف ہو وہ نکرنا چاہیے مثلاً اگر قرائن سے معلوم ہو کہ سفارش کرنے سے دوسرے آدمی پر بوجھ ہوگا تو ایسی سفارش نہ کرے بعض دفعہ سفارش پر عمل کرنا اس آدمی کی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے اور سفارش کنندہ کے لحاظ اور دل شکنی

کیونکہ اُسے اپنی مصلحتون کے خلاف پر اُسکو مجبور ہونا پڑتا ہے اور اب سفارش کنندہ تو اس خیال مین مست ہین کہ ہمنے فلان کی حاجت روائی کردی مگر اُنکو خبر نہین کہ بلاوجہ اور ناحق دوسرے آدمی پر بوجھ ڈالکر اسکی مصلحتون کا خون کیا ایک نیکی کے لیے جو کہ واجب بھی نہ تھی مفت مین کئی برائیان ذمہ لین اکثر لوگ ایک مصلحت تو دیکھ لیتے ہین کہ ایک آدمی کو نفع پہونچ گیا مگر ان مضرتون اور کلفتون کو نہین دیکھتے جو دوسرون کو پہونچین حفظت شیئاً وغابت عنک اشیاء اگر سفارش کی ضرورت ہو تو اُسمین صاف ظاہر کردینا چاہیئے کہ تمہاری مصلحت کے خلاف نہ ہو تو یہ کام کردو ورنہ خیر تاکہ دوسرے آدمی پر بوجھ نہ پڑے دیکھیئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہؓ سے مغیثؓ کی سفارش کی کہ انکو نکاح مین قبول کرلو بریرہؓ چونکہ جانتی تھین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سفارش مین بوجھ نہین ڈالتے اسلیے اُنھون نے پوچھا کہ آپ حکم فرماتے ہین یا سفارش آنحضرت نے فرمایا کہ نہین حکم نہین دیتا سفارش کرتا ہون اسپر بریرہؓ کو چونکہ معلوم تھا کہ آپ اس سے ناخوش نہونگے اُنھون نے صاف انکار کردیا تو بس سفارش ایسی ہونی چاہیے کہ دوسرے پر بوجھ نہ پڑے بلکہ صاف کہدے کہ اگر خلاف مصلحت نہ ہو تو کردو کچھ زور نہین ڈالا جاتا ہو کہ صاحب یہ کام آپکو ضرور کرنا ہوگا افسوس ہمنے سب طریقے اور معاملات اور طرز معاشرت وغیرہ کو بدل دیا کس کس چیز کی اصلاح کیجا دے۔ مثل اونٹ رے اونٹ تری کونسی کل ہے سیدھی۔

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

یہ ایسا وقت ہے کہ ان سب خرابیون کو دیکھکر زبان پر یہ شعر آجاتا ہے

اے بسراپردۂ یثرب بخواب	خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

غرض اس بات کا خیال رکھے کہ جو کام کلفت دہ ہو وہ نہ کرے مثلاً دعوت تو کم آدمیون کی اور زیادہ آگئے یہ مرض بھی کچھ ایسا عام ہورہا ہے کہ لوگ اکثر شادی بیاہ مین اسکی پروا نہین کرتے خواہ اہلخانہ کے ہان اتنا سامان بھی نہ ہو ایک ظریف آدمی تھے اُنھون نے جو دیکھا کہ شادی بیاہ وغیرہ تمام دعوتون مین ایک ایک دو دو کو ضرور ساتھ لیجاتے ہین اُنھون نے کیا دل لگی کی کہ ایک دفعہ جو دعوت مین گئے تو ایک بھیڑیے کو بھی ساتھ لیتے گئے اور جب کھانا رکھا جانے لگا تو اُنھون نے بھیڑیے کے حصہ کی بھی رکابی رکھوائی لوگون نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہو اُنھون نے کہا

که بھائی اور لوگ اپنی اولاد کو لاتے ہین میرے کوئی اولاد نہین مین اسکو عزیز رکھتا ہون مین اسکو لایا
غرض سب شرمندہ ہوئے اور اس رسم کو موقوف کیا گیا حدیث شریف مین ہے کہ ایکدفعہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت مین ایک آدمی ویسے ہی چلے گئے آپنے مکان پر پہونچکر
صاحب خانہ سے صاف فرمادیا کہ یہ ایک آدمی ہمارے ساتھ ہولیا ہے اگر تمہاری اجازت ہو
تو آوے ورنہ چلا جائے صاحب خانہ نے اُسکو اجازت دیدی اور وہ شریک ہوگیا رہا یہ شبہہ
کہ شاید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لحاظ سے اُسنے اجازت دیدی ہو اُسکا جواب یہ ہے کہ
ایسے اُمور مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسقدر آزادی دے رکھی تھی کہ جسکا جی چاہتا
قبول کرتا تھا اور جسکا جی چاہتا تھا انکار کردیتا تھا چنانچہ حضرت بریرہؓ کا قصہ آپنے ابھی سنا ہی
ایک قصہ اس سے بڑھکر سنیئے مسلم مین ہے کہ ایک ذمہ ایک فارسی شخص نے کہ شوربا عمدہ پکاتا تھا
شوربا پکاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی آپنے فرمایا بشرطیکہ عائشہ کی بھی دعوت کرو تو قبول
کرتا ہون اُس شخص نے عرض کیا کہ نہین حضرت عائشہؓ کی نہین اُسپر آنحضرت نے فرمایا کہ ہماری بھی
نہین پھر اُسنے اصرار کیا آنحضرت نے پھر بھی فرمایا اُسنے چند بار انکار کیا اگر رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے لحاظ کا بوجھ اور دباؤ ہوتا تو وہ انکار کیون کرتا پھر اپنی خوشی سے اُسنے حضرت عائشہؓ
کی بھی دعوت کی اور آنحضرت نے قبول فرمائی اور یہ جائز ہے کہ دعوت قبول کرین کوئی شرط لگا
غرض اس قسم کا تکلف اور تکلیف جو آجکل ہملوگون میں ہے اُس زمانہ مین نہین تھا ہم لوگون نے اپنی
حالت خود بگاڑ رکھی ہے اور مذہب اسلام کو غیر قومون کی نظرون مین ہلکا بنادیا ہے وہ ہماری حالت
کو جو ہم نے خود اپنے افعال سے کر رکھی ہے دیکھکر غلطی سے مذہب اسلام کو ناقص سمجھنے لگے ہین
اور دراصل ہم ہی نے اسلام کو بدنام کر رکھا ہے اور جسطرح بعض مواقع مذکورہ مین مصافحہ کے موجب
اذیت مین اسیطرح کھانے وغیرہ کے وقت مصافحہ کرنا بھی سراسر خلاف تہذیب ہے ہاتھ تو سالن
مین سن رہا ہے انکو مصافحہ کی پڑی ہے بعض ایسی بے تمیزی کرتے ہین کہ ہاتھ مین قارورہ پیشاب
کا ہے بس اُسکو رکھا اور مصافحہ کرنے لگے یہ بالکل نظافت کے خلاف ہے اگرچہ ہاتھ مین کچھ نہ
لگا ہو اصل اسکی حدیث من مس فرجه فلیتوضأ ہے امام شافعی صاحبؒ اس حدیث سے مس فرج
کو ناقض وضو قرار دیکر وضو کا حکم فرماتے ہین مگر ہمارے ائمہ اسکو نظافت پر محمول فرماتے ہین

اور کہتے ہین مطلب یہ ہے کہ یہ ہاتھ اب قابل نماز کے نہین استحباباً وضو لغوی یعنے ہاتھ دھونا یا وضو شرعی
کرلیا جاوے اور منجملہ حقوق اسلام ایک حق اجابتہ الداعی بھر دو معنی ہے یعنی ایک معنی یہ کہ مسلمان
بھائی کے پکارنے پر جواب دے اسکے بھی آداب ہین چنانچہ امام یوسف رحمۃ اللہ کو امام صاحب رحمۃ اللہ نے یہ وصیت
فرمائی ہے کہ اگر کوئی تمکو پیچھے سے پکارے تو جواب مت دو کیونکہ اُسنے تمھاری اہانتہ کی ہے اُسنے
تمکو حیوان چارپاؤن کیطرح پیچھے سے آواز دی ہے کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاء و ندا ء ا
اور یہ جواب نہ دینا تکبر نہین ہے بلکہ ایک شخص کی اصلاح ہے اور واقع مین پیچھے سے آواز دینا
کتنی بے تمیزی کی بات ہے کہ کام تو ہمارا اور روکین اُسکو یہ خلاف تہذیب ہے خود آگے بڑھکر
سامنے کیطرف سے آکر بولنا چاہیئے دوسرے معنی اجابتہ الداعی کے دعوت قبول کرنے کے ہین
اسکے بھی آداب ہین بعض آدمی تکبر کی وجہ سے دعوت غریب کی قبول نہین کرتے یہ تکبر مذموم اور
قبیح ہے ایک حکایت یاد آئی ایک مولوی صاحب کی دعوت ایک بیچارے غریب نے کی مولوی صاحب
اُسکے ساتھ دعوت کھانے جارہے تھے رستہ مین ایک رئیس صاحب سے ملاقات ہوئی رئیس صاحب
نے پوچھا مولوی صاحب کہان تشریف لیچلے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اس سقے نے
دعوت کی ہے اسکے یہان جارہا ہون رئیس صاحب ملامت کرنے لگے کہ مولوی صاحب آپنے
تو بالکل ہی بات ڈبو دی اور ایسی ذلت اختیار کی مولوی صاحب نے ایک لطیفہ کیا اُس سقے سے
فرمایا کہ بھائی اگر ان کو بھی دعوت مین لیچلو تو چلتا ہون ورنہ مین بھی نہین چلتا اب وہ سقہ امیر صاحب
کے گرد ہوا اور منت سماجت کرنے لگا اول اول تو بہت عذر کیے مگر خوشامد عجیب چیز ہے پھر اور
لوگ بھی جمع ہوگئے اور مجبور کرنے لگے لا محالا جانا پڑا وہان جاکر دیکھا کہ غریب لوگ جس تعظیم و تکریم اور
محبت سے پیش آتے ہین وہ امیرون و نوابون کے یہان خواب مین بھی نہین دکھلائی دیے تو قائل
ہوگئے کہ واقعی راحت عزت اور محبت جو غریبون سے ملنے مین ہے وہ امیرون سے ملنے مین قیامت
تک نہین اور حقیقت مین غریبی مین جو پریشانی کی حد تک نہ ہو جسقدر دینی اور دنیوی راحت ہے
وہ ثروت مین نہین اور فضیلت الگ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم دعا فرماتے ہین اللھم احینی مسکینا
و امتنی مسکینا و احشرنی فی زمرۃ المساکین پس مال کی اتنی ضرورت ہے کہ فاقہ نہ ہو اور پریشانی
نہ ہو غرض یہ کہ غریب لوگ اگر دعوت کرین تو صاحب ثروت کو جاہ و تکبر کی راہ سے انکار نہین چاہیئے

باقی یہ کہ ہر جگہ کی دعوت بلا امتیاز اخلاص عدم اخلاص قبول کرے گو زیادہ تحقیق وتفتیش اور کھود کرید کی ضرورت نہین مگر تاہم جن لوگون کے ہان بظن غالب اکثر آمدنی حرام کی ہے اُنکی دعوت قبول کرنا جائز نہین جیسا آجکل موروثی زمینداروں کی کثرت ہے اسیطرح رشوت کی سو ایسے لوگون کے ہان دعوت قبول نکرے ہان اگر غالب مال حلال ہو تو جائز ہے لیکن اگر زجر کے لیے نہ کھاوے تو زیادہ بہتر ہے اسیطرح اگر مجمع معصیت مین دعوت ہو قبول نہ کرے اور اگر اسکے جانے کے بعد فعل معصیت شروع ہو مثلاً راگ باجا جو اکثر شادیون مین ہوتا ہے تو اگر خاص اس جگہ ہے جہان پر یہ بیٹھا ہوا ہے تو چھوڑکر چلا آوے اور اگر فاصلہ سے ہے تو اگر یہ شخص مقتداے دین ہے تب بھی اسکو وہان سے اُٹھ آنا چاہیئے اور اگر مقتداے دین نہین تو خیر کھانا کھا کر چلا آوے اسیطرح جو رسوم خلاف شریعت اکثر شادیون مین ہوا کرتی ہین ان ہی سے وہ مجمع مجمع معصیت ہو جاتا ہے وہان نہ بیٹھے اور رسوم تو الگ ہین خود آجکل برات ہی مجمع معصیت ہے اگر کوئی اور خرابی نہ ہو تو یہ خرابی تو ضرور ہی برات مین ہوتی ہے کہ براتی مقدار دعوت سے زائد جاتے ہین جس سے بیچارہ میزبان کو سخت دقت کا سامنا ہوتا ہے کہین قرض لیتا ہے کہین اور کچھ فکر کرتا ہے غرض بہت خرابی ہوتی ہے پھر ایسے شخص کی نسبت حدیث شریف مین یہ الفاظ ہین کہ دخل سارقا وخرج مغیرا ایسی ہی شادی غمی کے موقع پر جو اکثر لوگ تفاخر کے طور پر دعوت کرتے ہین اُنکی دعوت بھی قبول نہ کرنا چاہیئے اسی طرح جو دعوت دین اور طاعت کا عوض ہو وہ بھی درست اور جائز نہین جیسے تیجے وغیرہ مین قرآن اور کلمہ درود پڑھکر اسکے عوض دعوت اور الائچی دانہ اور چنے وغیرہ ملتے ہین ؎

زیان میکند مرد تفسیر دان — که عِلم و عَمل میفروشد بنان

اسیطرح وعظ کی خاص دعوت یا اجرت بھی ایسی ہی ہے جسکے دل مین کچھ بھی دین کی غیرت اور عزت ہوگی وہ خود ایسی باتون سے پرہیز کریگا البتہ واعظ اگر مسافر ہوا اور مسافرت کے طور پر کھالیوے تو یہ اور بات ہے مگر گھر بھی جہان پر وعظ ہو اُس جگہ سے نہ کھاوے ایساہی مرید ہونیکے موقع پر پیر کی دعوت کرنا کیونکہ یہ بالکل صورۃ مبادلہ کی ہے اسیطرح نذر ہدیہ وقت بیعت اور علاوہ اسکے کہ یہ ہدیہ بیعت کے وقت کا مبادلہ کی صورت ہے اسمین کئی اور بھی خرابیان ہین مثلاً بعض نادار غربا جو بیعت ہونا چاہتے ہین وہ بوجہ شرم کے رک جاوینگے اسیطرح ذلت کی دعوت بھی قبول

نہین کرنا چاہیئے کیونکہ ذلت سے مرنا شریعت مین محمود ہے حدیث شریف مین ہے کہ لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ ذلت کی دعوت آجکل زیادہ تر ایک ہے یعنی جو کہ مردونکے ایصال ثواب کے لیے دعوت کیجاتی ہے اور طالب علمون اور ملاؤن وغیرہ کو بلایا جاتا ہے بس یہ دعوتیے کہ اسکے کھانے والے عام لوگون مین حقیر سمجھے جاتے ہین چنانچہ کانپور مین ایک دفعہ ایک دعوت مین جاتے ہوئے طالب علمون کی نسبت سُنا کہ خدا خیر کرے کس کے گھر چڑھائی ہوئی ہے بس اس قسم کی دعوت طعام ذلت ہے اس سے بچنا چاہیئے ؎

بلئس المطاعم عین الذل تکسبہا	فالقدر منتصب والقدر مخفوض

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اہل علم کو اُس دعوت سے بچنا چاہیئے جسمین ذلت ہو وجہ یہ کہ اہل علم کی ذلت خود علم کی ذلت ہے قبول کرنے کے لائق صرف وہ دعوت ہے جو محض محبت سے ہو حلال کھانا ہو نہ اسمین رسم کی پابندی ہو نہ تفاخر اور نہ ریا ہو نہ ذلت ہو بلکہ اُسکی بنا محض محبت ہی محبت ہو ایسی ہی ہدیہ مین بھی ہونا چاہیئے بس اس قسم کی دعوت اور ہدیہ مسنون ہے اسکا قبول کرنا سنت ہے کیونکہ صرف محبت سے ہے تہادوا تحابوا حدیث شریف ہے باقی رسم کے طور پر جو کچھ دیا جاتا ہے مثلاً شادی کے جوڑے وغیرہ اسمین محبت کا نام بھی نہین ہان اگر محض محبت سے بلا قید و پابندی رسوم ہو تو جائز ہے بلکہ ایسا ہدیہ کھانے سے دل مین نور پیدا ہوتا ہے اور منجملہ اُن حقوق کے جو ایک مسلمان کے دوسرے پر ہین عیادت یعنی بیمار پرسی ہے اسکے بھی آداب ہین اسمین بھی افراط تفریط ہو رہی ہے چنانچہ بعض آدمی تو سرے سے بیمار کو پوچھنے ہی نہین جاتے یہ تفریط ہے اور بعض جو پوچھنے جاتے ہین تو بجائے اسکے کہ بیمار کو انسے راحت ہوتی یہ اور اُلٹے موجب تکلیف بنتے ہین مثلاً وہان جاکر زیادہ دیر تک بیٹھا رہے یہ تکلیف کی بات ہے بیمار آدمی کو مختلف حوائج اور ضروریات ہوتے ہین اور وہ بیچارہ انکا لحاظ کرتا ہے اور تکلیف اُٹھاتا ہے حدیث شریف مین ہے کہ من عاد منکم مریضا فلیخفف جلوسہ

البتہ تیمارداری اور چیز ہے اسمین بیمار کے پاس ہر وقت بیٹھنا خدمت کے لیے ہے خدمت کسیکی ضروری نہین مگر دفع اذیت اور راحت سب پر ضروری ہے بعض آدمیون کی عادت ہے کہ بیمار آدمی کے پاس بیٹھکر فضول قصے ہانکا کرتے ہین یا خود اُس بیماری سے بیماری کا سارا قصہ

پوچھتے ہین ایسی باتون سے بیمار کو تکلیف ہوتی ہے انسے بچنا چاہیے ع بشنت آنچہ کہ آزارے بار غیر ایک ان حقوق مین سے تعزیت و شرکت جنازہ ہے اُسکے بھی آداب ہین مثلاً کندھا دینا قبرمین اُتارنا کچھ پڑھکر ثواب بخشنا مگر شریعت کے موافق جس سے اُسکو نفع پہونچے ورنہ بیکار ہے مثلاً بعض لوگ ایصال ثواب کے لیے میت کے تمام پارچیات پوشیدنی دیدیتے ہین اور تمام ورثہ سے اجازت نہین لیتے یا ورثہ نابالغ ہوتے ہین جنکی اجازت قبل از بلوغ معتبر نہین سو یہ تصرف میت کے ترکہ مین جو کہ سب ورثہ مین مشترک ہے ناجائز ہے ہان بعد تقسیم ترکہ جسکا جی چاہے اپنے حصہ مین سے دیسکتا ہے اور ایسے کپڑے وغیرہ اشیاے استعمالی اکثر مساجد اور مدارس مین آتے ہین لہٰذا مدرسہ اور مسجد والون کے ذمہ ضروری ہے کہ اُمور مذکورہ کی تحقیق کرلیا کرین وعظ ختم ہوا اور تمام وعظ کا خلاصہ یہ ہوا کہ معاشرت باہمی مین اسکا خیال رہے کہ مردہ اور زندہ سبکو راحت اور نفع پہونچے اور کسیکو مضرت او تکلیف نہو اور ان اُمور مین سلیقہ صحبت اہل اللہ سے حاصل ہوتا ہے مگر بعضے لوگ خود بزرگون کے ہان جانے مین ایسی بے احتیاطی کرتے ہین کہ انکو تکلیف ہوتی ہے مثلاً جانیکے وقت اپنی فرصت کا تو لحاظ رکھتے ہین مگر یہ نہین سوچتے کہ آیا یہ وقت انکی فرصت کا بھی ہے یا نہین چاہے وہ وقت اُنکے آرام کا ہو مگر انکو اُسی وقت جاکر تکلیف دیجاتی ہے اور صرف یہی نہین بلکہ اتنی دیر بیٹھتے ہین کہ انکے آرام کا سارا وقت ختم ہوجاتا ہے ان جانیوالے بزرگ کا تو کوئی نقصان نہوا مگر اگلے آدمی کو جو اذیت پہونچی وہ کس مد مین ہے سو یہ نہایت بے تمیزی اور حماقت ہے اگر اتفاق سے ایسے وقت جانا ہو تو نہایت اختصار کرنا چاہیے تھوڑا بیٹھے ایک شخص حضرت حاجی صاحب کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرت کی نیند ضایع ہوتی مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے ایک روز حضرت حافظ ضامن صاحب شہید علیہ الرحمہ کو تاب نہ رہی اور اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ بیچارے درویش رات کو جاگتے ہین دوپہر کا وقت تھوڑا سا سونیکا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو یہ کسقدر بے نفسانی ہے آخر کچھ لحاظ چاہیے اور حضرت حافظ صاحب کی یہ تیزی بضرورت تھی بعض اوقات اصلاح اخلاق بجز سیاست اور سختی کے نہین ہوتی اور کسی کے پاس جانے مین ایک اسکا خیال رکھے کہ اطلاع کرکے جاوے اور عام بیٹھک مین اگرچہ بلا اطلاع ناجائز ہے اور لاتدخلو بیوتا الخ سے مستثنیٰ ہے مگر خاص خلوت کے وقتون مین وہان بھی نہ جانا چاہیے شاید کچھ کلفت ہو یا گرانی ہو حاصل یہ کہ ہر وقت ہر حالت مین اسکا خیال بہت رکھے کہ کسیکو اپنے سے تکلیف اور گرانی نہ ہو فقط

وعظ ہفتم

ملقب بہ

الاخلاص حصۂ اول

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کسنے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
تھانہ بھون جمعہ مسجد	وسط جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ		بیٹھکر	اخلاص	مولوی عبداللہ صاحب گنگوہی		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم اما بعد فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی نیاتکم واعمالکم ترجمہ حدیث شریف کا یہ ہے کہ حق تعالے تمھاری صورتون اور مالونکی طرف نظر نہین فرماتے لیکن تمھاری نیتون اور اعمال پر نظر فرماتے ہین اس حدیث مین حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شے کی تعیین فرمائی ہے جسپر حق تعالے کی نظر ہے گو مخلوق کی نظر نہین اور اُس شے کی بھی تعیین فرمادی جسپر حق تعالے کی نظر نہین گو مخلوق کی نظر ہے اور صور و اموال کی تخصیص کی وجہ حالانکہ غیر منظور اور اشیاء دنیویہ بھی ہین یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُن ہی اُمور کو بیان فرماتے ہین

کہ جنکی ضرورت ہے اور جنمین ابتلا ہے اور جو غیر ضروری امور ہین یا جسمین ابتلا کبھی نہین ہوتا اُنکو بیان نہین فرماتے ہین کیونکہ ایسے امور کے بیان کی ضرورت ہی نہین چنانچہ یہ کہین نہین فرمایا کہ گوبر مت کھایا کرو پیشاب مت پیا کرو اسلیے کہ اکلاً و شرباً ان چیزون کا استعمال معتاد نہین ہے البتہ اسمین ابتلا کی کی صورت یہ ہوسکتی تھی کہ ثوب یا بدن نجاست مین آلودہ ہوجائے سو اُسکو تصریحاً بیان فرمادیا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ہمارے حضور طبیب ہین آپ کے تمام خطابات بعینہ ایسے ہی ہین جیسے کہ ایک طبیب کی مخاطبت مریض کے ساتھ طبیب امراض جسمانی کا علاج کرتا ہے حضور امراض روحانی کے ازالہ کے لیے تشریف لائے ہین پس طبیب مریض کو اُن ہی اشیاء سے منع کرتا ہے کہ جسمین ابتلاء ہو مثلاً انبہ کی فصل ہین انبہ سے منع کرے کہ انبہ مت کھانا اور اگر فصل نہو گی منع کرنیکی ضرورت ہی نہین اُسوقت منع کرنا عبث ہے بلکہ ایسے طبیب کی مثال اُس بقال کی سی ہوجاویگی کہ بقال کی تھالی گم ہوگئی تھی تمام جگہ تلاش کی یہانتک کہ گھڑے مین بھی تلاش کی کسی نے پوچھا کہ گھڑے مین تھالی کیسے آسکتی ہے بقال نے کہا کہ یہ تو مین بھی جانتا ہون مگر احتیاطاً دیکھ لینا اچھا ہے شاید اس تقریر سے ایک نہایت کارآمد اور قابل قدر مضمون معلوم ہوا وہ یہ کہ قرآن وحدیث کا اصلی مذاق یہ ہے کہ اسمین انھین اشیاء سے بحث ہے کہ جسمین ابتلاء واقع ہے جیسا طبیب کا معاملہ مریض کے ساتھ اور یہ مذاق نہین کہ تمام شکوک محتملہ بعیدہ کو دفع کیا کرے جیسا مدرس کا خطاب طلبہ سے ہوتا ہے کہ عبارت مین جسقدر شکوک ہوتے ہین سبکو دفع کرتا ہے حتیٰ کہ ایسے شکوک کو بھی دفع کرتا ہے کہ اُنکی طرف ذہن بھی بمشکل منتقل ہوتا ہے غرض یہ کہ قرآن وحدیث بمنزلہ کتب طب کے ہین اور حضور بمنزلہ طبیب کے نہ کہ قرآن وحدیث بمنزلہ کتب درسیہ کے ہون اور حضور بمنزلہ مدرس کے اسی لیے جو لوگ منطق و فلسفہ پہلے پڑھتے ہین اور اُنکا مذاق فلسفی ہوجاتا ہے وہ قرآن وحدیث کو بھی اُسی نظر سے دیکھتے ہین پھر اسمین اشکال پیدا کرتے ہین اور سمجھنے مین اُنکو دقت واقع ہوتی ہے کیونکہ مذاق اُنکا بدلا ہوا ہے جیسے کہ ایک مولوی صاحب معقول پڑھکر ایک محدث کی خدمت مین پڑھنے گئے ترمذی مین یہ حدیث آئی لا یقبل اللہ صلوٰۃ بغیر طہور تو اُن مولوی صاحب نے شبہہ کیا کہ یہ حدیث تو اسکو بھی عام ہے کہ اگر نماز پڑھکر کوئی وضو کرے تو چاہیے کہ وہ قبول ہو تو وجہ اس لغو شبہہ کی یہی ہے کہ اُنکا مذاق فلسفہ و منطق سے

بدل گیا تھا احتمالات عقلیہ کو گو وہ شرعاً محتمل نہ ہون حدیث وقرآن مین بھی جاری کرتے تھے حالانکہ شارع کے احکام مین عادات وواقعات پر زیادہ نظر ہے اسی لیے شریعت کو وہ زیادہ سمجھے گا جو عادات ناس سے واقفیت رکھتا ہوگا اسلیے کہ شارع نے ہمارے اُن ہی امراض کا جسمین ابتلا ہے علاج بیان فرمایا ہے چنانچہ اس حدیث شریف مین بھی ایسے ہی ایک مرض کا جسمین ابتلا تھا علاج فرمایا ہے اور وہ مرض یہ ہے کہ مخلوق نے مطمح نظر ایک ایسی شئے کو بنا رکھا ہے جسپر خالق کی بالکل نظر نہین اور مطروح النظر ایسی شئے کو بنا رکھا ہے جسپر خالق کی نظر ہے اسلیے ضروری ہوا کہ اس غلطی پر متنبہ کیا جاوے تاکہ علاج کیا جائے اور اسوقت اس حدیث کے ہمارے اختیار کرنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم دیکھتے ہین کہ اس مرض مین عام طور سے ابتلا ہے اور حضور نے جو اپنے زمانہ خیریت نشانہ مین یہ مضمون فرمایا حالانکہ اسوقت غالب خیر تھی تو آیندہ کے لحاظ سے فرمایا کیونکہ حضور تو قیامت تک کے لیے سب کے طبیب ہین اور حضور کے احکام تمام واقعات شدنی کے متعلق ہین چنانچہ قیامت تک کوئی مرض کوئی عمل کوئی قول کوئی فعل ایسا نہین نہ ہوگا جسکے متعلق شریعت مین حکم موجود نہ ہو کیونکہ حضور کی شان تو یہ ہے کہ فرماتے ہین اوتیت علم الاولین والآخرین اور فرماتے ہین ادبنی ربی فا[حس]ن تادیبی وعلمنی ربی فاحسن تعلیمی اور یہان سے شریعت کی وسعت معلوم ہوگئی ہوگی کہ شریعت اسلامی کے سوا کوئی قانون ایسا نہین کہ جسمین تمام واقعات جو قیامت تک ہونیوالے ہین سب کا حکم موجود ہو اگر کوئی کہے کہ حضور نے بھی بعض مسائل کے متعلق لا ادری فرمایا ہے تو جواب یہ ہے کہ لا ادری اُسوقت تک تھا کہ جب تک شریعت کی تکمیل نہین ہوئی تھی اور جب آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور شریعت من کل الوجوہ مکمل ہوگئی پھر کوئی حکم غیر مبین نہین رہا سب مبین ہوگئے اور مبین ہونے کے یہ معنی نہین کہ بالتخصیص ہر ہر واقعہ کا حکم بیان فرمایا ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ قواعد کلیہ ایسے فرمائے جنسے تمام واقعات کے احکام مستنبط ہوتے ہین چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے بدن گودنیوالے پر جو لعنت فرمائی تو ایک عورت نے دریافت کیا کہ قرآن مین تو یہ حکم ہی نہین

ع۵ اسلیے کہ حدیث سے تقدم طہور کا قبول پر معلوم ہوتا ہے نہ کہ تقدم طہور کا صلوۃ پر پس بغیر طہور پڑھنے صحیح ہوجاوے پھر وضو سے قبول ہوجاوے ۱۲ منہ

حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ اگر تو قرآن پڑھتی تو اُسمین یہ حکم پاتی کیا تو نے قرآن مین پڑھا نہین ما آتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا یعنے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمکو دین (یعنے کسی شے کا امر فرمادین) اُسکو لو اور جس شے سے منع فرمادین اُس سے باز رہو۔ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بدن گودنیوالے پر لعنت فرمائی ہے پس یہ حکم بھی من اللہ ہوا آجکل جو اخبارون مین لکھا جاتا ہے کہ داڑہی رکھنے کا حکم قرآن مین ہی نہین یہ مولویون کی گھڑ ہے یہان سے اسکا جواب بھی معلوم ہوگیا کہ اگرچہ قرآن مین تصریحاً نہین ہے لیکن جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو امر فرمایا ہے اور حضور کا فرمایا ہوا اللہ تعالے ہی کا فرمایا ہوا ہی ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود	گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

آپ کی شان یہ ہے ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند	آنچہ استاد ازل گفت بگو آن گویم

پس اس قاعدے سے داڑہی رکھنے کا حکم بھی قرآن مین مذکور ہوگیا اور یہان سے ایک اور ضروری بات ثابت ہوئی وہ یہ کہ جب معلوم ہوگیا کہ حضور کا فرمایا ہوا گویا اللہ تعالے کا فرمایا ہوا ہے تو اب ہمکو اپنی حالت مین غور کرنا چاہیئے کہ ہمارا معاملہ حق تعالے کے اوامر کے ساتھ کیسا ہے سو تجربہ سے ایک قاعدہ دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے آپس مین اوامر کے ساتھ دو قسم کا برتاؤ ہے ایک یہ کہ بعض آمر کا امر سُنکر تو ہم اُسمین حجت اور حیلہ نکال سکتے ہین اور بعض مرتبہ صاف انکار بھی کر دیتے ہین اور بعض آمر کا امر سُنکر ہم سرنگون اور دم بخود رہجاتے ہین اور بجز تسلیم و انقیاد کے کچھ چارہ نہین ہوتا اور ہماری حالت یہ ہوتی ہے جیسا کہ شیخ نظامی نے کہا ہے ؎

زبان تازہ کردن باقرار تو	نینگیختن علت از کار تو

پس غور کرنا چاہیئے کہ اس فرق کی وجہ کیا ہے کہ کسی آمر کے ساتھ یہ برتاؤ اور کسی کے ساتھ دوسرا تو مابہ الفرق تامل کے بعد عظمت اور عدم عظمت معلوم ہوتا ہے جس آمر کی ہمارے قلب مین عظمت ہوتی ہے اُسکے آمر کے سامنے ہم سر تسلیم خم کر دیتے ہین اور اسمین کوئی شبہہ نہین پیدا ہوتا اور جسکے قلب مین عظمت نہین ہوتی اُسکی کچھ پروا نہین کرتے عظمت وہ شے ہی کہ زبان پر

مہر لگا دیتی ہے بلکہ زبان تو کیا قلب مین بھی اُس امر کے متعلق شبہہ تک نہین آتا بلکہ اگر دوسرا کچھ وسوسہ پیش کرتا ہے تو اُسکو یون دفع کیا جاتا ہے کہ میان یہ ایک جلیل القدر کا امر ہے ضرور ضرور اسمین کچھ مصلحت ہوگی ورنہ ایسا شخص اسکا امر ہی کیون کرتا گو وہ مصلحت ہماری سمجھ مین نہ آوے مثلاً اسٹام قیمتی عہ؍ کا خرید کر اگر ہم ڈاک خانہ مین چھوڑ دین اور اُسپر ڈاک کا ٹکٹ نہ لگا وین تو وہ بیرنگ ہو جاوے گا اور ۰؍ کا لفافہ بیرنگ نہین ہوتا حالانکہ اسکی قیمت اور اسکی قیمت مین ۱۵؍ کا فرق ہی سو ظاہر ہے یہ بالکل خلاف قیاس ہے مگر اسکے متعلق کبھی سوال تک نہین کیا جاتا ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے بلکہ بلا وسوسہ وشبہہ تسلیم کر لیتے ہین اور شب وروز اسپر عمل در آمد ہے کبھی کسی کی زبان پر تو کیا دل مین بھی شبہہ نہین ہوتا علیٰ ہذا دیگر احکام حکام مین بھی کبھی کوئی شک واعتراض نہین کرتا اور اگر بالفرض کوئی اسٹام کے متعلق شبہہ بھی کسی کے سامنے پیش کرے تو اول تو اُس شخص کو پاگل اور احمق سمجھین گے کہ کیا سوال کرتا ہے اور پھر جواب بھی دینگے کہ قانون اسیطرح ہے اور اس مجیب کو اس جواب جواب غیر مفصل وغیر مدلل کی وجہ سے یون نہ کہین گے کہ جواب سے عاجز ہے بلکہ ہر شخص سمجھے گا کہ جواب کافی ہو گیا تو اس تسلیم وانقیاد کی وجہ بجز عظمت کے کیا ہے چونکہ حکام کی عظمت قلوب مین راسخ ومتمکن ہوتی ہے اُسنے زبان بلکہ قلب پر مہر لگادی اور سوائے آری بلی نعم کے لا۔ اور نہ زبان پر نہین آسکتا جب یہ قاعدہ ثابت ہو گیا تو اب مین سخت حیرت اور تعجب مین ہون کہ اللہ اکبر ایک ادنیٰ حاکم مجازی فانی عاجز اپنے ہمجنس کے حکم کے سامنے ایسے مجبور اور جماد محض بیجان ہین اور احکم الحاکمین حاکم حقیقی قادر مطلق (کہ اگر چاہے تو ایکدم مین سب کو برباد وہلاک کر دے) اُسکے امر مین لم اور علت اور حکمت پوچھی جاتی ہے افسوس صد افسوس کوئی پوچھتا ہے کہ صاحب عین القرا نی الطاعون کی کیا وجہ ہے کوئی صاحب تشبہ کے مسئلہ مین گفتگو کرتے ہین حتیٰ کہ روزہ نماز حج وزکوۃ میراث سب احکام مین اپنی راے کو دخل دیتے ہین نعوذ باللہ ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ احکام شرعیہ مین جو بیجا سوالات کیے جاتے ہین اس سے پیر ثابت نہین ہوتا کہ ان احکام کی دل مین عظمت نہین اور اس سائل سے زیادہ مجیبین زمانہ پر حیرت ہوتی ہے کہ آجکل مجیبین نے یہ شیوہ اختیار کر لیا ہے کہ وہ سائلین کے مذاق کے تابع ہو گئے ہین جو شخص جس حکم کی حکمت اور علت پوچھتا ہے اُسکو کچھ نہ کچھ علت اور حکمت بتلانا ضروری سمجھتے ہین اور اگر معلوم نہین ہوتی تو گھڑ کر

کچھ بتاتے ہین یہ جواب کچھ نہین دیا جاتا کہ یہ قانون کہی ہے جیسا کہ حکام مجازی کے حکم کی تعمیل کے متعلق کہا جاتا ہے افسوس معلوم ہوتا ہے کہ احکم الحاکمین کی عظمت کو حاکم مجازی سے بھی کم سمجھ لیا ہی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سائل کے دل مین تو ظاہر ہے عظمت نہین مجیب صاحب کے قلب مین بھی نہین ہے کیونکہ عظمت اگر ہوتی تو وہی جواب دیتے جو اسٹام کی مثال مین گذرا کہ بس چپ رہو قانون اسیطرح ہے ہم اسکے سوا کچھ نہین جانتے اور جب حاکم مجازی کے بہت سے احکام کے اسرار اور حکمتین اور مصلحتین ہم کو معلوم نہین اور نہ ہوس ہوتی ہے تو پھر حاکم حقیقی کے احکام کے اسرار معلوم کرنیکے درپے کیون ہوتے ہین اور جب ایک ادنیٰ آدمی اپنے نوکرون کو اپنی خانگی معاملات کے اسرار نہین بتاتا تو حق تعالے جل وعلاشانہ باایںہمہ عظمت اپنے مخلوق و مملوک کو کیون اسرار بتاوین اسلیے عارف شیرازی فرماتے ہین ؎

حدیث از مطرب ومے گو و راز دہر کمتر جو	کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

اس زمانے مین بہت لوگ علل اور حِکَم کے پیچھے پڑے ہوئے ہین بہت غور و خوض کے بعد اگر کوئی بات کسی حکم کی انکی سمجھ مین آگئی تو اسپر بے انتہا اتراتے ہین فرحوا بما عندهم من العلم حالانکہ وہ حقیقی اسرار کے مقابلہ مین کوئی چیز نہین ؎

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست	آنجا جز اینکہ جان بسپارند چارہ نیست

خود اہل سائنس مین جو وسیع النظر ہین معترف ہین کہ دریاے سائنس مین سے ابھی ایک قطرہ پر بھی ہمکو دسترس نہین جب اسرار مخلوق پر ان لوگون کو ابھی تک عبور نہین ہوا تو خالق کے اسرار اور علل کو کیسے سمجھ سکتے ہین اور اگر غور و خوض کے بعد کوئی علۃ کسی کی سمجھ مین بھی آگئی تو ظاہر ہے کہ منصوص تو نہین ہے کیونکہ انکی ہی طبع زاد ہے پس وہ خود ظنی اور تخمینی ہوگی پس اگر احتمالاً کوئی شخص منکر انکی علۃ مخترعہ کو باطل کردے تو چونکہ اس مجیب نے اُس کی علۃ اور مدار حکم ہونے کا اعتراف کرلیاہے پس اُسکے انہدام سے وہ حکم شرعی بھی منعدم ہوگیا پس ان بزرگون نے علل مخترعہ نکال کر اور اُنکو مدار حکم ٹھہرا کر تمام شریعت ہی کو اصل سے منہدم کردیا سچ ہے ع دوستی بیخرد چون دشمنی است +ایسے ہی محققین من الحقہ کی بدولت اسلام پر انواع انواع کے اعتراض ہورہے ہین تو حضرت اسلام آپ کی ایسی ہمدردی سے مستغنی ہے اسلام خود ایسا روشن اور

ثابت ہے کہ اُسکو ایسے تخمینات سے ثابت کرنے کی ضرورت نہین ہے ع فی طلعة الشمس مایغنیك عن زحل آفتاب جسکے سامنے ہو وہ زحل کو لیکر کیا کرے گا ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ پس جب کوئی تمسے کوئی پوچھے کہ فلان حکم کی کیا علۃ ہے بے تکلف کہدو کہ ہم نہین جانتے کیا علت اور حکمت ہے یہ حکم خدا تعالیٰ کا ہے جیسا کہ فرشتون نے عرض کیا تھا سبحٰنك لا علم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم یعنے تو پاک ذات ہے ہم کو کچھ علم نہین مگر وہ جو آپ نے ہمکو سکھا دیا بیشک آپ ہی با خبر اور حکمت والے ہین یہی طریق ہم کو اختیار کرنا چاہیئے کیونکہ ظاہر ہے کہ ہمارا علم ناقص فرشتون کے علم سے تو زیادہ نہین جب انھون نے تفویض محض سے کام لیا اور اپنی رائے کو دخل نہین دیا تو ہم کون ہین دخل در معقولات دین بس یہ جواب کافی ہے حضرات صحابہ باوجود فضل وکمال مناظرہ کفار مین جو بات معلوم نہوتے صاف فرما دیتے کہ ہم نہین جانتے ہم اپنے پیغمبر سے پوچھکر بتا دین گے اور بھی خوبی کی بات ہے بلکہ اسمین احکام کی زیادہ عظمت ظاہر ہوتی ہے ایک حکایت یاد آئی ایک آریہ نے دعوی کیا کہ ہم اپنے مذہب کے جز کی بنا عقل سے بتلا سکتے ہین اور مسلمان ایسا نہین کر سکتے میرے ایک عزیز نے جواب دیا کہ بس اسی سے معلوم ہوا کہ تمھارا مذہب کسی مخلوق کا بنایا ہوا ہے کہ دوسرا مخلوق اُسکے اسرار تک پہونچ سکتا ہے اگر خالق کا فرمایا ہوا ہوتا تو مخلوق کہین تو اُسکے اسرار سے عاجز ہوتا آجکل ایسے لوگ زیادہ ہین کہ علم تو خاک نہین مگر مناظرہ اور مباحثہ مین قدم رکھتے ہین اور بعض آریون سے بعض شیعون سے بعض عیسائیون سے مناظرہ شروع کر دیتے ہین اور جب اُنکے ایسے سوالات کے جواب مین خود احکام کی وجہ سمجھ مین نہین آتی تو علماء سے پوچھتے پھرتے ہین مگر یہ نہین کہا جاتا کہ ہم نہین جانتے علماء سے پوچھ لو سو دین کو ایسا ارزان بنا رکھا ہے کہ اُسکے جاننے کا ہر شخص مدعی ہے اور فنون مین تو یہ کہتے ہوئے شرم اور عار نہین آتی کہ ہم اس بات کو نہین جانتے مگر دین ایسا ہوگا کہ ہر شخص مدعی ہے کہ مین بھی مجتہد ہون اور بیخبری کے اقرار سے عار ہے حاصل یہ کہ اسرار کی تفتیش دلیل اسکی ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت پیش نظر نہین ہے اگر عظمت پیش نظر ہوتی تو احکام مین کاوش اور اُنکی علل سے سوال کرنا تو کیا اسکا وسوسہ تک بھی نہ گذرتا۔ چنانچہ جنکے دل مین عظمت ہوتی ہے اُنکے دل مین ہرگز وسوسہ نہین آتا یعنے ایسا وسوسہ جو عقیدہ

کے مرتبہ مین ہو اور جو شخص خطرہ سے گے مرتبہ مین ہو وہ منافی عظمت کے نہین بلکہ وہ تو علامت
کمال ایمان کی ہے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایسے وساوس آجاتے تھے اور جناب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے جب آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمکو ایسے خطرات گذرتے ہین کہ اگر
ہم جلکر خاک سیاہ ہوجاوین تو اُسکی تکلم سے اسکو بہتر جانتے ہین حضور نے فرمایا او وجد
تموہ ذالک صریح الایمان یعنے کیا تم ایسے خطرات کو اپنے قلوب مین پاتے ہو
یہ تو صریح ایمان ہے اور یہ فرمایا الحمد للہ الذی رد کیدہ الی الوسوسہ یعنی
اللہ کا شکر ہے کہ شیطان کے مکر کو وسوسہ کیطرف پھیر دیا اعمال اور عقائد تک اُسکو دسترس
نہین ہوئی اہل سلوک کو بھی بعض مرتبہ ایسے وساوس آتے ہین کہ خودکشی کرنی آسان معلوم
ہوتی ہے چنانچہ جو اُنمین جاہل ہین وہ خودکشی کر بھی لیتے ہین اور جو واقف ہین وہ صبر کرتے
ہین اور راز اور علت وسوسہ کی یہ ہے کہ جب سالک اللہ کی راہ مین قدم رکھتا ہے تو شیطان
کو بڑا رنج ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اسکو ضرر پہونچاؤن اول نماز روزہ فرائض واجبات کے
ترک کی کوشش مین لگتا ہے کہ دینی ضرر ہے جب جانتا ہے کہ اسمین مجھکو کامیابی نہوگی اُسوقت
جسمانی ضرر اور پریشانیون کو غنیمت سمجھکر اُسکے گوشت قلب مین بُرے بُرے وسوسہ پھونکتا ہے
سالک اس سے پریشان ہوتا ہے اور رنج کرتا ہے کہ اللہ اکبر میرے تو ایمان ہی مین نقص ہے
کہ مجھکو ایسے خطرات گذرتے ہین حالانکہ ان وسوسون کا آنا اسکو مطلق مضر نہین ہان موجب
پریشانی کا ہے اور پریشانی کا موجب بھی اس سبب سے ہے کہ اسمین ایک غلطی ہوتی ہے وہ یہ کہ سالک
سمجھتا ہے کہ یہ وسوسہ میرے قلب سے پیدا ہوتے ہین منشا انکا میرا قلب ہے حالانکہ
یہ غلط ہے منشا اُسکا شیطان ہے کیونکہ وہی قلب مین پھونکتا ہے قلب محض محل اور گذرگاہ وسوسہ
ہے اس راز کے سمجھنے اور ذہن نشین ہونے کے بعد انشاء اللہ مطلق پریشانی نہ ہوگی بلکہ وسوسہ
ہی کی جڑ کٹ جاوے گی کیونکہ شیطان وسوسہ اُسکے پریشان کرنے کے لیے ڈالتا ہے جب
وہ پریشان ہی نہوگا وہ وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیگا تو یہ علمی علاج ہے اور عملی علاج یہ ہے کہ جب
وسوسہ آوے اعوذ باللہ پڑھے کیونکہ یہ ثابت ہوچکا ہے کہ یہ فعل شیطان ہے اور تعوذ سے
بلکہ مطلق ذکر سے شیطان دفع ہوتا ہے دنیز جب ذکر کی طرف خوب متوجہ ہوگیا اور کامل توجہ

دو طرف ہوتی ہین تو وسوسہ کی طرف التفات نہ رہے گا اور بالفرض اگر اسپر بھی وسوسے آوین اور دفع نہ ہون اور بالاضطرار پریشانی ہو تو یہ بھی ایک مجاہدہ ہے تب بھی نفع ہی ہوا اسلیے رنج نہ کرے اور جو شخص اسی فکر مین لگا رہے کہ وسوسہ دفع ہون اور عبادت و ذکر اللہ مین مزا آوے جیسا کہ آجکل اکثر اہل سلوک کا حال ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ شخص اپنے مزے کے لیے ذکر کرتا ہے رضاے حق کے لیے نہین کرتا ؎

بس زبون وسوسہ باشی دلا — گر طرب را باز دانی از بلا
گر مرادت را مذاق شکر است — بے مرادی نے مراد دلبر است

دوسرا علاج وسوسہ کا مطلق ذکر اللہ ہے جیسا اوپر بھی اشارہ ہوا سو جب وسوسہ آوے ذکر اللہ شروع کر دے حدیث مین ہے اذا ذکر اللّٰہ خنس یعنی جب مومن ذکر اللہ کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے واذا غفل وسوس اور اوپر اسکے عقلی لم بھی مذکور ہوئی ہے اور وسوسہ آنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اسمین حق تعالےٰ کیطرف سے سالک کا امتحان ہے کہ اسکی عبادت حظ نفس کے لیے تھی یا یہ کہ اس کشاکشی اور بے لطفی مین بھی عبادت کرتا ہے اور یہ کہ یہ وسوسہ کے وقت کسطرف متوجہ ہوتا ہے بعض تو جب شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اُس سے مناظرہ مین مشغول ہو جاتے ہین سو ایسا شخص عارف نہین ہے اگر عارف ہوتا تو اسطرف ہرگز متوجہ نہوتا جیسا کہ شیخ علیہ الرحمہ نے حکایت نقل فرمائی ؎

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو — چو بگذشت بر عارف جنگجو
گر این مدعی دوست بشناختے — بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

لہٰذا ان وسوسون سے ہرگز پریشان نہ ہو اور کام مین لگا رہے آجکل یہ بھی اہل سلوک کو خبط ہو گیا ہے کہ مزہ کے طالب ہین یہ چاہتے ہین کہ ذکر مین کوئی وسوسہ نہ آوے اور مزہ آوے طالب صادق کی ہرگز یہ شان نہین صادق وہی ہے مزہ آوے یا نہ آوے کلفت ہو یا راحت ہو ہر حالت مین طالب رضا کا ہو مولانا فرماتے ہین ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست — تو بمان اے آنکہ چون تو پاک نیست

واردات اور کیفیات کو اصطلاح صوفیہ مین روز بھی کہتے ہین فرماتے ہین کہ اگر واردات اور کیفیات

جاتی رہین کہ وہ جاؤ کچھ حرج نہین ہی پاک ذات تو رہ کہ تیرے مثل کوئی پاک نہین ہی یعنی تیری رضا مطلوب ہے وہ فوت نہونی چاہیئے لہذا اصل مقصود کیفیت ورفرہ کو نہ بنانا چاہیئے رضا کو مقصود بناوے۔ سرمد کیا خوب فرماتے ہین ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد ٭ یک کار ازین دو کار می باید کرد ٭ یا تن برضای دوست می باید کرد ٭ یا قطع نظر زیار می باید کرد

اور محب کی تو یہ شان ہونی چاہیئے ؎

زندہ کنی عطای تو ٭ ور بکشی فدای تو ٭ دل شدہ مبتلای تو ٭ ہر چہ کنی رضای تو

پس جس حالت کو وہ سالک کے لیے پسند فرماوین اسپر راضی رہے کیونکہ حقتعالی عالم الغیب والشہادۃ ہین اور اپنے بندونکے حال سے خوب واقف ہین بعضونکی تربیت کا یہی طریقہ ہی کہ انکو ہمیشہ پریشانی و انقباض و رنج مین مبتلا رکھین سکو تو ہر امر مین محبوب کی رضا جوئی کرنا چاہیئے مثلاً اگر کوئی محبوب محب سے یہ کہے کہ اگر تمکو ہماری رضا مطلوب ہے تو باہر دروازہ پر بیٹھے رہا کرو اور ہمکو مت دیکھا کرو جناب اگر سچا محب ہے تو دل و جان سے امتثال کریگا اور اگر ہوسناک ہے تو صبر نہ آویگا اور مبتلاے ناراضی محبوب ہوگا غرض یہ ہی کہ سالک کو مختلف حالتین پیش آتی ہین کبھی جمعیت ہے کبھی پریشانی کبھی غیبت ہے نہ بمعنے نسیان بلکہ بمعنے عدم دلچسپی اور کبھی حضور ہی اور یہ جملہ حالات محمود ہین اسلیے کہ گو یہ بظاہر غیبت ہی مگر فی الواقع یہ بھی حضور کی ایک ہیئت ہی پس رضاے محبوب اسمین بھی ہے اور یہی مطلوب ہے اور اگر حضور اصطلاحی ہو اور رضا نہو تو وہ بظاہر حضور ہے لیکن حقیقۃً غیبت ہے الحاصل کبھی حضور برنگ غیبت ہوتا ہے کبھی غیبت برنگ حضور ہوتا ہے کبھی قرب بصورۃ بُعد ہوتا ہے کبھی بُعد بصورۃ قرب ہوتا ہے اسکی مثال ہمارے معاملات دنیوی مین ایسی ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جو بادشاہ وقت سے دور ہے مگر بادشاہ نے اُسکو کسی عہدۂ جلیل القدر اور خطابات اعزاز سے نوازا ہے اور شب و روز شاہی الطاف و عنایات اُسپر متوجہ ہین تو گو یہ شخص صورۃ بادشاہ سے بعید ہے مگر فی الحقیقۃ قریب ہے اور ایک وہ شخص ہے جو جرائم شاہی کا مرتکب ہے جسکی وجہ سے بادشاہ اُس سے سخت ناراض ہے اور حکم ہے کہ جہان اُسکو پاؤ گرفتار کر لو چنانچہ حسب الحکم شاہی وہ بادشاہ کے روبرو حاضر کیا گیا پس یہ شخص گو ظاہراً قریب ہے مگر واقع مین یہ بعید اور مردود ہے حاصل یہ کہ ایسے وسوسون سے پریشان نہ ہو کہ یہ قرب کے خلاف نہین ہے بلکہ یہ شخص مقرب ہے اور واقع مین یہ وساوس بھی باطن قلب کے اندر نہین ہوتے گو متوہم ایسا ہی ہوتا ہے مگر حقیقت مین بیرون قلب ہوتے ہین جیسے کہ آئینہ کے باہر مکھی بیٹھ جاوے تو دیکھنے والے کو تو یہ معلوم ہوگا

کہ یہ مکھی آئینہ کے اندر بیٹھی ہے حالانکہ وہ باہر ہے اسیطرح وسوسہ قلب کے باہر ہے قلب کے اندر جہان ذکر اللہ ہوا اُنکی گنجائش نہین ہے ایسے مومن کا قلب بالفعل محفوظ ہے ۵

عذل العواذل حول قلبی التائہ	وھوی الاحبۃ منہ فی سودائہ

اسیطرح قلب ذاکر مین وساوس کا گذر نہین اور وہ جو اسکو معلوم ہوتا ہے وہ عکس وساوس کا ہے۔ ایک بزرگ اسکے علاج مین فرماتے ہین کہ جب وسوسے آوین خوب خوش ہونا چاہئیے کیونکہ یہ علامت ہے ایمان کی لقولہ علیہ السلام ذالک صریح الایمان چور گھر مین جب ہی آتا ہے جبکہ گھر مین مال ہو اسیوجہ سے وساوس صالحین ہی کو آتے ہین اور جو فسق وفجور مین مبتلا ہین اُنکو کبھی وسوسہ نہین آتا اور مصلحت اس خوش ہونے مین یہ ہے کہ اس سے وسوسہ قطع ہو جائیگا کیونکہ شیطان کا مقصود تو وسوسہ ڈالنے سے یہ ہے کہ یہ غم وحزن مین مبتلا ہوا اور جب یہ برعکس خوش ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالنا چھوڑ دیگا سبحان اللہ کیا علاج ہے یہان سے حضرات صوفیہ وفقہاء کا کمال علمی معلوم ہوتا ہے کہ فلاسفہ سے یہ حضرات بدرجہا زیادہ ہین اسلیے کہ فلاسفہ اکثر اعیان اور محسوسات کے حقائق سے بحث کرتے اور یہ کوئی مشکل نہین جو شے ہمارے سامنے موجود ہے اُسکو ہم کسراً وقطعاً وتحلیلاً وترکیباً ہر طرح تحقیق کرسکتے ہین اور جہان معانی سے بحث کی ہے وہان ٹھوکرین کھائی ہین اور حضرات فقہاء وصوفیہ معانی سے جو کہ غیر محسوس ہین بحث کرتے ہین اور اُنکے علل واسرار بیان کرتے ہین اور آثار ونتائج سے صحیح ثابت ہوتی ہین یہ نہایت مشکل ہے حاصل یہ ہے کہ ایسے وسوسون کا آنا عظمت الٰہی کے خلاف نہین ہے گفتگو اُن وسوسون مین ہے جنپر مدار کار رکھے اور وہ مرتبہ عقیدہ مین ہو جاوین ایسے وسوسہ اُسیکے دلمین آوینگے جسکے دل مین عظمت نہ ہو جب مابہ الفرق عظمت ہوا پس عظمت حق تعالیٰ کی اور اُسکے احکام کی دل مین پیدا کرنا چاہئیے تاکہ یہ شبہات کہ وساوس مذمومہ ہین قطع ہون اور مراد احکام آلٰہیہ سے خاص قرآن نہین بلکہ حدیث وفقہ بھی اُسمین داخل ہے پس جسطرح عظمت اللہ تعالیٰ کے احکام کی ضروری ہے اسیطرح جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی عظمت بھی ضروری ہے اسلیے کہ آپ کے احکام حقیقت مین خدا تعالیٰ ہی کے احکام ہین اور اسیطرح احکام فقہیہ کی عظمت بھی لازم ہے اسلیے کہ وہ سب احکام قرآن واحادیث ہی سے مستنبط

ہین اسلیے کہ جزئیات تابع کلیات کے ہوتے ہین یہ نہ کہین گے کہ اس جزئی خاص کا حکم بالتصریح مذکور نہین ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ پارلیمنٹ مین ایک قانون پاس ہوا اور وہ قانون ہندوستان مین آیا اب جب کبھی کوئی شخص اُس قانون کا خلاف کرے گا اُسکو وہی سزا دیجایگی جو پاس ہو چکی ہے یہ ہرگز نہ کہا جاویگا کہ خاص اس شخص کا واقعہ تو تعزیرات مین درج نہین ہے کیونکہ یہ واقعہ بھی تو جزئی اُسی کلی کے ہے اسیطرح فقہا کتاب و سنت سے ایک علت سمجھکر ایک کلیہ حاصل کرتے ہین پھر اُسکو تمام جزئیات کی طرف متعدی کرتے ہین پس خواہ وہ حکم کتاب اللہ سے ثابت ہو یا سنت سے یا اجماع و قیاس سے سب حکم آلہی ہے ؎

	بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش		من انداز قدت را می شناسم	

اسی واسطے فقہانے کہا ہے القیاس مظہر لا مثبت پس جب تمام احکام فقہیہ کا احکام آلہی ہونا معلوم ہو چکا اب اُسمین بھی چون و چرا کرنا اور اُسکی علت دریافت کرنا نہایت بے ادبی ہے ہان طالب علم اگر مستفیدانہ علت سے سوال کرے تو کچھ ہرج نہین مثلاً طبیب نے مریض کو ایک نسخہ لکھکر دیا اگر مریض دریافت کرنے لگے کہ جناب آپ نے گل بنفشہ کا وزن ۵ ماشہ کیون لکھا ہے طبیب غصہ ہوگا اور اُسکو کان پکڑ کر نکالدیگا اور اگر کسی طالب علم جو اس فن کو حاصل کرنے آیا ہے سوال کرے اُسکے سوال کرنے سے خوش ہوگا اور بیان کریگا پس عوام الناس کا علل و اسرار سے سوال کرنا ایک بیہودہ حرکت ہے اور اگر معاندانہ سوال کرے تو سخت بے ادبی اور قریب بکفر ہے افسوس ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو بیان احکام مین کیسی مشقتین اُٹھائین انواع انواع کی تکالیف برداشت کی اور ہماری خیرخواہی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا ہمارے روشن خیال بھائیون نے اسکی یہ قدر کی کہ اُن احکام پر بجاے عمل کرنے کے انمین اپنی راے کو دخل دینے لگے کہ فلان حکم عقل کے خلاف ہے فلان موافق ہے چاہیئے تھا کہ حضور کے شکر گذار ہوتے اور جب کوئی حکم ملتا سر آنکھون پر رکھکر عمل شروع کر دیتے پھر دیکھیے کہ وہ کیا نتیجہ دیتا غرض آپ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہیئے جیسا مریض ایک مشفق اور حاذق طبیب کے ساتھ کرتا ہے کہ اُسکی ہر تجویز کو بلا چون و چرا اپنی مصلحت پر محمول کرتا ہے اور ممنون ہوکر عمل کرتا ہے سو اس حدیث مین بھی ہماری ضرورتو

وحالت موجودہ پر نظر فرما کر ارشاد فرمایا گیا ہے کیونکہ ہم اس بلا مین مبتلا ہو رہے ہین اور یہی وجہ ہے اس حدیث کے اختیار کرنے کی سو یہ مرض جو حدیث مین بیان کیا گیا ہے ہم لوگون مین آجکل رچ رہا ہے یعنے جس شئے پر ہم لوگونکی نظر ہے اُسپر حق تعالےٰ کی نظر نہین اور جسپر حق تعالےٰ کی نظر ہے اُسپر ہماری نظر نہین لوگون کا مطمح نظر تو صور اور اموال ہین اور حق تعالیٰ کی اُسپر نظر نہین اور حق تعالیٰ کی نظر نیات اور اعمال پر ہے اسپر مخلوق کی نظر نہین اور یہ صریح مقابلہ ہے حق تعالیٰ کے ساتھ نعوذ باللہ من ذلک۔ صورۃ پر نظر تو یہ ہے کہ شب و روز یہ کوشش ہے کہ ہماری صورۃ ہمارا لباس ہماری وضع ہمارا طرز و انداز لوگون کی نظر مین بھلا معلوم ہو ہر شخص کم و بیش اسی دھن مین ہے اور رات دن سوائے بناؤ سنگار کے کوئی مشغلہ نہین مین یہ نہین کہتا کہ تزین ممنوع ہے تزین مباح ہے مگر جب تک کہ اسمین تجاوز عن الحدود اور انہماک نہ ہو اور جب انہماک ہوا تو وہ غفلت کا سبب ہو جاتا ہے اور تجاوز کا حکم تو ظاہر ہے غرض تزین کو منظور الیہ قرار دینا نہ چاہیئے اسیواسطے حدیث مین آیا ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الترجل الا غبا اور یہ بھی تجربہ ہے کہ جو لوگ شب و روز تزین مین مشغول رہتے ہین کمال سے عاری ہوتے ہین اسلیے کہ اگر انمین کمال ہوتا تو اُسمین مشغول ہونے سے اسطرف توجہ نہ ہوتی غرض ایسا تزین جسمین شب و روز مشغولی ہو منہی عنہ ہے اگرچہ ہیئت مباحہ سے بھی ہوتا اور ابنواباخۃ سے آگے بڑھکر اوضاع منہی عنہا مین مبتلا ہو گئے ہین غیر اقوام کے لباس اور طرز کو پسند کرتے ہین داڑھی کے دشمن ہین اور قطع نظر جواز ناجواز سے اسلامی غیرت بھی تو اسکو مقتضی تھی کہ ہم اپنی وضع کو محفوظ رکھتے جیسے اور قومین اپنی اپنی وضع کے پابند ہین اور ہمکو دوسری قومون سے امتیاز ہوتا مگر اب وہ غیرت اسلامی بھی اُڑ گئی مابہ الامتیاز افعال اور ہیئت تھی سو افعال کا امتیاز تو مدت ہوئی جاتا ہی رہا تھا الا ماشاء اللہ صرف امتیاز ہیئت کا باقی تھا سو افسوس ہے کہ اب وہ بھی رخصت ہوا شاید کوئی کہے کہ ہمارا ٹوپی سے امتیاز ہے جواب یہ ہے کہ اول تو یہ ٹوپی پنجابی مین ہندو بھی استعمال کرنے لگے ہین اسلیے اس سے کچھ بھی امتیاز نہ رہا دوسرے یہ کہ اگر ٹوپی کسیوقت سر پر نہ ہوا جیسا کہ اکثر تعلیم یافتہ لوگون کا شعار ہے تو پھر امتیاز کس چیز سے ہوگا اسکو ضرور ہی کہے جاویگا کہ ہر وقت ٹوپی سر پر ہے جیسے مجھکو ایک حکایت یاد آئی میرے یہان ایک مہمان آئے

تعیین تزئین مباح و ممنوعہ

مین نے اپنے ایک بھولے دوست سے کہا کہ دیکھو انکو پہچان لو مین مکان سے انکو کھانا بھیجونگا کھلا دنا
اسکے بعد مکان سے کھانا آیا تو وہ مہمان میرے پاس بیٹھے تھے وہ دوست آکر کہنے لگے کہ کھانا تو آگیا
مگر وہ معلوم نہین کہان ہین مین نے کہا کہ یہ سامنے کیا بیٹھے ہین تو کہتے ہین کہ انکے پاس چادر تو ہے
نہین مین نے مزاحاً اُن مہمان سے کہا کہ آج سے یاد رکھیے آپ چادر ہر وقت اوڑھے رہیے
ورنہ کھانا نہ ملا کرے گا تو کیا چادر کیطرح ہر وقت ٹوپی سر پر رکھنا لازم ہوگا۔ غرض ٹوپی کوئی علامت
نہین ہے ذات کے اندر کسی علامت کا ہونا ضروری ہے سو وہ داڑھی ہے اور دوسری علامت
خارجی لباس اور بغیر ان دونون علامتون کے امتیاز نہین ہو سکتا نہ تو صرف داڑھی کافی ہے
اسلیے کہ لڑکون کی داڑھی نہین ہوتی اگر صرف داڑھی کو مابہ الفرق کہا جاوے تو لڑکون کا امتیاز
کس چیز سے ہوگا اور نیز بہت سی غیر قومین بھی داڑھی رکھتی ہین اُن سے امتیاز بجز لباس کے
کسی چیز سے نہین ہو سکتا اور نہ صرف لباس کافی ہے و ہذا ظاہر
غرض حمیت کا مقتضا یہ ہے کہ ہم اپنی وضع اسلامی کو محفوظ رکھین بعض حضرات کہتے ہین کہ داڑھی
رکھنے کا مسئلہ قرآن مین دکھلاؤ سو پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ جو احکام احادیث سے ثابت ہو چکے
ہین وہ سب احکام الٰہی ہین کیونکہ اتباع حدیث کا حکم خود قرآن مین ہے پس اس طور پر تمام احکام حدیث
قرآن مین ہین مگر آجکل عام طور سے یہ خبط ہے کہ کوئی کہتا ہے کہ قرآن سے دلیل لاؤ کوئی کہتا ہے
حدیث سے دلیل لاؤ سخت افسوس ہے کہ اپنے اُصول کو چھوڑ دیا خوب سمجھ لو کہ اصول شرعیہ چار
ہین کتاب و سنت اجماع و قیاس انکا دلائل ہونا دلائل عقلیہ و سمعیہ سے جب طے ہو چکا ہے
پھر خاص قرآن یا حدیث سے دلیل مانگنا چہ معنے ہم جب دعویٰ کرینگے کہ یہ حکم شرعی ہے تو اُسکے
یہ معنے ہونگے کہ ھذا الحکم ثابت اما بالقرآن او السنۃ او الاجماع او القیاس
پھر ان ادلہ اربعہ مین سے جس دلیل سے ہم ثابت کر دینگے حکم شرعی ہونا اُس حکم کا ثابت ہو جاویگا
سائل کا یہ منصب نہین کہ یہ کہے کہ صرف قرآن اور حدیث سے ثابت کرو اور ایسا سائل درپے مدعی
اس امر کا ہے کہ قرآن و حدیث کے سوا اور کوئی دلیل حجۃ نہین ہے جیسے کوئی شخص ہزار روپیہ کا
دعویٰ عدالت مین دائر کرے اور گواہ پیش کرے تو مدعا علیہ کو یہ منصب نہین ہے کہ کہے کہ مین ان
گواہون کی گواہی نہین تسلیم کرتا جبتک فلان فلان گواہی نہ دینگے میرے نزدیک حکم ثابت نہ ہوگا

عدالت سے سوال ہوگا کہ ان گواہون مین تمھارے نزدیک کوئی جرح ہے مدعا علیہ کہے کہ جرح کچھ نہین معتبر ہین مگر مین تو فلان فلان کی گواہی تسلیم کرونگا اسکی یہ بکواس ہرگز معتبر نہوگی اور عدالت سے ان ہی گواہون پر فیصلہ ہوگا تا وقتیکہ کوئی جرح ثابت نہ کیا جاوے۔

پس شریعت مین جب چار گواہ تسلیم کرلیئے گئے تو ہم حکم کو جس گواہ سے چاہین گے ثابت کردینگے ہان اگر گواہ مین یعنے ان دلائل کی صحت مین کوئی کلام ہو تو اُسکو طے کرلینا چاہیئے اور اس سے زیادہ محبین پر افسوس ہے کہ قرآن وحدیث سے اگر دلیل طلب کیجاتی تو وہ اسکی فکر مین پڑ جاتے ہین کہ قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کو ثابت کرین اور نہین ملتا تو پریشان ہوتے ہین حالانکہ اس قید کے ساتھ جواب کا ضروری ہونا خود اُصول کے خلاف ہے مگر جہل کا ایسا غلبہ ہوگیا ہے کہ حقیقی اور اصلی جواب پسند نہین آتا اور جو اُصول صحیحہ سے جواب دے وہ احمق گنا جاتا ہے اور جو خلاف اُصول جواب دے وہ عاقل اور ہشیار سمجھا جاتا ہے اسکے علاج کے لیے علم دین کی سخت ضرورت ہے سو بعض ہیئات تزین کا ناجائز ہونا یقیناً شرع سے ثابت ہے مگر وضع اسلامی کے ایسے دشمن ہوتے ہین کہ اُسمین طرح طرح کی چہ میگوئیان کرتے ہین بعض حضرات یہ بھی کہتے ہین کہ من تشبہ بقوم فھو منھم حدیث ضعیف ہے سبحان اللہ اچھے اچھے محققین پیدا ہوئے ہین حدیث کے ضعف اور قوۃ پہچاننے والے بھی آپ ہین خیر اگر تمہارے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہی ہے تو دوسری احادیث تو یہ بھی تو موجود ہین تشبہ کا منہی عنہ ہونا تو شرع مین متواتر المعنی ہوگیا ہے حدیث مین ہے کہ اللہ نے لعنت فرمائی ہے اُن مردون پر جو عورتون کی شکل بنائین اور اُن عورتون پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردون کی شکل بنائین جبکہ عورتون کے ساتھ تشبہ غیر جائز ہے حالانکہ ہمارے ہین اور عورتون مین اسلامی شرکت ہے تو جہان اسلامی شرکت بھی نہ ہو جیسے کفار اور اُنکی وضع بنانا تو کیسے جائز ہوگا جو صاحب تشبہ کے مسئلہ مین گفتگو کرتے ہین اُنسے ہماری ایک التجا ہے اگر اُسکو اُنھون نے پورا کردیا تو ہم آج ہی سے وعدہ کرتے ہین کہ ہم ہرگز اُنسے تشبہ کے مسئلہ مین گفتگو نہ کرینگے آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنا لباس اُتار دیجئے اور اندر دولت خانہ مین جاکر بیگم صاحبہ مکرمہ معظمہ کا کمخواب کا پائجامہ اور سرخ ریشمی کامدار کرتہ اور بنارسی ڈوپٹہ اور ہاتھون مین چوڑیان اور پاؤن مین پازیب اور گلے مین ہار اور تمام زیورون سے آراستہ پیراستہ ہوکر اور جہان

آپ کے دوست ہمچشم اور آپ کے بڑے چھوٹے بیٹھے ہون وہان تشریف لاکر تھوڑی دیر کے لیے ذرا کرسی پر اجلاس فرمائیے اگر آپ نے یہ حرکت کرلی تو ہم آپ کے تشبہ کے مسئلہ مین کبھی گفتگو نہ کرینگے مگر مجھے امید نہین کہ کوئی صاحب اسپر راضی ہوجاوین بلکہ اگر اُنکو ہزار روپیہ بھی دین تب بھی راضی نہ ہونگے اور عار سمجھین گے تو بتلائیے یہان انقباض اور ناگواری کا ہنسی بجز تشبہ بالنسار کے کچھ اور بھی ہے افسوس ہے کہ عورتون کی وضع بنانا تو عار ہے اور اعداء اللہ کی وضع بنانا گوارا ہے بعض لوگ پوچھا کرتے ہین کہ اگر سب کفار مسلمان ہوجائین تو کیا اُسوقت بھی تشبہ ممنوع ہوگا جواب یہ ہے کہ اُسوقت وہ تشبہ ہی نہ ہوگا کیونکہ وہ وضع اب وضع الکفار نہ رہی غرض یہ سب نتیجے ہین صورۃ آرائی کے یہ تو اپنی صورۃ پر نظر ہوئی اور دوسرے کی صورۃ پر نظر یہ ہوتی ہے کہ دوسرے کو دیکھتے ہین کہ امیر ہے یا غریب کالا ہے یا گورا اچھا لباس پہنے ہوے ہے یا برا لباس اور پھر معاملہ اُس سے مختلف کرتے ہین جو عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو اُسکی تعظیم بھی ہوتی ہے وقعت بھی ہوتی ہے اگرچہ وہ کمال سے بالکل خالی ہو اور جو خستہ حالت مین ہے اگرچہ باکمال ہو اُسکی پوچھ تک نہین ہوتی اسیطرح امراء کی بہت تعظیم ہوتی ہے غربا کو پاس تک نہین آنے دیتے اور مین اہل کبیر کی ظاہری تعظیم سے مطلقاً منع نہین کرتا بلکہ اسمین تفصیل ہے کہ تعظیم اگر دفعہ مضرت کے لیے ہو یا محض تالیف قلب کے لیے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا کے نفع کے لیے امراء کے سامنے جبہہ سائی کرے تو یہ ممنوع ہے حاصل یہ کہ آجکل الناس باللباس پر عمل ہے اسلیے اہل علم کی قدر نہین کیونکہ یہ بیچارے خستہ حالت مین رہتے ہین لباس اور وضع کے اعتبار سے بھی مال کی اعتبار سے بھی غرض ہر طرح ظاہراً پستی کی حالت مین ہین اسی لیے اہل دنیا کی نظر مین پست خیال تاریک خیال سمجھے جاتے ہین لیکن بخدا اگر ان اہل علم کو دین کا ذرا چسکا لگ جاوے تو یہ بھی دنیا اور اہل دنیا کی طرف تھوکین بھی نہین اور ان کے یہ کیفیت ہوجاوے

۵	ہمہ شہر پر ز خوبان منم و خیال ماہے	چہ کنم کہ چشم بدخو نکند بہ کس نگاہے	

اور یہی وجہ ہے جو علماء باعمل اور دیندار ہین وہ دنیا کی طرف رخ بھی نہین کرتے اور نہ انکو اپنے موجودہ حالت قلت دنیا پر حسرت ہوتی ہے کہ ہمنے یہ علم کیون پڑہا تھا جس سے یہ پستی نصیب ہوئی مگر شرط یہی ہے کہ چسکا لگ جاوے غرض نہ اُنکو حرمان عن الدنیا پر افسوس ہے اور نہ وہ

تحصیل دنیا کی تدبیر مین لگتے ہین اور ہمنے بعضے دنیا دارون کو جو کہ دنیا کا علم پڑھتے ہین دیکھا ہے کہ
دین کیطرف آتے ہین اور علوم دنیویہ چھوڑ چھوڑ کر علم دین پڑھتے ہین اور جو پڑھ چکے ہین اُنمین بہت
لوگ جو کہ بڑے بڑے عہدون پر ہین پچھتاتے ہوئے اور علم دین حاصل نہ کرنے پر افسوس ظاہر کرتے
ہوئے دیکھے گئے ہین ایک لطیفہ یاد آیا ایک طالب علم انگریزی چھوڑ کر علم دین پڑھنے کے لیے آئے
اُنسے کسی نے پوچھا کہ تمنے انگریزی کیون چھوڑ دی کہا کہ مین نے چاہا کہ مین بھی جامۂ انسانیت پہنون
سائل نے پوچھا کہ کیا اب تک تم جامۂ انسانیت پہنے ہوئے نہین تھے کہا نہین کیونکہ الناس
باللباس مشہور مقولہ ہے اور لباس کی تعیین خدا تعالے نے فرمائی ہے ولباس التقوی
ذلك خیر پس بدون تقوی کے جامۂ انسانیت میسر نہین ہوتا پس دنیا سے بہتون کا دین کیطرف
آنا اور دین سے دنیا کیطرف ایک کا بھی نہ جانا کیا یہ دلیل نہین ہے دین کے علو اور دنیا کی
پستی کی مگر فاسد المذاق لوگون نے حالت دنیہ کو پستی اور حالت غیر دنیہ کو علو قرار دیا ہے اور
بالکل لباس پر نظر ہے اور غربا بیچارے خواہ باکمال ہون یا بے کمال اُنکو نظر انداز کر رکھا ہے اور
اسپر عجب یہ کہ ہمدردی کا دعویٰ ہے افسوس دیکھیے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
غربا کے ساتھ کس طور پر عنایت رحم دلی سے پیش آتے تھے اس مقام پر ایک حکایت یاد
آئی حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی ہین گانون مین رہا کرتے تھے کبھی کبھی مدینہ طیبہ
حضور کی خدمت مین حاضر ہوتے اور گانونکی چیزین ہدیۃً حضور کی خدمت مین پیش کرتے تھے اور حضور
اُنکو شہر کی چیزین مرحمت فرمایا کرتے اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ زاہر ہمارا گانون ہے اور ہم زاہر کے شہر ہین ایک مرتبہ حضرت
زاہرؓ بازار مین چلے جاتے تھے حضور نے آکر پیچھے سے اُنکو آغوش مین پکڑ کر دبا لیا آنکھون پر ہاتھ نہین
رکھا جیسا آجکل کرتے ہین کیونکہ اس سے تو ایذا اور وحشت ہوتی ہے حضرت زاہرؓ بولے
یہ کون ہے چھوڑ دو پھر جب معلوم ہوا کہ حضور ہین پھر تو اُنھون نے غنیمت سمجھا کہ آج کا دن پھر کہان
نصیب اپنی پیٹھ کو حضور کے جسد اطہر سے خوب ملنا شروع کیا اسکے بعد حضور نے مزاحاً فرمایا
کہ کوئی ہے جو اس غلام کو خریدے حضرت زاہرؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ میرا گاہک کون ہے مین تو
کم قیمت ہون حضور نے فرمایا کہ تم اللہ کے نزدیک تو کم قیمت نہین ہو دیکھیے آپ انکے ساتھ کسطرح
پیش آئے اور اُنکے خوش کرنے کو مزاح بھی فرمایا اور حضور اسی مصلحت کے لیے گاہ گاہ مزاح

بھی فرمایا کرتے تھے ایک یورپ کے بادشاہ لومین نے خواب مین دیکھا اُسنے یہ اعتراض کیا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر مجھے صرف ایک شبہہ ہے اور کچھ نہین وہ یہ کہ حضور اپنے صحابہ سے مزاح فرمایا کرتے تھے اور مزاح وقار کے خلاف ہے اور وقار لوازم نبوۃ سے ہے مین نے جواب دیا کہ مطلق مزاح وقار کے خلاف نہین بلکہ خلاف وہ ہے جسمین کوئی معتد بہ مصلحت نہ ہو اور حضور کے مزاح مین مصلحت و حکمت تھی وہ یہ کہ حضور کو حق تعالے نے ہیبت اور رعب ایسا عطا فرمایا تھا کہ بڑے بڑے شان و شوکت اور جرأت والے آپ کے روبرو ابتداءً کلام نہ کر سکتے تھے جیسا کہ حدیثون مین آیا ہے پس اگر حضور صحابہ سے ایسی بے تکلفی کا برتاؤ نہ فرماتے تو صحابہ کو جرأت نہوتی کہ آپ سے کچھ دریافت کرین اور ہیبت اور رعب کیوجہ سے الگ الگ رہتے اور اس حالت مین ہدایت کا ایک بڑا باب کہ استفسار ہے مسدود ہوجاتا اور تعلیم و تعلم کا بڑا حصہ مسدود ہوجاتا اسلیے حضور اُنسے مزاح فرماتے تھے تاکہ بے تکلفی سے جو چاہین پوچھین پھر مزاح بھی تین قسم کا ہوتا ہے ایک مزاح وہ جو ہلکے پن اور چھچھورپن پر دلالت کرے اُس سے حضور پاک ہین اور ایک مزاح وہ جس سے کسی کو تکلیف پہونچے اور تیسرے وہ کہ وقار اور متانت سے ہو کسی اور خلاف حق اسمین نہ ہو چنانچہ حضور کا مزاح اسی قسم کا ہوتا تھا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے غرض کہ حضور کا برتاؤ غربا کے ساتھ یہ تھا آجکل بہت لوگ قومی ہمدردی کے مدعی ہین مگر حالت یہ ہے کہ قوم سے اُنکو نہ مناسبت ہے نہ موانست ہے بنگلون مین آبادی سے باہر رہتے ہین اور دو وقتہ گوشت بھنا ہوا اور چاء اور بیضہ اور بسکٹ قسم قسم کی اُنکی غذا ہے اور اُنکے غریب بھائی شہر مین بھوکے ننگے پھرتے ہین اور انکو خبر تک بھی نہین اگر کسی کے لیے کچھ خیر خواہی وغیرہ کرتے بھی ہین تو وہ بھی امرا کے لیے سو اسکو قومی ہمدردی نہین کہتے اسلیئے کہ قوم نام ہے مجموعہ آحاد کا اور مجموعہ مین ہمیشہ غالب کا اعتبار ہوتا ہے اور اکثر افراد قوم مین غربا ہین امرا تو بالکل اقل قلیل ہین پس اس اعتبار سے قوم گویا غربا کا نام ہوا پس قومی ہمدردی کے معنے یہ ہونگے غربا کے ساتھ ہمدردی کیجاوے سو وہ لوگ غربا کی کیا ہمدردی کرینگے جنکے یہان غریبی و افلاس خود جرائم کی فہرست مین درج ہو البتہ قومی ہمدردی شریعت نے سکھلائی ہے دیکھیے حدیث شریف مین ہے المسلمون کجسد واحد اذا اشتکی عضو اشتکی له سائر الجسد او کما قال اسی حدیث کا

ترجمہ شیخ علیہ الرحمہ نے کیا ہے ؎

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند		کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار		دگر عضوہا را نماند قرار

اور افلاس کو جرم جب قرار دیا جاوے کہ جب یہ ہمیشہ بے تدبیری کا نتیجہ ہو یہ تو محض منجانب اللہ ہے یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ و یقدر اور اسمین حق تعالیٰ کی حکمتین ہوتی ہین چنانچہ جو لوگ افلاس و فقر و فاقہ مین مبتلا ہین اُنکے لیے بھی حکمتہ الٰہی ہے اور جو غنی ہین اُنکے لیے اسی مین حکمت ہے کوئی ایک دوسرے کو حقیر نہ جانے اللہ تعالےٰ اپنے بندون کیحالت سے خوب واقف ہین قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین ایک حدیث قدسی نقل کی ہے کہ بہت سے مسلمان ایسے ہین کہ اُنکا ایمان افلاس سے بچا باقی ہے اگر اللہ تعالیٰ اُنکو غنی کر دین تو وہ اسقدر طغیان اختیار کرین کہ کفر تک پہونچ جاوین اور بہت سے ایسے ہین کہ اُنکا ایمان اُنکی غنا کیوجہ سے محفوظ ہے اگر اُنپر افلاس آجاوے تو کفر و الحاد مین مبتلا ہو جاوین بہتیرے مریض ایسے ہین کہ اُنکا دین مرض کی وجہ سے سالم ہے اگر تندرست ہو جاوین تو دنیا مین لگ کر خدا تعالیٰ کو بھول جاوین اور بہت سے تندرست ایسے ہین کہ اُنکا دین صحۃ کیوجہ سے ہے غرض جسجس حالت مین ہے اُسکے لیے وہی مصلحت اور پسندیدہ ہے کسی نے خوب لکھا ہی ؎

خاکساران جہان را بحقارت منگر		تو چہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد

غرض ہمدردی کا سبق آجکل بہت گایا جا رہا ہے لیکن فی الحقیقۃ سچی ہمدردی وہی کر سکتا ہے جو مطیع ہو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیونکہ آپ کے برابر کسی نے ہمدردی کے اُصول نہین سکھلائے حتیٰ کہ آپ نے جانورون تک کے ساتھ ہمدردی کے احکام فرمائے ہین اور سچی مطیعین نے اسپر عمل کیا ہے چنانچہ خود حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ اُنھون نے دیکھا کہ ایک خارشتی کتا نہایت تکلیف مین ہے اور تمام بدن اُسکا خارش سے مجروح ہو گیا اور ہر شخص اُس سے نفرت کرتا ہے اور اُسکے ابنا جنس بھی اُسکو پاس آنے نہین دیتے اُنکو اُسپر رحم آیا اور اُسکو گھر لائے اور اپنے ہاتھ سے دوا ملا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ تندرست ہو گیا حضرت بایزید کو کسی نے بعد وفات کے خواب مین دیکھا پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ

کیا معاملہ کیا فرمایا کہ میرے تمام اعمال مین سے یہ عمل پسند آیا کہ ایک روز مین چلا جاتا تھا اور جاڑے کا موسم تھا مین نے دیکھا کہ ایک بلی کا بچہ سردی مین اکڑ رہا ہے مجھکو رحم آیا اور انپر (؟) ہاتھ مین اُسکو لیکر سو رہا یہ عمل میرا پسند آیا اور حکم ہوا کہ اس عمل کیوجہ سے ہمنے تمکو بخشدیا مجھکو اسوقت حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحبؒ دہلوی یعنی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد ماجد قدس سرہ کی حکایت یاد آئی کہ ایک بار انھون نے ایک کتے کا بچہ کیچڑ مین پڑا دیکھا سردی سے اُسکا بُرا حال تھا کوئی حمام قریب تھا وہان لیجا کر اُسکو غسل دلایا اُسکے ایک مدت بعد یہ اتفاق ہوا کہ وہ کہین تشریف لیجا رہے تھے ایک چھوٹا راستہ ملا جسکو پک ڈنڈی اور بٹیہ کہا جاتا ہے اور وہ راستہ اسقدر تنگ تھا کہ بکلف سے ایک آدمی اُسپر سے چل سکتا تھا اور دونون طرف اُسکے کیچڑ اور نجاست تھی اور سامنے سے ایک کتا آگیا دونون رُک گئے حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ اے کتے تو نیچے اُتر تاکہ مین نکل جاؤن اُنکو مکشوف ہوا کہ کتے نے کہا کہ کیا تعجب ہے آجکل کے درویشون نے اختیار[عہ] کی عادت کر لی ہے اور پہلے بزرگون کا طریقہ ایثار[عنہ] ہوتا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ بات نہین بلکہ وجہ اسکی یہ ہے کہ مین مکلف ہون اگر مین نجاستہ مین آلودہ ہوگیا تو بے دھوئے نماز کیسے پڑھونگا اور دھونے سے مشقت مین مبتلا ہونگا اور تو غیر مکلف ہے تو اگر نجس ہوگیا تو تیرا کچھ ہرج نہین سوکھکر پھر ویسا ہی ہوجاویگا اُسنے کہا کہ حضرت یہ سچ ہے لیکن یہ سمجھلو کہ اگر آپ اُتر گئے اور نجاستہ ظاہر مین آلودہ ہوگئے تو یہ نجاستہ ایک لوٹے سے دھل جائے گی اور اگر مین نیچے اُتر گیا اور تم پاک صاف چلے گئے تو یاد رکھنا کہ تمھارے قلب مین وہ نجاستہ یعنی عجب دینداری پیدا ہوگا کہ وہ ہفت قلزم سے بھی نہ جائے گا اب آپ مختار ہین اس سے حضرت شاہ صاحب پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور نیچے کو وہ پڑے اور کتا نکل گیا اسکے بعد الہام ہوا کہ اے عبدالرحیم تمکو معلوم ہوا کہ یہ کیا واقعہ ہے بات یہ ہے کہ اسکے ہمجنس پر تمنے ایک مرتبہ احسان کیا تھا ہمنے نہ چاہا کہ اُسپر تمھارا احسان رہے اسکے ہی نوع سے اُسکے بدلہ مین اتنا بڑا علم دلادیا سبحان اللہ بزرگون کی کیا شان ہے اور کیسے کیسے معاملات اُنکو حق تعالیٰ کی جانب سے پیش آتے ہین

عہ اپنے نفس کو دوسرون پر ترجیح دینا ۱۲ منہ

عنہ دوسرون کو اپنے نفس پر ترجیح دینا ۱۲

صاحبو ہمدردی اسکا نام ہے جو ان حضرات مین تھی بدنام کرتے ہین کہا جاتا ہے کہ انمین سختی
بہت ہے اور بڑے متعصب و متشدد ہین بات بات مین بگڑتے ہین حضرت آپکو تعصب کے
معنے ہی کی آجتک خبر نہین ہے جو دین کے لیے جوش ہو وہ تعصب نہین ہے اسکا نام حمیت
اور غیرت ہے تعصب کہتے ہین ناحق کی حمایت کرنے کو سو جو شخص انکو متعصب کہے وہ اول
اس بات کو ثابت کرے کہ جس چیز پر انکو جوش آیا وہ ناحق تھی مین نے ایک وشن دماغ سے
کہا کہ اگر کوئی کسی سے آکر کہے کہ ہمنے سُنا ہے کہ آپ کی اماجان بازار مین بیٹھا کرتی تھین تو وہ
سُنکر بگڑے گا یا نہین اور اُس شخص کے بے اختیار دھول رسید کرے گا نہین کہ نالائق
ہماری اہانت کرتا ہے مجکو تو یہ امید نہین کہ وہ نہایت نرمی سے دلائل سے اسکا جواب دین تو مین
آپ سے پوچھتا ہون کہ اسکو آپ کیا کہین گے آیا یہ غیرت و حمیت کہلائیگی یا تعصب اسکو
جسطرح مان کے لیے جوش آیا اسیطرح جو دین کے شیدائی ہین اور دین کی حرمت پر اپنی عزت
و حرمت کو نثار کرچکے ہین اُنکو دین کے لیے جوش ہوتا ہے اُنکے سامنے جب کوئی بددین ایسا
کلمہ بکتا ہے جس سے دین پر دھبہ آوے خصوص جبکہ بہ تہذیبی و تمسخر و طعن سے کہے تو اُن کو
غیظ و غضب آجاتا ہے اور اگر نہ آوے تو وہ دیندار نہین ہے بے غیرت ہے سو یہ تو اور بات
ہوئی اسمین رحمت و شفقت کے خلاف کیا بات ہوئی یہ حضرات تو اس درجہ رحیم کریم ہوتے ہین
کہ جسکا کوئی حد و حساب نہین ہے ایک بزرگ نے اپنے مرید سے کہا کہ اگر تمکو کوئی ستائے تو
تم صبر کیجیو اور نہ بدلہ لیجیو بدلہ تو اسلیے نہ لینا کہ جیسے تمکو تکلیف ہوئی ہے ایسی ہی تمھارے بھائی
کو تکلیف ہوگی اور صبر اسلیے نہ کرنا کہ یہ صبر اُسپر پڑے گا اور پھر اُسپر کوئی بلا آوے گی یہ بھی گوارا
نہ ہونا چاہیئے اُسنے پوچھا کہ پھر کیا کرین فرمایا ذرا بھلا برا کہکر دل کا بخار نکال لیا کرو سبحان اللہ
اصلی ہمدردی یہ ہے ایک اور بزرگ کی حکایت ہے کہ اُنھون نے بازار سے شکر خریدی اور
خوب مضبوط کپڑے مین باندھ لی کئی منزل پر گھر تھا گھر جاکر جو کھولا تو دیکھا کہ اُسمین ایک چیونٹی ہے
پریشان ہوگئے پھر اُسی جگہ واپس تشریف لے گئے اور اُس چیونٹی کو اُسکے ٹھکانے پر چھوڑ آئے
البتہ ترحم و ہمدردی مین بھی اعتدال واجب ہے بس گاؤکشی یا گوسفندکشی خلاف ترحم و ہمدردی
نہین کیونکہ وہ امتثال ہے خالق تعالے شانہ کے حکم کا جو کہ مالک ہے تمام اشیاء کا حق تعالے

نے اُسکو ہمارے لیے حلال فرمایا ہے اسلیے ایسی ہمدردی کے ہم مامور نہین ہین ایسی ہمدردی
کرینگے تو معتوب ہونگے کیونکہ گاے بھینس بکری خالق تعالیٰ شانہ کے حکم کے سامنے کوئی چیز
نہین ہے اگر ہم اُنکی رعایت کرین اور اُنکو ذبح نہ کرین تو خالق تعالےٰ کے حکم کے خلاف کرنا
لازم آتا ہے مولانا نے اس مضمون کی ایک حکایت لکھی ہے کہ سلطان محمود نے ایک مرتبہ ایاز کی
آزمائش کی ایک موتی نہایت بیش بہا تھا اُسکی نسبت وزیر اعظم سے کہا کہ اسکو توڑ ڈالو وزیر نے
عرض کیا کہ حضور ایسا نادر موتی نایاب کہان ملیگا پھر اور وزرا امراء سے کہا غرض کسیکی ہمت نہوئی
آیاز کا نمبر آیا ایاز سے کہا کہ ایاز یہ موتی توڑ ڈالو ایاز نے فوراً توڑ ڈالا پھر محمود نے عتاب کے لہجہ
مین پوچھا یہ کیا حرکت کی کہا کہ حضور خطا ہوئی وزرا نے ایاز کو ملامت کی کہ تو نے ایسا موتی توڑ ڈالا
ایاز نے کہا کہ بیوقوفو تمنے تو شاہی حکم توڑا اور مین نے موتی جسکی حکم شاہی کے مقابلہ مین کوئی
وقعت نہین وہ توڑا مولانا الٰہی بخش فرماتے ہین ؎

نقض امر از کس دُرو شوار تر	لاجرم بستم بامر او کمر

تو حضرت ہماری تو ہمت نہین کہ اللہ تعالےٰ تو فرماوے اذبحوا بقرہ اور ہم کہین لاتذبحوا بقرہ دوسرے
گر ہم رحم کھاکر گاے کو چھوڑ دین تو یہ معنے ہونگے کہ ہم خدا سے زیادہ رحیم ہین حالانکہ صفات خدا
تعالیٰ شانہ جملہ کامل اکمل ہین اور صفات ممکنات سب اُسکی ظل ہین حق تعالےٰ فرماتے ہین ۔
الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ ولا تاخذکم بہما رأفۃ
فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر یعنی زناکار عورت اور زناکار
مرد ہر ایک کے سو سو دُرے لگاؤ اور تمکو اُنپر اللہ کے دین کے بارہ مین (یعنی اس حکم کے اجراء مین)
رحم نہ آجاوے اگر تم مومن ہو۔ مولانا فرماتے ہین ؎

چون طمع خواہد ز من سلطان دین	خاک بر فرق قناعۃ بعد ازین

پس ہمکو تو حکم کا بندہ بننا چاہیئے جہان جو حکم ہو وہان اُسی پر عمل کرین اور حقیقت مین ایسے موقع
پر بے رحمی بھی نہین ہے بلکہ انسان پر رحم کرنے کے لیے کہ اسکے منع مین اُسکے مصالح فوت ہوتین
ادنیٰ کو انسان پر فدا کر دیا ہے اور خود اُسکو جو ظاہراً تکلیف ہوتی ہے وہ موت طبعی کی تکلیف سے
بہت کم ہے اور اس تقریر سے ذبح کا مسئلہ خوب حل ہوگیا یہ تھی تحقیق ہمدردی کے مسئلہ کی

جسکی مدعیان ہمدردی کو ہوا بھی نہین لگی جو صورت آرائی مین مشغول رہکر غربا کو اُنکی ظاہری حالت شکستگی
و بے سروسامانی پر حقیر سمجھتے ہین یہانتک بیان صورۃ کے متعلق تھا اب مال کو لیجیے اسوقت اکثر نے مال کو بھی قبلہ
و کعبہ بنا لیا ہے حالانکہ مال کو سوچنا چاہیئے کہ مال قارون کے پاس کسقدر تھا اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم کے پاس کچھ بھی نہ تھا اگر مال کا ہونا کوئی شرف ہوتا تو امر بالعکس ہوتا لیکن اب مال ہی کو کمال سمجھتے ہین اور
اسکے لیے دین بھی برباد کرتے ہین اب تو اسپر نظر ہے کہ جسطرح ہوسکے مال ہاتھ آنا چاہیئے خواہ جائز ہو یا ناجائز
کسی پر ظلم ہو یا رحم ہو ایک شخص مدعی علم سود لیتے تھے اُنپر کسی نے اعتراض کیا کہ میان تم سود لیتے ہو حالانکہ وہ حرام ہے
تو وہ صاحب فرماتے ہین کہ میان چُپ رہو کسکا حلال کسکا حرام یہ وہ وقت ہے کہ مسلمانون کو مال جسطرح ہاتھ لگے
چھوڑنا نہ چاہیئے مین اُنسے اور جو صاحب اُنکے ہمرنگ ہون کہتا ہون کہ جب آپکا یہ دعوی ہے کہ مال جسطرح ہاتھ
آوے لیلو سو مال تو ڈکیتی اور چوری سے بھی ہاتھ آتا ہے یہ بھی شروع کرو و احکام شرعیہ کو چھوڑا ہے احکام سلطنت
کو بھی چھوڑدو دیکھو پھر کیا ہوتا ہے تو اُسکو سب ہند مین مستثنے کرینگے تو اُنکے اقرار ہی سے یہ ثابت ہوا کہ یہ عام
مخصوص منہ البعض ہے اور وہ بعض مستثنے اور مخصوص ہین جو کہ حکام کے خلاف ہون افسوس صد افسوس کہ حاکم مجازی
ظاہری کے خلاف تو جیلخانہ کے خوف سے مستثنے کیا جاوے اور حاکم حقیقی کی مخالفت پر دلیری کیجاوے اور اسکے
احکام کو اُس کلیہ سے مستثنے نہ کیا جاوے بعض اہل حیلہ کہتے ہین کہ ہم تو دنیا کے لیے کماتے ہین اگر دنیا نہوگی تو
دین کی بھی درستی نہوگی مگر یہ کہنا اُنکا اُسوقت صحیح ہوتا جبکہ ہم یہ دیکھتے کہ دنیا کی ترقی کے ساتھ وہ دین کی بھی
ترقی کر رہے ہین ہم تو روز روشن کیطرح یہ دیکھ رہے ہین کہ جسقدر دنیا بڑھتی جاتی ہے اُسیقدر دین مین کمی آتی جاتی
ہے حضرات یہ دنیا کچھ کام نہ آویگی اور آخرت مین کام نہ آنا تو ظاہر ہی ہے ہم تو اسکا کام مین نہ آنا اور اسکی تحصیل پر حسرت
ہونا یہان ہی مشاہدہ کر رہے ہین جب کوئی دنیا پرست مرنے لگے مرتے وقت پوچھنا چاہیئے کہ دنیا طلبی کے بارہ مین
اسوقت تمھاری کیا رائے ہے آیا تمھاری اب بھی وہی تحقیق ہے یا بدل گئی مین بقسم کہتا ہون کہ وہ ضرور پہلی تحقیق سے
رجوع کرینگے کیونکہ جس بازار مین وہ اب جارہے ہین وہان یہ سکہ نہین چلتا جو اُنھون نے عمر بھر جمع کیا ہے اور جو سکہ وہان
چلتا ہے وہ انکے پاس ہے نہین کیونکہ وہ اسکے جمع کرنیکو عمر بھر بیسود بتایا کرتے تھے وہان تو وہ سکہ چلتا ہے جو ظاہر
مین تمکو کالا معلوم ہوتا ہے اور واقع مین وہ خالص چاندی ہے اور جو جمع کیا ہے وہ بظاہر چاندی اور واقع مین وہ لوہا ہے
مگر وقت اسکے تمہین مبہم ہین لیکن عنقریب آنکھ کھل جاویگی اور حقیقت نظر آجاویگی ؎

فسوف تری اذا انکشف الغبار		افرس تحت رجلک ام حمار	

اسوقت تو خواب کا سا قصہ ہو رہا ہی جب آنکھ کھلے گی اُسوقت معلوم ہوگا کہ ہم سراسر خسارہ مین تھے ایک شخص کی حکایت ہے کہ وہ ہمیشہ بستر پر پیشاب کردیا کرتا تھا اسکی بیوی نے کہا کہ کمبخت تجھکو کیا ہوگیا کہ ہر روز بستر پر پیشاب کردیتا ہے اُسنے کہا کہ مین خواب مین شیطان کو دیکھتا ہون کہ مجھکو سیر کے لیے لیجاتا ہے اور جب مجھکو حاجت ہوتی ہے کسی جگہ پر بٹھاکر کہتا ہی کہ پیشاب کرے مین پیشاب کردیتا ہون بیوی نے کہا کہ شیطان تو جنات مین سے ہی اور جنکو بڑے تصرفات دیے گئے ہین اُس سے کہنا کہ ہم فقر و فاقہ مین رہتے ہین ہمکو روپیہ کہین سے دلاوے اُسنے کہا بہت اچھا اب اگر خواب مین آیا تو ضرور کہونگا حسب معمول شیطان پھر خواب مین آیا اُسنے کہا کہ کمبخت تو مجھکو ہمیشہ پریشان کرتا ہی اور ہم پریشانی مین مبتلا ہین ہمکو کہین سے روپیہ نہین دلاتا شیطان نے کہا تو نے مجھسے پہلے سے نہ کہا روپیہ بہت غرض ایک جگہ لیگیا اور وہان سے بہت سا روپیہ اسکو اٹھوادیا اور اُس روپیہ کا اسقدر بار معلوم ہوا کہ پائخانہ نکل گیا جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ بستر پر پیشاب پائخانہ تو موجود ہے اور روپیہ کا پتہ بھی نہین یہ حکایت تو ہنسنے کی تھی مگر اس سے ایک نتیجہ پیدا ہوتا ہی وہ یہ ہے کہ اس عالم کی مثال بالکل خواب کی سی ہی اور جو طالبین دنیا ہین اُنکی مثال اس خواب دیکھنے والے کی ہی اور مال دنیا پائخانہ ہے اسوقت ہم خواب غفلت مین ہین ہمکو خبر نہین کہ ہم کیا جمع کر رہے ہین جب آنکھ کھلے گی یعنی موت آویگی اسوقت معلوم ہوگا کہ مال تو ندارد دیگر پائخانہ یعنی گناہ موجود ہے اُسوقت کہینگے ارے ہم تو بڑے دھوکہ مین تھے جسکو ہم موتی سمجھے تھے یہ تو سب سنگریزے نکلے ؎

حال دنیا را بپرسیدم از فرزانۂ
گفت یا خوابی است یا بادی است یا افسانۂ

باز گفتم حال آنکس گو کہ دل در وے بہ بست
گفت یا غولیست یا دیویست یا دیوانۂ

بعض لوگ شبہہ کیا کرتے ہین کہ یہ علما اورونکو تو ترک دنیا کی ترغیب دیتے ہین اور خود مال دنیا جمع کرتے ہین ہم تو جب جانتے کہ خود چھوڑ بیٹھتے اور اگر دنیا آتی تو رد کردیتے جواب یہ ہے کہ ہم مذمت اُس دنیا کی کرتے ہین جو سبب غفلت ہوجاوے اور اُن دنیا دارونکی مذمت کرتے ہین جو دنیا مین ایسے منہمک ہین کہ دین کو بھی برباد کردیتے ہین اور جائز ناجائز کا بھی امتیاز نہین کرتے جو اسکے مصداق ہین ؎

مبادا دل آن فرومایہ شاد
کہ از بہر دنیا دہد دین بباد

اور جو دنیا بقدر ضرورت ہو یا ضرورت سے زائد ہو مگر غفلت مین نہ ڈالے وہ مذموم نہین بلکہ بقدر ضرورت کے تحصیل ضروری ہی ملا جامیؒ جب پیر کی تلاش مین خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے یہان پہونچے تو خواجہ صاحب کے یہان بڑا ٹھاٹ تھا ہر طرح کی نعمتین دنیا کی موجود تھین ملا جامیؒ اگرچہ بہت پچھتائے اور جوش مین خواجہ صاحب کے سامنے ہی بے اختیار

منھ سے نکلا ع نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد ۔ اور یہ کہکر بہت حسرت و افسوس کے ساتھ کسی مسجد مین جاکر لیٹ رہے خواب مین دیکھا کہ میدان حشر قائم ہوا اور ملا صاحب کسی قرضخواہ کے تقاضے سے سخت پریشان ہین کہ ایکبارگی حضرت خواجہ صاحب با تزک و احتشام تشریف لائے اور فرمایا کہ درویش کو کیون پریشان کیا ہمنے جو خزانہ یہان جمع کیا ہی اسمین سے دلوا دو اسکے بعد آنکھ کھل گئی اسوقت خواجہ صاحب اسی مسجد مین آ رہے تھے فوراً حاضر ہوکر پانون پر سر رکھدیا اور عرض کیا کہ میری گستاخی معاف فرمادیجئے انھون نے فرمایا کہ وہ مصرعہ آپنے کسطرح پڑھا تھا انھون نے عرض کیا حضرت وہ تو حماقت تھی خواجہ صاحب نے فرمایا کہ نہین ہم اسکو سننا چاہتے ہین ملا جامی نے فرمایا کہ میرے منھ سے یہان کے سامان کو دیکھکر یہ نکلا تھا ع نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد ۔ فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر ناتمام ہی اسکے ساتھ یہ مصرعہ اور ملا دو ع اگر دارد برائے دوست دارد ۔ خلاصہ یہ ہی کہ اگر مال دنیا بھی دین کیلئے ہو تو سبحان اللہ ایسا مال دنیا نہین بلکہ وہ دین ہی مال کی مثال پانی کی ہی اور قلب کی مثال کشتی کی سی ہی اگر پانی کشتی کے اندر آگیا تو اسکو غرق کردیتا ہی اور اگر باہر رہے تو اسکے چلانے کا سبب بنجاتا ہی اسیطرح مال اگر قلب کے اندر ہو یعنی اسکی محبت قلب مین متمکن ہوجاوے تو وہ باعث ہلاکت ہے اور اگر باہر رہے تو کچھ مضر نہین ہے ۞ آب در کشتی ہلاک کشتی است ٭ آب اندر زیر کشتی پشتی است ۔ ۞ مال را گر بہر دین باشی حمول ٭ نعم مال صالح گفتہ رسول ٭ غرضکہ قدر ضرورت مال تو بہت ضروری ہے ورنہ پریشانی ہوتی ہی اور پھر وہی حالت ہوتی ہی ۞ شب چو عقد نماز بر بندم ٭ چہ خورد بامداد فرزندم ۔ ایک فارسی دان نے اس شعر کے معنی عجیب و غریب بیان کیے اور بعد سننے کے واقعی معلوم ہوتا ہی کہ ذوق لسانی کے موافق یہی معنی ہین وہ یہ ہے کہ شب چو عقد نماز بر بندم ۔ بجائے تکبیر تحریمہ میگویم چہ خورد الخ

یعنی میری حالت پریشانی کی یہانتک پہونچی ہی کہ ہروقت اسیکا خیال رہتا ہی حتی کہ یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ منھ سے کیا نکل جاتا ہی چنانچہ بجائے تکبیر تحریمہ کے یہی کہکر نیت باندھ لیتا ہون ۔ چہ خورد بامداد فرزندم ۔ یہ معنی اس شعر کے نہایت لطیف ہین اور اسمین مبالغہ بھی بہت ہے غرضکہ ایسے مال کے طلب کی نہی نہین ہی گفتگو اس مال مین ہی جو سبب غفلت کا ہو اور وہ سبب غریب بنانے والی کی اہانت و تحقیر کا ذریعہ ہو آگے فرماتے ہین ولکن ینظر الی اعمالکم ونیاتکم یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اور نیات کو دیکھتے ہین جبکہ ثابت ہوگیا کہ حق تعالیٰ کی نظر اعمال و نیت پر ہی اور صور اور اموال پر نہین تو صاحبو آپ اپنی نیت اور اعمال سنوارنے کی فکر کرو ماشاء اللہ بقدر ضرورت اس حدیث شریف کے پہلے ہر دو جز کی تفصیل ہوگئی ہے اور باقی دو جز کی تفصیل باقی ہے انشاء اللہ وہ پھر کسی وقت ہو جاوے گی فقط

وعظ ہشتم

ملقب بہ

الاخلاص

"حصۂ دوم"

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کہڑے ہوکر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	کتنا ہوا	متفرقات
جمعہ مسجد تھانہ بھون	۵ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ	بیٹھکر	اخلاص	مولوی عبد اللہ صاحب گنگوہی			

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ ورسولہ وصلی اللہ علیہ وعلی الہ وبارک وسلم **اما بعد** فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی اعمالکم ونیاتکم ۃ

اس حدیث کے اول دو جزکا بیان جمعۂ گذشتہ کو بالتفصیل ہوچکا ہے۔ اخیر کے دو جز باقی ہین حسب وعدہ آج اُن کو بیان کرتا ہون۔ اس حدیث کے اختیار کرنے کی وجہ پہلے بیان کرچکا ہون کہ ہر زمانہ مین ابنای زمان مختلف امراض مین مبتلا ہوتے ہین اس زمانہ کے امراض مین سے ایک یہ بھی ہے کہ ہماری نظر ہمہ تن دنیا پر ہے (جس کو حضور نے بعنوان صورۃ ومال تعبیر فرمایا) اور جو اصل چیز ہے جس پر مدار فلاح کا ہے یعنی دین (جس کو عمل اور نیت سے تعبیر فرمایا ہے) اُس پر بالکل نظر نہین ہے۔ عوام دنیادار تو اس مرض مین مبتلا ہین ہی ہم یہ سمجھتے ہین کہ جو دیندار ہین یعنی اپنے کو دیندار کہتے ہین یہ مرض اُن مین بھی موجود ہے دنیاداری

جس قدر وقعت ان کے نزدیک ہے اوس قدر دیندار کی نہین مثلاً اُن کے پاس ایک دینا دار آوے اور ایک دیندار۔ اوس دیندار کو نہ جاہ حاصل ہو اور نہ وہ شیخ اور بزرگ ہو نہ اُس کے پاس مال ہو نہ کوئی کمال اُس کا مشہور ہو نہ وہ عالم اصطلاحی ہو بلکہ بقدر ضرورت دین کا علم بغیر پڑھے لکھے حاصل کر لیا ہو جیسا کہ اکثر حضرت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو تھا چنانچہ حضور اقدس نے روحی فداہ وصلی اللہ علیہ وسلم اس باب مین فرمایا ہے نحن امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب ۔ کیونکہ پڑھنا لکھنا مقصود بالذات تو ہے ہی نہین اور نہ حضور کے وقت مین اس کی ضرورت تھی ہر صحابی کو نور فہم اور علم دین بے لکھے حاصل تھا بعد زمانہ خیریت نشانہ کے نہ تو وہ قوت حافظہ رہی اور نہ تدین عالم رہا اُس وقت تدوین علوم کی اور بطرز خاص وتدریس وتعلیم وتعلم کی حفاظت علوم کے لیے بھی اور غلط دعوے اور تلبیس کے قطع کرنے کے لیے بھی ضرورت واقع ہوئی غرض فرض کیا جاوے کہ اس شخص کا علم غیر درسی ہو کہ جس سے کچھ وقعت ہوتی اور یہ شخص عفیف صالح متقی بھی ہے اور ظاہری حالت اس کی یہ ہے کہ صورت بھی اس کی بدنما ہو کپڑے بھی خستہ ہون اور حسب نسب اُس کا اچھا ہو بلکہ ایسی قوم مین سے ہو جو ادنےٰ درجہ کی سمجھی جاتی ہو۔ غرض ظاہری امتیاز کچھ نہو اور دوسرا شخص دینا دار ہو دین کا کوئی پہلو لیے ہوے نہو نہ زہد ہو نہ تقوےٰ ہو نہ علم ہو اور نسب مین بھی بڑھا چڑھا ہوا اور یہ دونون شخص یکے بعد دیگرے ان مدعی دین کے پاس آوین تو مین بقسم کہتا ہون اور کسی کو کیا کہون خود اپنے کو کہتا ہون کہ جو قدر اور وقعت اور وجاہت نظر مین اس دینادار کی ہوگی اس دیندار کی نہ ہوگی حق یہ ہے کہ نفوس مین عموماً دنیا کی طرف میلان ہے۔ ظاہری جاہ ومال کو دیکھا جاتا ہے اگرچہ وہ جاہ دین کی وجہ سے حاصل ہو بزرگون مین سے بھی اسی بزرگ کی تعظیم کرین گے جس کی چار آدمی تعظیم کرتے ہون اس لیے کہ اس کی تعظیم وخدمت کرنے سے عار نہین ہے یہ سخت کید خفی ہے ظاہراً تو یہ تعظیم وخدمت نہایت صلاح کے اوپر دال ہے لیکن راز اور کید نفس اس مین یہ ہے کہ اُن بزرگ کی خدمت اور تعظیم اس لئے کرتے ہین کہ اس فعل سے لوگون کی نظر مین خود اپنے کو بڑائی حاصل ہوتی

ہے۔پس ہماری تعظیم اپنی تعظیم کے لیے ہے اسی واسطے اس خدمت اور تعظیم سے نفس خوش ہوتا ہے کچھ شکستگی اس کو نہین ہوتی۔

اپنے اساتذہ مین اگر دو شخص ہون ایک مشہور اور دوسرا غیر مشہور تو ہم اپنے کو مشہور کی طرف نسبت کرتے ہین غیر مشہور کی طرف نسبت کرتے ہوئے عار آتی ہے۔اسی واسطے بزرگان دین نے لکھا ہے کہ ریا بہت آخر مین دل سے نکلتی ہے۔ہان اگر یہ اکرام دنیا کے لیے نہو دفع شر یا دلجوئی کے لیے ہو اور غریب کی تحقیر بھی نہ ہو تو وہ مذموم نہین حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگون کی دینداری بس صورۃ اور ظاہراً ہے اور حقیقی دینداری بہت ہی کم ہے خود ہی فرماتے ہین وقلیل من عبادی الشکور اکثر لوگ رسم پرستی اسم پرستی ظاہر پرستی مین مبتلا ہین اور یہ سب دنیا ہے اور دنیا کی نسبت ارشاد ہے لوکانت الدنیا تزن عند اللہ جناح بعوضۃ ماسقی منہا کافرا شربۃ ماء یعنی اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کی برابر بھی قدر رکھتی تو کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔

حاصل یہ کہ خواہ حسب نسب کی وجہ سے قدر ہو یا علم کی وجہ سے ہو نہ من حیث العلم بلکہ اس حیثیت سے کہ علم سے بھی جاہ دنیوی حاصل ہوتا ہے یا مال کی وجہ سے ہو سب دنیا ہے۔ اور اسی کو صورت اور اموال سے تعبیر فرمایا ہے اس کو نظر انداز کرنا چاہیے اور دین جس کو اعمال اور نیات فرمایا اس پر نظر ہونا چاہیے۔حتی کہ اگر دوسرون کی قدر کی جاوے تو دین ہی کی وجہ سے ہونا چاہئے۔اور اس مقام پر حضور نے بجاے لفظ دین کے دو چیزین ارشاد فرمائی ہین ایک عمل دوسری نیت اس مین اشارہ اس طرف ہے کہ دین کا مدار اعمال پر ہے کسی اور شئے پر مثلاً کسی دنیوی و دینی شریف کی طرف انتساب پر نہین بہت لوگ آج کل مغرور ہین کہ ہم فلان بزرگ کے مرید ہین ہم فلان بزرگ کی اولاد ہین ہماری نجات ہو جاوے گی اعمال کی ہم کو ضرورت نہین اللہ تعالیٰ ہی لوگون کے رد مین فرماتے ہین تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ لوگ گذر گئے اُن کے لیے اُون کے اعمال ہین تمہارے لیے تمہارے اعمال ہین تم سے اُن کے اعمال کی نسبت سوال نہوگا۔ان بزرگون کے انتساب

سے برکت البتہ حاصل ہوتی ہے بشرطیکہ اعمال وعقائد کا ذخیرہ بھی اپنے پاس موجود ہو اور اگر اعمال نہون نہ عقائد صحیح ہون تو نری برکت کیا کام آوے گی برکت مثال چٹنی اور مربے کی سی ہے اور اعمال کی مثال غذا کی سی ہے جو کہ جزو بدن ہوتی ہے۔ مربے اور چٹنی معین ہضم طعام ضرور رہین لیکن غذا بھی ہونی چاہیئے اور اگر غذا نہو صرف مربے اور چٹنی مہمان کے سامنے رکھدین اور روٹی وغیرہ کچھ نہو تو کیا اوس سے کام چل سکتا ہے پس اسی طرح انتساب الی الانبیاء والاولیاء باعث برکت فی الاعمال ہے نہ کہ نجات کے لیے انتساب ہی کافی ہوا اسی لیے حضور نے اپنی خاص بیٹی کو خطاب کرکے فرمایا یا فاطمۃ انقذی نفسک من النار فانی لا اغنی عنک من اللہ شیئا یعنی اے فاطمہ نفس آگ سے بچاؤ مین اللہ کے مقابلہ مین تمہارے کچھ کام نہ آؤن گا یعنی اگر تمہارے پاس اعمال کا ذخیرہ نہوگا تو مین کچھ کام نہ آؤن گا اور اس کی نفی نہین کہ اعمال کے ہوتے ہوئے بھی مین باعث ترقی درجات نہ ہونگا یا شفاعۃ نہ کرون گا بزرگون کے تعلق نسبی کا باعث ترقی درجات ہونا خود منصوص ہے اللہ تعالے فرماتے ہین والذین امنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وما التنہم من عملہم من شئی یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے ان کا ایمان کے ساتھ اتباع کیا ہم اس اولاد کو بھی اُون کے ساتھ ملاوینگے اور اون کی عمل مین سے کچھ کمی نکرین گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ اولاد کے اعمال اوس درجہ کے نہون جیسے کہ آبا کے تھے لیکن اگر اوس اولاد نے ایمان کے ساتھ اُن کا اتباع کیا ہوگا تو ہم اُن کو اون کے آبا کے درجہ مین پہونچا دین گے تو اس الحاق کا انکار نہین ہو سکتا مگر اس کی کوئی دلیل نہین کہ صرف یہ انتساب ہی الحاق کے لیے کافی ہے بلکہ اس آیت مین ایمان کو خود شرط فرمایا ہے اور ما التناہم من عملہم من شئی مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضروری عمل بھی شرط ہے کیونکہ دفع دخل مین یہ فرمایا کہ ہم ان اسلاف کے عمل سے کچھ کم نہ کرین گے اس سے صاف معلوم ہوا کہ اصل مدار درجات کا عمل ہے اور ظاہر ہے کہ اصل کا ہونا ضروری ہے اور یون اضافہ خواہ غیر محل سے ہو جاوے۔ پس خود آیت مین بھی دلالت ہو گئی کہ آبا کے مرتبہ مین ذریت اُس وقت پہونچے گی جبکہ اعمال اور عقائد

دونون کا ضروری ذخیرہ جمع ہو۔ آج کل کے پیرزن نے اپنی دُکان جمانے کے لیے اور دنیا
کمانے کے لیے اپنے مریدین کے دلون مین یہ جما رکھا ہے کہ تم کو اعمال کی کچھ ضرورت نہین
ہم جو کچھ کر رہے ہین یہی تمھارے لیے کافی ہے۔ افسوس پیری مریدی کی غرض تو اصلاح
نفس اور مجاہدۂ نفس تھی کہ خود شاید عمل کی توفیق نہو تی پیر کے اثر یا تاکید سے عمل کی توفیق
ہو جاوے گی اور نفس مہذب ہو جاوے گا اب لوگون نے اس طریق کو تعطل کا آلہ بنا رکھا
ہے ایک ایسے پیر کی حکایت ہے کہ وہ ایک گاؤن مین گئے اور لاغر اور کمزور ہو رہے
تھے مریدون نے پوچھا کہ پیرجی دُبلے کیون ہو رہے ہو کہنے لگے ارے کمبختو تمھارے
ہی وجہ سے تو دُبلا ہو رہا ہون اور تم کو خبر بھی نہین تمام کام تمھاری طرف سے مجھے ہی
کرنے پڑتے ہین تم نماز نہین پڑھتے تمھاری طرف سے نماز پڑھتا ہون تم روزے
نہین رکھتے مین روزے رکھتا ہون پھر سب سے بڑھکر یہ مصیبت کہ پل صراط پر جو کہ تلوار
سے تیز اور بال سے باریک ہے اُس پر بھی چلتا ہون۔
مرید بہت خوش ہوئے کہ پیرجی سب کام ہماری طرف سے کر لیتے ہین اور ایک مرید
خوشی مین بولا کہ جا مین تجکو فلان کھیت وہان کا دیا پیر بہت خوش ہوئے مگر یہ بھی سوچے کہ
اس نے کھیت تو دیدیا لیکن قبضہ ہمارا اوس پر ہوا نہین مبادا یہ زبانی ہی زبانی لین مین
ہو مناسب یہ ہے کہ قبضہ کر لین اور اوسکو دیکھ لین یہ سوچکر اوس مرید سے فرمایا کہ چلکر
دکھلا دے وہ ساتھ ہوا اور پیرصاحب تشریف لے چلے چانول کے کھیت مین پانی زیادہ
تھا اور مینڈ[عہ] تنگ تھی ایک جگہ پیرصاحب پھسل پڑے مرید نے ایک لات جڑہی اور
کہا کہ ارے تو پل صراط پر کیا چلتا ہوگا اسنے چوڑے رستہ مین تو تجھ سے چلا نہ گیا تو جھوٹا
ہے جا ہم تجکو کھیت نہین دیتے۔ آج کل کے پیرون نے خوب سمجھا دیا ہے کہ جو چاہو کرو
سب بخشے جاؤ گے اس حدیث شریف مین اس زعم باطل کا رد ہے اسواسطے بجاے لفظ دین کے لفظ
اعمال فرمایا اور ہر چند کہ عمل مین نیت بھی آگئی تھی لیکن نیت کو علیحدہ اس لیئے بیان فرمایا کہ
یہ معلوم ہو جاوے کہ خود اعمال ہی جب معتبر ہین جبکہ نیت درست ہوا ور نیز ان دو نفظون
سے دو گروہون کی اصلاح فرمائی لفظ اعمال سے تو غالب عوام کی کیونکہ عوام کو دنیا کے دھندون

[عہ] یعنی ڈون ۱۲

ہین شب و روز غلطان پیچان رہنے سے اکثر اعمال کی طرف توجہ کم ہوتی ہے لیکن بدنیتی یعنی ریا وغیرہ سے اس لیے مبرا ہین کہ اون کو کوئی بزرگ نہین سمجھتا اس لیے وہ اس کا قصد بھی نہین کرتے اور لفظ نیات سے غالب خواص کی جو دیندار کہلاتے ہین تمام شعائر اسلام کے پابند ہین لیکن اخلاص سے خالی ہین اس لیے اُن کی یہ دینداری محض صورتا ہے۔ روح دین کی اُن کو حاصل نہین ایسے لوگون مین اکثر مرض ریا کا ہوتا ہے اون کو لفظ نیت سے اخلاص کی طرف متوجہ فرمایا تو مطلب یہ ہے کہ یہ جو کچھ نماز روزہ ذکر حج زکوۃ تم کرتے ہو اگرچہ نفس اعمال نفع سے خالی نہین ہین اور بہ نسبت اوس شخص کے جو کچھ نکرے اوس سے بدرجہا بڑھکر ہے مگر جو اصل مقصود ہے یعنی رضا وہ جب ہی حاصل ہوگا جبکہ اخلاص بھی ہو اور اُس کی ایسی مثال ہے کہ دو شخص کسی بادشاہ کے ہان گئے ایک تو ہدیہ لیکر گیا اگرچہ وہ ہدیہ بادشاہ کے لائق نہو اور دوسرا بغیر ہدیہ کے گیا تو اگرچہ اس ہدیہ لیجانے والے کی یہ شکایت تو نہوگی کہ ہدیہ کیون نہ لایا جیسا اوس دوسرے سے یہی باز پرس ہوگی اور اس اعتبار سے یہ اوس سے غنیمت ہے مگر یہ شکایت ضرور ہوگی کہ تمھارا ہدیہ ہمارے لائق نہین اور چونکہ مقصود ہدیہ سے رضا ہے اور اگر وہ حاصل نہ ہوگا تو ہدیہ کالعدم ہوگا اسی طرح مقصود عبادت سے رضا ہے پس جس عبادت مین غرض فاسد کی آمیزش ہو اور نیت درست نہو تو ایسی عبادت کا بھی عدم وجود برابر ہوگا سو ہم لوگ اعمال کرتے ہین مگر ہمارے اغراض اکثر فاسد ہوتی ہین چنانچہ اہل علم اہل زہد اپنی حالت کا موازنہ صحیح کرکے دیکھین تو زیادہ حصہ اپنے اعمال مین اغراض نفسانیہ کا پاینگے مثلاً عبادات نافلہ تلاوت قرآن و ذکر و نوافل تہجد اور جو اعمال اخفا کے قابل ہین اون کو کرکے ہمارا جی چاہتا ہے کہ اون کا عام طور پر ظہور ہوجاوے اور لوگون مین ہم عابد زاہد مشہور ہون مثلاً تہجد مین اگر کوئی شب کو ایسے وقت اوٹھا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی اور تہجد پڑھکر سو رہا تو اس حالت مین اور جس حالت مین کہ دوسرے کو اطلاع ہو بڑا فرق ہوتا ہے اطلاع ہونے پر بڑی خوشی ہوتی ہے اور اگر اطلاع نہو تو جی چاہتا ہے کہ کسی طرح ظہور ہوجاوے اور اس کے تجسس رہتے ہین کہ کوئی ہمارا ذکر تو نہین کرتا اگر کسی نے ذکر نہ کیا تو نفس کو ایک طرح کا افسوس ہوتا ہے کہ رات کا اوٹھنا بیکار ہی ہوا۔ اسی طرح تمام اعمال مین ہماری حالت ہے۔

جاننا چاہیئے کہ عمل نیک کے دیکھنے پر جو دل خوش ہوتا ہے اس خوشی کی تین قسمیں ہیں ایک تو طبعاً جی خوش ہوتا ہے کہ الحمد للہ اس شخص نے ہم کو اچھی حالت میں دیکھا یہ خوش ہونا تو ایسا ہے جیسے لذیذ کھانا کھانے سے جی خوش ہوتا ہے طبیعت کا مقتضا ہے کہ اچھی شئے سے خوشی ہوتی ہے غرض یہ فرحت آثار طبعیہ میں سے ہے اُس کے ازالہ اور رفع پر قدرت نہیں ایسے خوش ہونے میں کچھ الزام نہیں اہل خلوص کو سخت غلطی واقع ہوتی ہے کہ اس فرحت میں اور ریا میں اون کو امتیاز نہیں ہوتا اس لیے اہل خلوص کی اصلاح کی بھی ضرورت ہے وہ رات دن اسی غم میں گھلتے ہیں کہ ہماری نماز کو جو فلان شخص نے دیکھا اور ہم کو خوشی ہوئی یہ بھی ریا ہوگئی حالانکہ یہ فرحت طبعی ہے ریا نہیں مگر یہ نہیں سمجھتے اور اپنی عبادت کو بیکار جانتے ہیں اور شب و روز اسی غم میں رہتے ہیں انجام ایسے اخلاص کا یہ ہوتا ہے کہ شیطان بہکا دیتا ہے کہ جب تمھارا عمل کارآمد نہیں ہے تو ایسے عمل سے فائدہ ہی کیا پس یہ شخص مایوس ہو کر اس عمل ہی کو چھوڑ دیتا ہے اور کبھی عمل تو نہیں چھوڑتا لیکن اخلاص کے اندر سعی ترک کر دیتا ہے اور بعض مرتبہ یہ مضرت ہوتی ہے کہ اپنے شیخ سے بدگمانی ہو جاتی ہے کبھی اُن کے کمال میں بدگمانی ہو جاتی ہے کہ میاں اگر یہ صاحب کمال ہوتے تو ہم کو اخلاص ضرور نصیب ہوتا اور کبھی توجہ میں بدگمانی ہوتی ہے کہ ہماری طرف توجہ نہیں ہے اور یہ کفران نعمت ہے جو شخص تمھارا مربی اور مصلح ہو اور اوس کو ہر وقت تمھارا خیال رہتا ہو یہ خیالات تمھارے اگر اوس کو معلوم ہو جاویں تو اوس کا دل ضرور روکھے گا اور نتیجہ اوس کا یہ ہوگا کہ نعمت تم سے سلب ہو جاوے گی ۔ یہ غلو فی الاخلاص ہے کہ ایک دولت حاصلہ کی نفی کر رہے ہو ۔ کسی درویش سے ایک ہاتھی سوار نے کہا کہ باوا دعا کرو کہ ترقی ہو درویش نے کہا کہ باوا ہاتھی پر تو سوار ہے کیا بانس پر سوار ہوگا اسی طرح تم کو اللہ تعالےٰ نے اخلاص نصیب فرمایا ہے اوس کا شکر ادا کرنا چاہیئے نہ کہ اوس کا کفران کیا جاوے ۔ غرض یہ فرحت طبعی ہے اس کو ریا سمجھنا غلطی ہے خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ ریا اعمال اختیاریہ میں سے ہے اور وسوسہ ریا غیر اختیاری پس وسوسہ ریا نہیں ہے جیسے کہ وسوسہ کفر کفر نہیں خود صحابہ رضی اللہ عنہم کو وساوس آجاتے تھے ۔

بس وسوسۂ ریاء سے ریاکار نہیں ہوتا ہے یہ بھی شیطان کی رہزنی کا ایک طریق ہے کہ ضروری مقصود سے دور کرکے اس دھندے میں لگا دیتا ہے۔ بس یہ ایک قاعدہ کلیہ نکل آیا کہ جو امر غیر اختیاری ہو وہ مذموم نہیں اور اس قاعدے کے ذہن نشین کر لینے سے بہت سے صعوبات جو سالک کو پیش آتے ہیں سب حل ہو جاتے ہیں عارف شیرازی اسی کو فرماتے ہیں ؎

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
بر صراط مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

پیش آید کا مطلب یہی ہے کہ جو بلا اختیار پیش آوے وہ اس کے لیے خیر ہی خیر ہے اور فعل اختیاری تو پیش آورد ہوتا ہے اُس پر البتہ مواخذہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ ایک قسم تو خوش ہونے کی یہ ہوئی اور دوسری قسم یہ ہے کہ دوسرے کے دیکھنے سے اس لیے خوشی ہوتی ہے کہ ہمارے اعمال نیک دیکھنے سے اس کو بھی توفیق ہوگی اور اوس کا ثواب ہم کو بھی ملے گا۔ یہ خوشی بھی مذموم نہیں ہے۔ مگر یہاں مبتدی کو ایک دھوکہ ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس اظہار سے اصل مقصود تو نفس میں یہی ہوتا ہے کہ میری جاہ بڑھے اور لوگ مجھکو معظم سمجھیں مگر ذہن تراش یہ لیتا ہے کہ میں اس لیے اظہار کرتا ہوں کہ لوگ دیکھ کر میرا اقتداء کریں لہذا مناسب مقتدی کے حال کے یہی ہے کہ اظہار کا قصد ہی نہ کرے البتہ کوئی صاحب کمال ہوا ور نفس اوس کا فنا ہو چکا ہو اور وہ اظہار عمل کا اس نیت سے کرے تو اس کو جائز ہے اور باعث ثواب ہے اسی واسطے بزرگوں کا قول ہے ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید یعنی شیخ کا اظہار مرید کے اخلاص سے بہتر ہے یہاں ریا بمعنی لغوی ہے اصطلاحی نہیں مطلب یہ ہے کہ شیخ کا اظہار چونکہ موجب نفع متعدی ہے کہ دوسرے دیکھکر اقتداء کرتے ہیں اس لیے وہ مرید کے اخلاص سے کہ اوس کا نفع اوسی کی ذات تک ہے بہتر ہے پس اس مقصد سے اگر خوشی ہو تو یہ خوشی عبادت ہے۔

تیسرے خوشی اظہار عبادت پر اس لیے ہوتی ہے کہ ہماری نیک نامی ہوگی اور لوگ ہمارے معتقد ہوں گے یہ ریا ہے اور مذموم ہے اور اس کے لیے سخت وعیدیں حدیث شریف

ہین آئی ہین - حدیث مین آیا ہے کہ قیامت کے روز شہید کو بلایا جاوے گا اور کہا جاوے گا کہ ہم نے تجکو فلان فلان نعمت دی تھی تو نے اوس کا کیا شکر ادا کیا وہ عرض کرے گا کہ اے رب مین نے آپ کی راہ مین جان تک دیدی ارشاد ہوگا کہ تو نے ہمارے واسطے نہین کیا بلکہ محض اس لیے کہ شجاع مشہور ہو سو یہ غرض حاصل ہوگئی اب یہان کیا لیتا ہے اور حکم ہوگا کہ اس کو منہ کے بل اوندھا گھسیٹ کر دوزخ مین پھینکدو چنانچہ یہ اسی طرح پھینکدیا جاویگا پھر اسی طرح ایک عالم اور ایک سخی سے گفتگو ہوگی اور اُن دونون کے عمل مین بھی یہی حب شہرت کا نقص نکالا جاوے گا اور ان سب کو دوزخ مین ڈالدیا جاوے گا - دیکھئے یہ افضل الاعمال ہین مگر ریا ایسی شے ہے کہ ان اعمال کو بھی اوس نے بیکار کردیا ایک عجیب بات سنئے کہ بعض اوقات آدمی خدا سے بھی ریا کرتا ہے آپ کو حیرت ہوگی کہ خدا سے ریا کیسے ہو سکتی ہے مین عرض کرتا ہون کہ اس کی صورت یہ ہے اور بہت واقع ہوتی ہے کہ ایک آدمی کی عادت تھی کہ سب کے سامنے تو لمبی لمبی نمازین پڑھتا تھا اور خلوت مین جلدی جلدی اس کے بعد اس کو شرم آئی کہ افسوس مین خلوت مین جلدی جلدی نمازین پڑھتا ہون اللہ تعالے مجکو کیا کہین گے اس لیے جلوت کی سی نماز پڑھنے لگا لیکن نہ اس وجہ سے کہ اصل مقصود خلوت کی تطویل ہو بلکہ اس وجہ سے کہ اصل مقصود جلوت کی تطویل اون ہی اغراض فاسدہ کے لیے ہے مگر خلوت کی تطویل اس لیے اختیار کی ہے کہ اس سے وہ تطویل جلوت مورد الزام نہو پس اصل مقصود تو اوس کا یہی ہے کہ مخلوق کے نزدیک میری قدر ہو مگر اللہ میان کے الزام سے بچنے کے لیے تنہائی مین بھی وہ لمبی لمبی نمازین پڑھنے لگا یہ ہے ریا خدا تعالے کے ساتھ اور بعض اوقات نیت اچھی نہین ہوتی مگر فرضی نیت تصنیف کرتا ہے تاکہ اللہ تعالے کے نزدیک ریاکار نہو مگر یہ نیت ایسی ہی ہے کہ ایک مسافر کا اسباب بندھا رکھا ہے ٹکٹ سٹیشن سے لانے کو آدمی بھیج رکھا ہے اور کوئی صاحب اوس سے کہین کہ تم امام بن کر پوری نماز پڑھاو اور اس کے لیے قیام کی نیت کرلو غرض بحث ریا کا طویل اور زوال اُس کا قدرے عسیر ہے مگر یہ نہین کہ اس مرض کا ازالہ نہ ہوسکے یقیناً ازالہ ہوسکتا ہے مگر معالجہ کرنے سے پس جو لوگ اس کے معالجہ مین مصروف ہین اور پھر بھی اون کو شائبہ ریا کا پیش

آجاتا ہے وہ بے فکر رہین کیونکہ وہ واجب کو ادا کر رہے ہین اُن کے ذمہ اسی قدر ہے اللہ
تعالےٰ فرماتے ہین فاتقوا اللہ ما استطعتم یعنی اللہ تعالےٰ سے ڈرو جس قدر تم سے ہوسکے
اور دوسرے مقام پر جو فرمایا ہے یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ یعنی اے ایمان
والو اللہ سے ڈرو جو اس سے ڈرنے کا حق ہے اور بظاہر اس مین اور آیہ سابقہ مین تعارض
معلوم ہوتا ہے چنانچہ سلف سے بھی منقول ہے کہ یہ ناسخ و منسوخ ہین یعنی اتقوا اللہ حق
تقاتہ منسوخ ہے اور اتقوا اللہ ما استطعتم ناسخ ہے اور نسخ فرع ہے تعارض کی اس لیے
سلف کے اس قول سے بھی تائید تعارض کی ہوئی سو حقیقت مین کچھ تعارض نہین ہے
کیونکہ اتقوا اللہ حق تقاتہ تو منتہائے سلوک ہے یعنی مقصود سلوک کا یہ ہے کہ حق تقویٰ
حاصل ہو اور اتقوا اللہ ما استطعتم مین ابتدار سلوک کو بیان فرمایا ہے کہ اس مین شیئاً
فشیئاً کوشش کی جاتی ہے ان دونون امرون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی امر کرے
کہ چھت پر چڑھو اور وہ گھبرا جاوے کہ مین کیسے جاؤن تو اوس کو کہا جاوے گا کہ زینہ پر
کو بقدر استطاعت ایک ایک درجہ طے کرکے پہونچ جاؤ دوسری مثال یہ ہے
کہ کوئی امر کرے کہ علاج کرکے اپنا بخار دور کردو اور گھبرا جاوے کہ کیا کوئی دوا ایسی ہے
کہ آج ہی بخار جاتا رہے تو اوس کو کہا جاوے گا کہ تھوڑی تھوڑی دوا پیا کرو بخار جاتا
رہے گا اسی طرح مطلب حق تعالےٰ کا یہ ہے کہ بقدر استطاعت تقوے کرتے رہو
یہان تک کہ حق تقوے حاصل ہوجائے اور سلف نے جو اس مین نسخ کہا ہے تو وہ نسخ
اصطلاحی نہین اون کے عرف مین نسخ مطلق اختلاف کو کہتے ہین ولو بالاجمال
والتفصیل جیسا یہان ہے غرض دونون آیتون کے ملانے سے معلوم ہوگیا کہ کام مین
لگنے والے اور معالجہ کرنے والے ہرگز نہ گھبراوین اون پر کوئی ملامت نہین وہ فاتقوا
اللہ ما استطعتم پر عمل کر رہے ہین انشاء اللہ ایک روز اون کو حق تقوے بھی حاصل
ہوجاویگا ہان جو معالجہ سے غافل ہین اور مرض کو بڑھا رہے ہین اون پر البتہ ملامت ہے
بہرحال ہم کو اپنی نیت کا خالص کرنا ضروری ہے تاکہ دین کی حقیقت ہم کو حاصل ہو اور
آجکل اکثر لوگ اس سے خالی ہین حتےٰ کہ دینداروں تک کی یہ حالت ہے کہ اعمال خیر کے

ارتکاب اور اعمال سو کے اجتناب مین بھی وضع اور رسم و رواج کے پابند ہین چنانچہ بعض اعمال کے پابند ہین بعض کے نہین سو جس کا ترک ان کی شان کے خلاف سمجھا جاتا ہے اوس کے پابند ہین جیسے نماز اور جس کا ترک خلاف شان نہین سمجھا جاتا اوس کے پابند نہین جیسے حقوق العباد اسی طرح ہم لوگ غیبت تو کرتے ہین مگر شراب نہین پیتے سو شراب پینا اس لیے نہین کہ حق جل مجدہ راضی ہون ورنہ غیبت کو بھی ترک کرتے بلکہ اس لیے ہے کہ باپ دادا نے شراب نہین پی یہ خلاف وضع ہے اور غیبت وہ بھی کرتے رہے اس لیے خلاف وضع نہین رشوت لیتے ہین جوا نہین کھیلتے تو وجہ یہی ہے کہ جوا بازار ن مین بیٹھ کر کھیلنا بے حرمتی کا سبب ہے اور رشوت خاندانی رسم ہی وضع کے خلاف نہین باپ نے لی دادا نے لی اور اپنے تمام ہمعصر ہم چشم لیتے ہین اس لیے اس کے لینے مین باک نہین بہت لوگ رہن کی آمدنی کھاتے ہین اور عرفی سود نہین لیتے وجہ یہ ہے کہ سود لینے والے کو ذلیل و خوار سمجھتے ہین اور رہن کی آمدنی تو باپ دادا سے کھاتے چلے آئے ہین وہ شان ریاست ہے بعض اعمال مین یہ ہے کہ جن کی ہمین عادت ہے اور عرفاً وہ موجب ذلت بھی نہین اور رسم و رواج کے بھی خلاف نہین ہین اون کے پابند ہین اور جن کی عادت نہین ہے یا موجب استخفاف سمجھے جاتے ہین اُن کے پابند نہین ہین افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے مصداق بن رہے ہین اس پر دعوے ہے تقدس کا اور مدعی ہین بزرگی کے حالانکہ یہ صورت دینداری کی تو ہے مگر حقیقت دینداری کی نہین ہے جیسا جو بادام اور شے ہے اور بادام کا چھلکا اور شے ہے پستہ اور شے ہے اور پوست اور شے ہے اخروٹ اور شے ہے اور چھلکا اوس کا اور شے ہے اسی طرح آدمی کی صورت اور شے ہے اور حقیقت اور ہے

شعر

گر بصورت آدمی انسان بدے	احمد و بوجہل ہم یکسان بدے
اینکہ می بینی خلاف آدم اند	نیستند آدم غلاف آدم اند

ایسی ہی ہمارے اعمال کی حالت ہے کہ اعمال کی صورت ہے حقیقت نہین ہے ع

خواجه پندارد که دارد حاصلے		حاصل خواجه بجز پندار نیست	

ان ہی صور اعمال پر نظر مقتصر کرکے ہر شخص بجائے خود سمجھ رہا ہے کہ مجھ مین کچھ ہے مین متقی ہون ذاکر ہون کوئی سمجھتا ہے کہ عالم ہون حافظ ہون اور اگر باطن کو دیکھا جاوے تو یہ حالت ہے۔ ع

از برون چون گور کافر پرحلل		واندرون قهر خدائے عزوجل	
از برون طعنه زنی بر بایزید		وز درونت ننگ میدارد یزید	

اصل یہ ہے کہ ہم لوگون کو حس نہین رہی اگر بصیرت ہو تو معلوم ہو کہ سب اعمال مین نفس کی پچر لگی ہوئی ہوتی ہے واللہ العظیم ہم لوگون کے اعمال وہ ہین کہ قیامت کے روز اگر ہمارے جوتیان نہ لگین تو غنیمت ہے کس کا تقرب اور کیسے درجے نیتین تو بزرگون کی ہوتی تھین چنانچہ حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ کی حکایت ہے کہ اون کو ایک شخص نے کچھ نذر کی آپ نے کچھ عذر فرمایا اس لیے کہ اُس مین کچھ شبہہ تھا اگرچہ فتوے کی روسے وہ شے جائز تھی مگر تقوے کے اعتبار سے اوس کا لینا درست نہ تھا اور حکم شرعی یہ ہے کہ اگر تقوے کے اس خاص درجہ پر عمل کرنے سے دوسرے کی دلشکنی ہو تو فتوے پر عمل کرنا چاہیئے ایسے موقع پر تقوے کی حفاظت جائز نہین اور ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کسی بڑی مقدار ملے مثلاً پانچسو روپیہ اور مشتبہ تو کیا مشتبہ سے بھی آگے اور بڑھکر ہو تو تاویل کرکراکر اوس کو جائز کر لین گے اور اگر کوئی ایک روپیہ دے تو سارا تقوے اوس مین چلا دینگے القصہ حضرت حاتم نے اول انکار کیا جب اُس نے اصرار کیا تو لے لیا بخلاف ہم لوگون کے کہ اگر ہمارے موُنہ سے ایک مرتبہ نہ نکل جاوے تو ہرگز نہ لین گے کیونکہ اب لینا اپنی اُن کے خلاف ہے لوگون نے پوچھا کہ حضرت آپ نے اول انکار کیون کیا اور دوبارہ کیون لے لیا فرمایا کہ اول اس لیے انکار کیا کہ اوس کا لینا تقوے کے خلاف تھا اور جب اوس نے اصرار کیا تو خیال کیا کہ نہ لینے مین تو میری عزت اور اس کی ذلت ہے اور لے لینے مین میری ذلت اور اس کی عزت ہے مین نے اوس کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی یعنی میرے نہ لینے سے میری بات تو بنی رہتی مگر میرے بھائی کی وجاہت اور

آبرو مین فرق آتا اور لینے مین مری شان کو دھبہ لگتا ہے لیکن اس کی بات بنتی ہے پس
مین نے اپنی عزت اور آبرو کو لات ماری اور اپنے بھائی کی بات کو اونچا رکھا سبحان اللہ
نیت یہ ہے اور حقیقت دین یہ ہے اور ہمارے اندر تو صورت ظاہری بھی کامل نہین
ہے اور حقیقت تو کہان تھی اور یہ حال تو ہمارے آج کل کے دینداروں کا ہے کہ ان
کی نیتین خالص نہین پھر عوام کا تو کیا ذکر ہے بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ عوام الناس کی نیتین
اکثر اعمال مین بہ نسبت خواص کے اچھی ہوتی ہین وجہ اس کی یہ ہے کہ اعمال صالحہ
سے شلاً لمبی لمبی نماز پڑھنے سے اور ذکر و شغل اور وظائف وغیرہ سے جو جاہ بڑھتی ہے وہ
خواص کی ہی بڑھتی ہے اس لیے وہی محل ریا بن سکتے ہین اور عوام بیچارون کو کون پوچھتا
ہے اگر کسی گمنام عامی نے لمبی نماز پڑھی تب اور مختصر پڑھی تب ہر صورت مین کوئی بھی التفات
نہین کرتا ہان عوام مین ایک کمی ہے وہ یہ کہ عمل کے وقت اکثر خالی الذہن ہوتے ہین
اوس عمل کی نہ کوئی غایت مذمومہ اونکے ذہن مین ہوتی ہے اور نہ غایت محمودہ گو عادت
سے اور اجمالاً اس اعتقاد سے کہ خدا کا حکم ہے پڑھ لیتے ہین مگر یہ خلو عن الغایۃ المحمودۃ المذمومہ
بھی اخلاص ہی مین داخل ہے اس مقام پر اسی وقت ایک تحقیق ذہن مین آئی وہ یہ ہے
کہ اخلاص نیت کے معنی یہ سمجھے جاتے ہین کہ کسی نیک عمل کے کرنے کے وقت اس
امر کا بھی تصور و قصد ہو کہ یہ عمل حق تعالےٰ کی رضا کے واسطے ہے اب دیکھنا چاہیے کہ
اس معنی کے اعتبار سے اخلاص کا وجود کہین متحقق ہے کہ نہین ہم غور کر کے جو دیکھتے ہین تو ان
معنے کے اعتبار سے عوام مین تو کیا خواص مین بھی اخلاص نہین نماز پڑھتے ہین روزہ رکھتے
ہین تلاوت کرتے ہین اور کبھی عمل سے پہلے خصوصیت کے ساتھ ابتغاء مرضاۃ حق کا تصور
تک بھی نہین ہوتا ہے چنانچہ ابھی سب نے نماز جمعہ کی پڑھی ہے کسی کے دل مین بھی تصور
اللہ تعالےٰ کی رضامندی کا نہین ہوا ہوگا۔ غایۃ مافی الباب گاہ گاہ نیک عمل کرتے وقت
اس کا تصور ہو جاتا ہے کہ یہ ایک نیک کام ہے پس اگر نیت کے معنی یہی ہین کہ قصد کرنا
رضائے حق کا تو اس معنی کو تو کسی کی نیت بھی خالص نہین اور دنیا مین کوئی بھی مخلص نہین
کیونکہ اکثر اوقات اس کا بلکہ کسی اور غایت کا بھی مطلق تصور نہین آتا اور اسی بنا پر یہ جو عقلی

مسئلہ مشہور ہے کہ افعال اختیاریہ کا صدور مسبوق بتصور الغایۃ ہوتا ہے مجکو اس مسئلہ مین ایک شبہہ ہے کیونکہ اکثر مواقع پر کوئی غایۃ بھی ذہن مین نہین ہوتی۔ تنویر اس کی یہ ہے کہ ہم سے بہت سے افعال ہین اگر بعد صدور کوئی دریافت کرے کہ یہ فعل کیا فائدہ سمجھ کر کیا ہے تو ہم حیران رہجاتے ہین کہ کیا فائدہ بیان کرین ہان کچھ دیر کے بعد گڑھ گڑھ کر کوئی وجہ بیان کردین وہ اور بات ہے ہان اگر غایت پہلے سے سوچ لیتے ہین تو بمجرد سوال اوس کو بیان کردیتے ہین مثلاً ہم کسی کو کسی امر پر زدوکوب کرین اور بعد اس ضرب کے کوئی ہم سے وجہ پوچھے تو فوراً بتلادین گے کہ اس وجہ سے مارا تو وجہ یہ ہے کہ پہلے سے اوس غایت کا قصد ہوگیا تھا اور اگر دو وقت کے کھانا کھانے کے بعد فوراً اس کا جواب لینا چاہین کہ تم نے کھانا اس وقت کیا فائدہ سوچکر کھایا تو کوئی معقول وجہ بے سوچے نہین بتلاسکتے کیونکہ پہلے سے تصور نہ تھا اس لیے نہین بتلاسکے۔ اس لیئے یہ قاعدہ اب تک سمجھ مین نہین آیا ہان اگر یون کہا جاوے کہ اجمال کے درجہ مین غایۃ کا تصور ہوتا ہے تو خیر مگر علم تفصیلی تو ہرگز نہین ہوتا۔ پس نیت کے اگر یہ معنی لیے جاوین گے تو تمام ہی مسلمانون کے اعمال بیکار ٹھہرین گے۔ اب نیت کے معنے مین عرض کرتا ہون نیت کے معنے ہین ارادہ کے یعنی وہ فعل اختیاراً اور قصداً ہوا ہو مثلاً وضو کے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ ارادہ کرکے وضو کرے اور دوسرے یہ کہ کوئی شخص حوض مین یا نہر مین غوطہ لگادے اور اوس کے ضمن مین وضو بھی ہوجاتا ہے اور شافعیہ فرماتے ہین کہ وضو نہین ہوتا اس لیے کہ اون کے نزدیک نیت ضروری ہے اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ نیت کے معنی ارادہ کے ہین دوسری مثال لیجئے اگر کوئی شخص بلا ارادہ صلوۃ اٹھک بیٹھک کرتا رہے اگرچہ تمام ارکان صلوۃ ادا کرے مگر فقہاء فرماتے ہین کہ نماز نہو گی اس لیے کہ بلا نیت یہ صلوۃ ہے پس ان تمام جزئیات سے معلوم ہوا کہ نیت کے معنی ارادہ کے ہین۔ پس نیک عمل مین نیت تین طرح کی ہوسکتی ہے ایک یہ کہ وہ فعل قصداً اور اختیاراً کیا جاوے لیکن اوس مین نہ غایۃ محمودہ کا تصور ہو نہ غایۃ مذمومہ کا دوسرے یہ کہ غایۃ محمودہ کا قصد ہو مثلاً یہ کہ مین نماز اس لیے پڑھتا ہون کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ غایۃ مذمومہ کا ارادہ ہو مثلاً نماز

اس لیے پڑھے کہ مخلوق کے نزدیک بڑا بنے۔ پس ان تینون صورتون مین سے ریا ر
مذموم اخیر کی صورت ہے اور صورت اولیٰ و ثانیہ اخلاص مین داخل ہے اس لیے کہ
کہ ریا یہ ہے کہ مخلوق کے نزدیک بڑا بننے کے لیے کوئی فعل کرے سواس کے ارتفاع
کی دونون صورتین ہین ایک یہ کہ کوئی غایۃ مقصود نہو ہان محرک اس کا امتثال ہو گو اس
امتثال کی کوئی غایت تصور مین نہ آوے اور ایک یہ کہ مقصود ہوا ور محمود ہو مفید کا ارتفاع کبھی
اس طرح ہوتا ہے کہ وہ قید نہو دوسری خاص قید سے مقید ہوا ور کبھی اس طرح ہوتا ہے
کہ وہ دوسری قید بھی نہو۔ البتہ صورۃ اولےٰ اخلاص کا ادنےٰ درجہ ہے اور صورۃ
ثانیہ اعلےٰ درجہ ہے۔

غرض کہ یہ جو سمجھتے ہین کہ اگر کسی خاص غایت کی نیت نہو تو اخلاص نہین یہ غلط ہے۔
پس نیت کے معنے واضح ہو جانے سے معلوم ہوا کہ الحمد للہ خوش نیت اور مخلصین سے دنیا
ابھی خالی نہین ہوئی۔ شاید میری ابتدائی تقریر اور اخیر تقریر مین کوئی تعارض سمجھے کہ
اول مین تو شکایت تھی کہ اخلاص مفقود ہو گیا ہے اور فساد نیت مین عوام و خواص سب مبتلا
ہین اور آخر مین ثابت ہوا کہ ابتلاء عام نہین ہے بلکہ مخلصین بھی بہت ہین تو ظاہر نظر مین
یہ شبہہ ہوتا ہے ورنہ واقع مین کچھ تعارض ہی نہین اس لیے کہ میری تقریر کا حاصل دو امر کا
اہتمام ہے اول یہ کہ جن لوگون کے اعمال مین غایۃ مذمومہ پائی جاتی ہے مثلاً جاہ و حب مال
و ارضاء خلق اُن کو متنبہ کرنا مقصود ہے دوسرا امر یہ ہے کہ جن کے اندر امراض موجود ہین اور
اونھون نے معالجہ شروع نہین کیا اور نہ معالجہ کی فکر ہے اون کو معالجہ کی طرف توجہ دلانا
ہے اور جن مین غایات مذمومہ نہین پاین مگر اونھون نے معالجہ شروع کر دیا ہے اگرچہ اُون
کے اندر امراض بھی ہین اُن پر ملامت نہین ہے کیونکہ اونھون نے فاتقوا اللہ ما استطعتم پر
عمل شروع کر دیا ہے۔ اور کثرت سے وہ لوگ پائے جاتے ہین جن مین غایت مذمومہ
موجود ہے اور معالجہ کی فکر نہین کرتے پس مراد ابتداء تقریر سے یہ ہے کہ بکثرت مبتلا ہو کر
بھی بے فکر ہین اور آخر تقریر سے مقصود یہ ہے کہ اخلاص کے ادنےٰ درجہ سے بھی نفی
اخلاصیت کی نکرنی چاہیئے۔ باقی جنھون نے اپنے کو کسی معالج کے سپرد کر دیا ہے اون کو

پریشان نہونا چاہیئے اُون کو یہ کہا جاتا ہے ؎

	کوی نومیدی مرو کامیدہا ست		سوی تاریکی مرو خورشیدہاست	

وہ جب لگے ہین تو انشاءاللہ تعالیٰ پہونچ جاوینگے۔ اور ؎

	اندرین رہ می تراش و میخراش		تادم آخر دمی فارغ مباش	

البتہ معالجہ کے لیے دو شرطین ہین اول شرط یہ ہے کہ علم دین ہو تاکہ اعمال یا اغراض کا محمود و مذموم ہونا معلوم ہوسکے اور ہر کام مین یہ سمجھ سکے کہ اس مین میرا کیا قصد ہے آیا مذموم ہی یا محمود ہے پھر عمل سے پہلے مراقبہ و محاسبہ کرتا رہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اپنے کو کسی طبیب حاذق (مرشد کامل) کے سپرد کردے اور اپنے حال کی اُوس کو وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہے اور اوس کی راے کا اتباع کرے جو کچھ وہ تجویز کرے خواہ سمجھ مین آوے یا نہ آوے انقیاد کرے۔ بعض دفعہ شیخ یہ تجویز کرتا ہے کہ تم تمام رات سویا کرو اور آدہ گھنٹہ جاگا کرو یا یہ کہ تلاوۃ قرآن اور نوافل چھوڑدو تو بظاہر تو یہ ارشاد شیخ کا سمجھ مین نہین آتا لیکن اتباع اس کا ضروری ہے اس لیے کہ ؎

	بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید		کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا	

اس شعر کے معنی یہ نہین ہین کہ شیخ کے حکم سے شراب اس قدر پیو کہ سجادہ بھی آلودہ ہوجاے اس لیے کہ ہر جگہ ترجمہ حقیقی ہی نہین مراد ہوا کرتا جیسا کسی کی حکایت ہے کہ ایک مقام پر دو شخصون کے آپس مین لڑائی ہو رہی تھی اور آپس مین مار پٹائی کی نوبت آگئی ان مین سے ایک کا کوئی دوست وہان آنکلا اوس نے آکر اپنے دوست کے دونون ہاتھ زور سے پکڑ لیے اب وہ کچھ نہ کرسکا مقابل نے اوس کو خوب فراغت سے مارا کوٹا لوگون نے پوچھا کہ میان تم نے یہ کیا حرکت کی تو وہ کہتا ہے کہ مین نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے قول پر عمل کیا ہے ؎

	دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست		در پریشان حالی و درماندگے	

اس سے زیادہ پریشانی کی حالت کیا ہوگی اس لیے مین نے اس حالت مین اس کے ہاتھ پکڑ لیے تو اس جاہل نے گیرد دست دوست کے حقیقی معنی سے لیے حالانکہ سب جانتے

ہین کہ یہان حقیقی معنی مراد نہین ہین بلکہ دست گرفتن سے اعانت کردن مراد ہے اسی طرح آج کل چونکہ اصطلاحات سے واقفیت نہین ہے اس لیے حافظ صاحب رح کے اشعار کو اکثر لوگ غلط سمجھتے ہین اور مے اور رندی وغیرہ سے حقیقی معنی مراد لیتے ہین حالانکہ اس شعر کے اندر ہی اگر غور کیا جاوے تو خود اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ رح صاحب خلاف شرع امر کا حکم نہین فرماتے اس لیے کہ آگے فرماتے ہین کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا۔ جبکہ وہ سالک طریق ہے تو خلاف شریعت کیسے بتاوے گا۔

خلاصہ مطلب شعر کا یہ ہے کہ تربیت کے دو طریق ہین ایک جذب۔ دوسرا سلوک جذب یہ ہے کہ طالب پر ذکر و فکر کے ذریعہ سے غلبہ محبت کا کیا جاوے اور اعمال زائدہ مین کم لگایا جاوے اور اس طریق محبت کے ذریعہ سے اوس کو مقصود تک پہونچایا جاوے۔ دوسرا طریق سلوک ہے وہ یہ ہے کہ تلاوۃ قرآن اور نوافل وغیرہ مین زیادہ مشغول کیا جاوے پس مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص طریق سلوک کو اپنی استعداد کے مناسب سمجھ کر پسند کرے اور شیخ اوس کے لیے طریق جذب کو پسند کرے تو اوس کو خطاب کر رہے ہین کہ سجادہ الخ مے سے مراد عشق و محبت ہے یعنے اے طالب تو اپنی راے کو دخل مت دے بلکہ شیخ نے جو تیرے لیے طریق محبت کو تجویز کیا ہے اسی کو اختیار کرو۔ دوسری جگہ حافظ صاحب رح فرماتے ہین ؎

فکر خود و راے خود در عالم رندے نیست	
کفرست درین مذہب خود بینی و خود رائی	

پس اتباع شیخ کے ساتھ اعتماد بھی ہونا ضروری ہے اس زمانہ مین اعتماد بہت کم رہگیا ہے شیخ کی بعض سرسری تجویز پر یہ سمجھتے ہین کہ شیخ کو ہمارے حال پر توجہ نہین ہے یا ہماری طفل تسلی کر دیتے ہین سو خوب سمجھ لو کہ جس مریض کو طبیب پر اور طبیب کے نسخہ پر بھروسہ نہو اوس کو کبھی شفا نہوگی طبیب پر بھروسہ ہونا چاہیئے اور شفا مین تاخیر

ہونے سے گھبراوے نہین انشاءاللہ تعالےٰ ضرور شفا ہوگی مگر یہ ضروری نہین کہ جب مریض نے شفا کی نیت اکی ہے جب ہی ہوجاوے یہ معالجۂ باطن کی حالت بالکل معالجۂ ظاہری کی سی ہے جس طرح طبیب نہایت آہستہ رفتار سے حسب استعداد مریض معالجہ کرتا ہے اور ادویہ مناسبہ وقتاً فوقتاً بدلتا ہے اسی طرح بعینہٖ مرشد کامل طالبین کی تربیت کرتا ہے اور عروق مین سے مرض کو نکالتا ہے طالب کو چاہیئے کہ پریشان نہو اور نہ شیخ سے بداعتقاد ہو شیخ گویا زبان حال سے کہتا ہے ؎

من غم تو میخورم تو غم مخور		بر تو من مشفق ترم از صد پدر	

حاصل یہ ہے کہ شیخ کا اتباع اور انقیاد کرتا رہے اور اپنی راے اور تدبیر پر نہ چلے کام مین لگا رہے تو انشاءاللہ ایکدن کامیاب ہوگا۔ ایک شخص میرے پاس اپنی حالت لکھا کرتے تھے اور پریشانی اپنی ظاہر کرتے تھے مین برابر اون کی تسلی کرتا تھا کہ آپ پریشان نہون آپ کی حالت بہت اچھی ہے جب کسی بات سے تسلی نہوئی آخر مین مین نے لکھا کہ ہم کو تمھارے تسلی کی ضرورت نہین ہمکو تمھاری حالت سے اطمینان اور تسلی ہے اس لکھنے سے اون کی تسلی ہوگئی۔ حاصل یہ کہ اتنی بے فکری بھی بُری ہے کہ علاج ہی نہ کرے اور اس قدر فکر بھی مضر ہے کہ باوجود طبیب کے سپرد کر دینے کے بھی کسی وقت فکر سے خالی نہو جب طبیب کے سپرد کر دیا اب بے فکر ہوجانا چاہیئے۔ بس صرف اُسکی اتباع کی فکر رکھے اور منتظر رہے انشاءاللہ ایک وہ دن ہوگا کہ ؎

یوسف گم گشتہ باز آید بہ کنعان غم مخور		کلبۂ احزان شود روزے گلستان غم مخور	

الحمدللہ حدیث شریف کے تمام اجزاء کی بقدر ضرورت تفصیل ہوگئی ہے۔ حق تعالےٰ عمل کی توفیق عطا فرماوے

آمین

فقط

وعظ نہم

ملقب بہ

اصلاح النساء

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہوکر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
کاندھلہ	۲۰ جمادی الاخری ۱۳۲۹ھ				مولوی عبداللہ صاحب گنگوہی		

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ ونشہد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہ ورسولہ وصلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اھل النار فقلن وبم یا رسول اللہ قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر ما رأیت من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم من احداکن قلن وما نقصان دیننا وعقلنا یا رسول اللہ قال الیس شہادۃ المرءۃ مثل نصف شہادۃ الرجل قلن بلی قال فذلک من نقصان عقلہا قال الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلی قال فذلک من نقصان دینہا متفق علیہ

ترجمہ حدیث شریف کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (عورتون کو خطاب کرکے) فرمایا کہ اے عورتون کے گروہ تم صدقہ دو اس لیے کہ دکھلایا گیا ہون کہ تم اہل نار مین سے سب سے زیادہ ہو عورتون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ تم لعنت ملامت بہت کرتی ہو اور خاوندکی ناشکری کرتی ہو مین نے تم سے زیادہ کہ تم ناقصات العقل والدین بھی ہو ہوشیار مرد کی عقل کو سلب کرنے والا کوئی نہین دیکھا عورتون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ

ہمارے دین اور عقل کے نقصان کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت سے نصف نہین ہے عورتون نے عرض کیا کہ بے شک ہے فرمایا کہ یہ نقصان عقل ہے پھر فرمایا کہ کیا یہ بات نہین ہے کہ جب کوئی حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے عرض کیا کہ بے شک فرمایا کہ بس یہ نقصان دین ہے مین نے اس وقت اس حدیث کو کہ جس مین عورتین مخاطب ہین حالانکہ یہان مردون کا بھی مجمع ہے اس لیے اختیار کیا ہے کہ عورتون کو ایسا موقع بہت کم ملتا ہے اس لیے وہ بالکل بے خبر ہین اور طرح طرح کی خرابیون مین مبتلا ہین اور وہ خرابیان عورتون سے تجاوز کر کے مردون اور بچون تک پہونچتی ہین اس لیے ان کی اصلاح سے گھر بھر کی درستی ہے اس اعتبار سے یہ مضمون عام اور مشترک النفع بھی ہوگیا اور نیز اس مین بعض مضامین بلا واسطہ بھی مشترک ہین البتہ مقصود زیادہ عورتون ہی کو سنانا ہے اس حدیث مین جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے عورتون کے پانچ نقائص بیان فرمائے دو اضطراری اور تین اختیاری دو اضطراری یہ ہین نقصان عقل نقصان دین اور تین اختیاری اکثار لعن کفران عشیر مرد حازم کی عقل کو سلب کرنا نقصان عقل و دین کی ماہیت سے سوال کے جواب مین بجائے بیان حقیقت کے حضور نے اس کی علامتین اس لیے بیان فرمائین کہ مخاطب کم سمجھ ہین اس لیے حقیقت کے سمجھنے مین تکلف ہوتا اور جہان مخاطب کم عقل ہو ایسا ہی کرنا مناسب ہے مثلاً کوئی عامی نار کی حقیقت سے سوال کرے تو کہا جاویگا کہ جس مین دھوان ہوتا ہی وہ نار ہے اسی طرح حضور نے نقصان عقل کو بھی ایک علامت سے بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ دو عورتون کی گواہی بمنزلہ ایک مرد کے قرار دی گئی ہے اور نقصان دین کو بھی اس علامت سے کہ حیض کے ایام مین روزہ نماز نہین پڑھتی اوس زمانہ مین چونکہ انقیاد للحق غالب تھا یہ علامتین بیان کر دینا کافی تھین آج کل طبائع کا رنگ بدل گیا بجائے انقیاد کے عناد غالب ہے اب تو یہین سوال پیدا ہوگا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ دو کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوئی سو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث و قرآن کوئی فن کی کتاب نہین ہے کہ اس مین ایسی کاوش کی جاوے بلکہ قرآن و حدیث تو طب کی سی کتابین ہین اس لیے اس کو اوس نظر سے دیکھنا چاہیئے جس نظر سے شفیق طبیب کے کلام کو دیکھا جاتا ہے کہ کہین وہ ایک مریض کی حالت کے لحاظ سے کلام کرتا ہی اور کہین

دوسرے مریض کے مناسب حال اسی واسطے قرآن وحدیث کو وہ خوب سمجھیگا جو شان نزول سے واقف ہو کیونکہ اوس سے معلوم ہو جاویگا کس موقع پر یہ ارشاد ہوا ہے وہان کیا حالت تھی کیا مقتضیات اور خصوصیات تھین اور اسی وجہ سے ہم فہم قرآن وحدیث مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے سخت محتاج ہون گے بڑا فرق ہے اوس شخص مین جو نسخہ لکھنے کے وقت طبیب کے پاس حاضر ہوا اور جو حاضر نہ ہووے مدت کے بعد اُس نے صرف نسخہ دیکھا ہو جو حاضر ہے وہ مریض کے سن اور مزاج اور دوسری خصوصیات کو مشاہدہ کریگا اس لئے نسخہ کے محل کو وہ جیسا وہ سمجھیگا دوسرا شخص نہین سمجھیگا اسی طور پر قرآن وحدیث کی تفسیر مین سلف کا قول مقدم ہوگا حاصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث پر اس اعتبار سے نظر نہ کرنا چاہیئے کہ وہ کوئی فن کی کتاب ہے جس مین تعریفات کے جامع مانع نہ ہونے سے یا قیود کے مفید احتراز نہونے سے تصنیف کو ناقص سمجھا جاتا ہو اسی واسطے میری یہ رائے ہے کہ قرآن وحدیث ایسے وقت پڑھانا چاہیئے کہ دماغ فلسفہ و منطق سے متاثر نہ ہوا ہو بہرحال اس وقت نقصان دین و عقل کی علامت کو بیان کر دینا کافی ہو گیا اور اگر آج یہ کافی نہین ہے تو حقیقت کے تبلانے والے ہی بعضے نقائص موجود ہین اور نقائص اختیاری تو اس لیے بیان فرمائی ہین کہ اپنے نقائص پر مطلع ہو کر اُن کے علاج کی فکر کرین اور نقائص اضطراری غیر اختیاری جو معالجہ سے نہین جا سکتے اُن کو اس لیے بیان فرمایا کہ اپنے اندر ان نقائص کو دیکھکر کبر اور پندار جاتا رہے اس لیے کہ عورتون مین کبر اور پندار کا بہت مرض ہے ذرا سا کمال ہوتا ہے اس کو بہت کچھ سمجھتی ہین اور منشا اس عجب و کبر کا ہمیشہ جہل ہوتا ہے بڑا عالم اپنی کو وہی سمجھتا ہے جو کچھ نہ ہو کیونکہ جو واقع مین بڑا ہوگا اوسکی نظر کمال کی حد آخر تک ہوگی اور اپنی کو اس سے عاری دیکھیگا اس لیے ممکن نہین کہ اپنی کو بڑا سمجھے البتہ ایسے شخص کو اپنا بڑا سمجھنا شایان ہے جو تمام مراتب کمال کو جامع ہو اور وہ صرف ایک ذات وحدہ لاشریک ہے اس لیے متکبر اوسکا کمالی نام ہے اس کے معنی ہین اپنے کو بڑا سمجھنے والا سو چونکہ واقع مین حق تعالے بڑا ہے اس لیئے اگر وہ اپنی کو بڑا نہ جانتا تو جہل ہوتا اور جہل نقص ہے اور حق تعالے تمام نقائص سے پاک ہین بس خدا کا تو یہی کمال ہے کہ وہ اپنے کو بڑا جانے اور بندہ کا یہ کمال ہے کہ اپنے چھوٹا سمجھے اگر وہ اپنے کو بڑا سمجھے تو نقص ہوگا

حدیث قدسی مین ہے الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی فیہما قصمتہ یعنی عظمت کبریا
میرا خاصہ ہے جیسے ازار اور ردا انسان کا ملبوس خاص ہوتا ہے پس جو شخص مجھ سے (ان
صفات مین) کھینچا تانی کرے گا مین اُس کی گردن توڑ دون گا اس سے معلوم ہوا کہ عظمت اور
بڑائی حق تعالےٰ کی صفات خاصہ مین سے ہین اس سیلیے بندہ کا کمال اپنے کو عاجز سمجھنا ہے
چنانچہ جن حضرات کے قلب مین حق تعالےٰ کی عظمت اور کبریائی آگئی ہے وہ اپنے کو ہیچ در ہیچ
سمجھتے ہین جس شخص کی رستم کی قوت پر حاتم کی سخاوت پر نظر ہوگی وہ اپنے کو قوی اور سخی سمجھیگا جس
کے پیش نظر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہوگا وہ اپنے کو کیا عالم سمجھیگا آج کل یہ خبط
ہوگیا ہے کہ تھوڑا سا کمال ہوجاتا ہے تو اپنے کو بڑا سمجھنے لگتے ہین اور عورتون مین یہ مرض زیادہ
ہے اگر کوئی عورت ذرا نماز اور تلاوت کی پابند ہوجاتی ہے تو اپنے کو رابعہ سمجھنے لگتی ہے اور ہر
ایک کو حقیر سمجھتی ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ اُن کی کسی نے تربیت نہین کی کتابین پڑھ پڑھکر
دیندار ہوجاتی ہین پس ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی کتب طب دیکھکر دوا کھانے لگے
اور بتانے لگے اس سے بجاے نفع کے خوف ضرر غالب ہوگا جب تک طبیب کی رائے
سے دوا نکھاے کچھ نفع نہ ہوگا اسی طرح چونکہ عورتون کے اخلاق کی تربیت نہین ہوتی اور
کسی مرد کی سے رجوع نہین کرتین اور جو کچھ سمجھ مین آتا ہے کرلیتی ہین اس لئے اپنے
کو باکمال سمجھنے لگی ہین ایک لڑکی کا کسی شخص سے نکاح ہوا وہ لڑکی نماز روزہ کی پابند
تھی اور شوہر اس قدر پابند نہ تھا اور آوارہ سا تھا تو وہ لڑکی کہتی ہے کہ افسوس مین ایسی
پرہیزگار اور ایسے شخص کے جال مین پھنس گئی مری قسمت ڈوب گئی حالانکہ بے وقوف
یہ نہین سمجھی کہ اگر ہم نے نماز پڑھی روزہ رکھا تلاوت کی تو اپنا کام کیا دوسرے پر کیا احسان
کیا کوئی دوا پیکر فخر کرتا ہے کہ مین بڑا بزرگ ہون کہ دوا پیا کرتا ہون اسی طرح یہ طاعات
اپنا ہی نفع ہے اور اس سے اپنا ہی حق ادا کر رہا ہے اور حقوق اللہ جو اس کا لقب ہے
یہ اس اعتبار سے نہین کہ اللہ تعالےٰ اس سے منتفع ہے یا اُس کا حق اس سے اوتر جاتا ہی
کیونکہ صاحب حق کو تو دیکھنا چاہیئے کہ اُس کی ہم پر کس قدر نعمتین ہین اگر نعمتون کو دیکھا جاوے
تو درحقیقت یہ ہماری نماز روزہ کچھ بھی نہین اور ہمارا ان ہزارون انبیاء اولیاء ملائکہ کی عبادتون

کے ذخیرے کے ذخیرے انبار کے انبار موجود ہون اُن کے مقابلہ مین ہمارے روزہ نماز کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کہ جواہرات کے سامنے مٹی کے کھلونے تو حقیقت مین ان تو حق تعالےٰ کا ہے کہ ہماری ایسی عبادت کو قبول فرماتے ہین اُس کی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی اپنے مخدوم کی خدمت بدون اُس کی حاجت کے اُس کی مرضی موافق نکرے اور اس مخدوم کو اس خدمت سے بجاے راحت کے تکلیف پہونچی مگر خوش اخلاقی سے خاموش ہوجاوے تو وہ خادم اپنی جہالت سے یہ سمجھیگا کہ مین نے بڑا کام کیا حالانکہ بڑا کام تو مخدوم نے کیا کہ اس ناگوار خدمت کو قبول فرمایا دیکھئے قاعدہ عقلیہ اور شرعیہ ہے کہ کامل وناقص کا مجموعہ ہمیشہ ناقص ہوتا ہے اور پاک وناپاک ملکر ناپاک ہوتا ہو پس جبکہ ہماری نماز مین وساوس وخطرات اور ترک سنن اور خلاف خشوع امور بھی شامل ہین تو وہ مجموعہ نماز کامل کیسے ہوئی اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز پڑھنے والے کو جو کہ تعدیل ارکان نکرتا تھا فرمایا صل فانک لم تصل یعنے تو نماز پڑھ اس لیے کہ تو نے نماز نہین پڑھی چونکہ اسی حدیث کے آخر مین یہ بھی ہے کہ حضور نے پھر اُس کو طریقہ نماز کا مع تعدیل ارکان اور آداب کے سکھایا اور اُس کے بعد یہ فرمایا کہ جس قدر اس مین سے کمی ہوگی اوسی قدر نماز مین کمی ہوجاوے گی اس لیے فقہا امت رحمہم اللہ نے سمجھا کہ نماز تو ہوجاویگی مگر ناقص ہوگی ورنہ ظاہر الفاظ حدیث سے تو معلوم ہوتا تھا کہ بالکل ہی نماز نہو بہرحال یہ محض رحمت ہے کہ ہماری ناقص عبادت کو بھی عبادت گروانا یہ محض فضل ہے پھر ایسی عبادت پر خوش ہونا اور فخر کرنا جہالت ہے اور منشا اس فخر وکبر کا یہی جہل ہے اور جس قدر عقل کم ہوتی ہے یہ مرض کبر کا زیادہ ہوتا ہے چنانچہ مردون کی نسبت عورتون مین یہ مرض زیادہ ہے حاصل یہ ہے کہ نقائص اضطراری پر نظر وتنبہ وتوجہ ہونے سے یہ مرض کم ہوتا ہے اور اوپر معلوم ہوچکا ہے کہ نقص اضطراری کہ جن کے ازالہ پر قدرت نہین اس مقام پر وہ دو ہین نقصان عقل اور نقصان دین نقصان عقل کو تو حضور نے اس علامت سے بیان فرمایا کہ دو عورتون کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عقل مین نقصان ہے آج کل یہ سوال اس مسئلہ مین پیدا ہوسکتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ دو کی گواہی ایک کے

برابر ہے جواب حقیقی اور قاطع شغب تو یہی ہے کہ اس مین کوئی حکمتہ ہوگی کہ جس کی ہم تعیین نہین کرتے اور کبھر دین تو ہماری طرف سے تبرع ہے جواب تو اسی قدر کافی ہے باقی ہم تبرعاً کہتے ہین کہ حکمت یہ ہے کہ عورتون کی خلقت ہی مین نقصان ہے تمام قویٰ اور اعضا مین اُن کے بہ نسبت رجال کے نقصان آفتاب نیمروز کی طرح نظر آتا ہے اور جبکہ خلقۃً ناقص ہین تو حافظہ بھی ناقص ہوگا اور مدار شہادت کا حفظ پر ہے اس لیے دو کی گواہی ایک کے برابر قرار دی گئی اور چونکہ حافظہ بھی معین عقل ہے اس لیے یہ علامت ہوگی ایک درجہ مین نقصان عقل کی پھر اس مین سوال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسا ضعیف کیون پیدا فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ اوس مین تمدن کی حفاظت ہے تا وقتیکہ ایک کو دوسرے کا تابع اور محتاج نہ بنایا جاوے تمدن محفوظ نہین رہ سکتا اور تبعیت دو مساوی مین ہوتی نہین اسی واسطے فرماتے ہین الرجال قوامون یعنی مرد عورتون پر سردار ہین اور وجہ اس کی آگے ارشاد فرمائی ہے فضل بعضہم علی بعض یعنی بسبب اس بات کے کہ اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور جن لوگون نے برعکس اس حکم کے عورتون کو متبوع بنالیا وہان کی خرابیان پوشیدہ نہین ہین آج کل الرجال قوامون کی تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ مرد عورتون کے مزدور ہین سبحان اللہ کیا تفسیر دانی ہے ان مفسر صاحب سے کوئی پوچھے کہ فضل اللہ بعضہم کے کیا معنی ہین اگر جرات کر کے یہ کہین کہ اس مین بھی لبعضہم سے مراد عورتین ہی ہین تو تھوڑی دیر کے لیے مسلم لیکن آگے جو فرماتے ہین وبما انفقوا من اموالھم اس مین تو ضمیر یقیناً رجال ہی کی طرف ہے کیونکہ منفق وہی ہین تو کیا پھر فضل اللہ کی وہ تفسیر سر تا سر جہل اور تحریف قرآن نہ ہوگی اگر یہ معنے ہوتے تو للنساء فرماتے علےٰ جو کہ تسلط کے لیے ہے نہ فرماتے خلاصہ یہ ہے کہ مردون کو عورتون پر خلقۃً بھی فضیلت ہے چنانچہ دوسرے مقام پر ارشاد ہے افمن ینشؤا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مبین مشرکین جو ملئکہ کو بنات اللہ کہتے تھے اون کا رد اس طرح فرماتے ہین کہ کیا تم ایسی مخلوق کی حق تعالےٰ کی طرف نسبت کرتے ہو جو کہ پست خیال ہے کہ ہمیشہ بناؤ سنگار اور زیور مین نشو ونما پاتی ہین اور دوسرے یہ کہ اون مین مقابلہ کے وقت قوت بیانیہ نہین ہے واقعی یہ دو صفتین جو عورتون کی ارشاد فرمائی ہین کھلم کھلا نظر

آتی ہین زیور اور آرائش اور بناؤ سنگار مین شب و روز رہتی ہین اس سے آگے ان کا خیال ترقی ہی نہین کرتا غایۃ مقصود اپنا اسی کو سمجھتی ہین اور مقابلہ اور مناظرہ کے وقت ان کے دلائل مین قوۃ بالکل نہین ہوتی ادھر ادھر کی باتین بہت کرین گی لیکن کسی امر پر دلیل صحیح ہرگز بیان نہ کرسکین گی کوئی عورت یہ نہ کہے کہ یہ زیور تو ہم کو مان باپ نے پنہادیا اس سے عادت ہوگئی اس سے میلان کہان ثابت ہوا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل غلط ہے اگر مان باپ بھی نہ پہناوین تب بھی ان کا طبعی میلان نمائش و آرائش کی طرف ہے چنانچہ بہت سے واقعات اس کے مشاہد ہین اور اسی طرح اگر کوئی صاحب دوسری جزو مین یعنی قوۃ بیانیہ مین کی کمی کے بارہ مین فرماوین کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہماری عورتون کی تعلیم نہین ہوتی اگر تعلیم و تربیت کامل ہو تو یہ نقصان ہرگز نہ رہے یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ جو عورتین تعلیم یافتہ کہلاتی ہین وہ بھی معلوم ہوا ہے کہ لکچرون مین ناقص تقریر کرتی ہین اون کے شوہر اس لکچر کی تکمیل کرتے ہین حکمت یہ تبرعاً بیان کردی گئی ورنہ یہ کہنا کافی ہے کہ خدا تعالے کی کوئی حکمت ہوگی ہمارا کوئی فائدہ اس کی تعیین پر موقوف نہین اسی واسطے جو چیزین فضول ہین اُن کی تحقیق و تفتیش سے منع کردیا گیا ہے ہم کو اس تحقیق سے کیا فائدہ ہے کہ فلان ناقص کیون ہے فلان کامل کیون ہم کو تو اُس کے نتائج و احکام پر عمل کرنا چاہیے بہرحال تقریر سے معلوم ہوگیا کہ نقصان عقل اضطراری اور خلقی ہے اور دوسرا نقصان یعنی نقصان صلوٰۃ جس کو نقصان دین فرمایا ہے جس کا سبب حیض کا آنا فرمایا ہے وہ تو ظاہر ہی ہے کہ خلقی ہے اور تین امر اختیاری ان کی طرف منسوب فرمائے کہ اُن کا ازالہ ان کے اختیار مین ہے وہ کفران عشیر و اذہاب لب رجل حازم و اکثار لعن چونکہ یہ اختیاری ہین اس لیے انکو نقص نہ کہنا چاہیئے بلکہ انکو شر کے نام سے موسوم کرنا مناسب ہے حاصل یہ ہوا کہ عورتون مین دو نقص اور تین شر ہین جو نقص ہین ان کا فکر تو بے سود ہے اس لیے کہ وہ معالجہ سے زائل ہونے والے نہین بلکہ اس کی تو تمنا سے بھی منع کیا گیا ہے چنانچہ وارد ہے کہ حضرت ام سلمہ رض نے مردون کے فضائل سنکر فرمایا تھا کہ یا لیتنا کنا رجالا یعنی اے کاش ہم مرد ہوتے تو مردون کی سی فضیلت ہم کو بھی ملتی اسپر یہ آئت نازل ہوئی ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم یعنی مت تمنا کرو اوس شئے کی کہ اللہ تعالے نے اس شئے سے

بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے یعنی خلقی آگے فرماتے ہین للرجال نصیب مما اکتسبوا
وللنساء نصیب مما اکتسبن یعنی مردون کے لیے حصہ ہے اوس شئے سے جو اونھون نے کما یا مطلب
یہ ہے کہ ایسی تمنا چھوڑ و عمل مین کوشش کرو اب اس پر یہ شبہہ ہوتا ہے کہ اگر ہم عمل بھی کرین
تب بھی ناتمام ہی رہینگے نقصان ہمارہ کہان دور ہوگا تو اُس کا جواب فرماتے ہین واسئلوا اللہ
من فضلہ یعنی اللہ سے اُس کے فضل کا سوال کرو مطلب یہ ہے کہ عمل نیک کرے اگر خدا کا
فضل ہو تو تم مردون سے بڑھ سکتی ہو غرضکہ جو نقص اضطراری ہین اس کی فکر تو بالکل فضول
ہے اور جو اختیاری ہین جن کو ہم نے شر کہا ہے اس کی اصلاح واجب ہے اور وہ کل تین شر
ہین اکثار لعن کفران عشیر اذہاب لب رجل ۔ اکثار لعن یعنی لعنت ملامت زیادہ کرنا چنانچہ دیکھا
جاتا ہے کہ صبح سے شام تک اُن کا یہی مشغلہ ہے کہ جس سے دشمنی ہے اوس کی غیبت کرتی ہیں
اور جس سے محبت ہے اس کو کوستی ہین اپنی اولاد کو کوستی ہین اپنی جان کو کوستی ہین اور ہر شئے
کو خواہ وہ قابل لعنت ہو یا نہ ہو کوستی ہین یاد رکھو بعض وقت اجابت کا ہوتا ہے اور وہ کوسنا لگ
جاتا ہے پھر نادم ہونا پڑتا ہے ہمارے یہان ایک شخص تشنج زدہ ہے جو کہ چارپائی سے ہل نہین سکتا
اور سخت تکلیف مین ہے اس کی مان نے اس کو کسی شرارت پر یہ کہا تھا کہ خدا کرے تو چارپائی
کو لگ جاوے خدا کی قدرت وہ ایسا ہی ہوگیا اور اس کی مصیبت والدہ صاحبہ ہی کو اوٹھانا پڑی
کفران عشیر یعنی زوج کی ناشکری جس قدر ان کو دیا جاوے سب تھوڑا ہے مجھ کو مولوی
عبد الرب صاحب کا ایک لطیفہ یاد آیا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے پاس کتنا ہی کپڑا ہو جب
پوچھو کہ کپڑا ہے تو کہین گی کہ کیا ہین چار چیتھڑے اور کتنے جوڑے جوتہ کے ہون مگر پوچھنے پر یہی
کہین گی کہ کیا ہے دو لیترے اور برتن کیسے ہی عمدہ اور کثرت سے ہون مگر یون ہی کہین گی
کہ کیا ہین چار ٹھیکرے ایک عورت خود کہتی تھی کہ ہمارا حال تو دوزخ کا سا ہے کہ اس کو کتنا
جاوے گا ھل امتلئت کہا تو بھر گئی وہ جواب مین کہے گی ہل من مزید ایک غرض ان مین اور بھی
ہے جو کفران ہی کا شعبہ ہے کہ کوئی چیز خواہ وہ کارآمد ہو یا نہ ہو پسند آنا چاہیئے بے سوچے سمجھے
اس کو خرید لیتی ہین اور کہتی ہین گھر مین ہو تو چیز کام آہی جاتی ہے اور یہ شعبہ کفران کا اس لیے
ہے کہ اضاعۃ مال شوہر کا ہے خود اپنے مال کی اضاعۃ بھی کفران ہے جیسا ارشاد ہے

ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لربہ کفورا اور جب مال بھی دوسرے کا
ہو تو کفران حق کے ساتھ کفران شوہر بھی ہے مومن کا قلب تو زیادہ بکھیڑے سے گھبرانا چاہیے
گو کہ اسراف بھی نہ ہو اور بے ضرورت کوئی شئے خریدنا تو صریح اسراف مین داخل ہے حدیث
مین ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اضاعۃ المال یعنی منع فرمایا حضور نے مال
کے ضائع کرنے سے آج کل گھرون مین اور خصوصاً بڑے گھرون مین نہایت اسراف ہوتا ہے
برتن ایسے خریدے جاتے ہین جو قیمت مین تو بہت زیادہ اور مضبوط خاک بھی نہین ذرا
ٹھیس لگ جاوے چار ٹکڑے اور پھر حاجت سے بھی زائد بعض گھرون مین اس کثرت
سے شیشہ و چینی وغیرہ کے برتن ہوتے ہین کہ عمر بھر بھی اُن کے استعمال کی نوبت نہین
آتی علےٰ ہذا کپڑون مین بھی بہت اسراف ہے عہ گز کا اور عہ گز کا کپڑا بہت باریک
جو کہ علاوہ ممنوع ہونے کے کسی کام کا نہین ہوتی ہین اگر کہین سے نکل گیا تو کسی کام کا نہین
اور موٹا کپڑا اگر پرانا ہو جاتا ہے کسی غریب ہی کے کام آجاتا ہے یہ تمام مصیبت اس کی ہی
کہ عورتین اس کی کوشش کرتی ہین کہ میرا جوڑا ایسا ہو کہ کسی کے پاس نہو اپنی حیثیت کو نہین دیکھتی
ظروف ولباس مکان ہر شئے مین شان نمود تفاخر ریا کوٹ کوٹ کر بھرے ہین یہ حال تو روز مرہ
کے برتاؤ کا ہے اور اگر کہین کوئی تقریب پیش آجاوے تو کیا ٹھکانا ہے تمام رسوم پوری
کی جاوین گی جن مین سراسر نمود ہی نمود ہے بعض عورتین فخر کرتی ہین کہ ہم نے رسوم سب
چھوڑ دین مگر رسمین دو قسم کی ہین ایک تو شرک و بدعۃ کی رسمین مثلاً چٹائی پر بہو کو بٹھلانا الٹی
کی گود مین بچہ دینا کہ اس سے شگون لیتے ہین کہ اولاد ہو تو واقعی ایسے ٹونے ٹوٹکے تو اکثر
جگہ چھوٹ گئے دوسری تفاخر اور نام آوری کی رسمین سو یہ دوسری قسم متروک نہین ہوئی
بلکہ بسبب تمول کے بہ نسبت پہلے کے کچھ بڑھ گئی ہین پہلے زمانہ مین اتنا تفاخر اور ریا و نمود
نہ تھا کیونکہ کچھ سامان کم تھا کچھ طبائع مین سادگی تھی اب تو کھانے مین الگ تفاخر ہو گیا وہ پہلی
سی سادگی ہی نہین رہی پلاؤ بھی ہو کباب بھی ہون فیرنی متنجن بریانی سب ہون اور کپڑے
کے تکلفات کو اول بیان ہی کیا گیا ہے ایک دلہن ایک جگہ ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی
کپڑا جہیز مین لائی تھی شاید یہ کپڑا اس کے مرنے تک بھی ختم نہ ہوا ہو اور اکثر ایسا ہوتا ہے

کہ دلہن مر گئی ہے اور یہ سب سامان ہزارون روپیہ کا ضائع ہوا پھر علاوہ دلہن کے کپڑون کے
تمام کنبہ کے جوڑے بنائے جاتے ہین اور بعض دفعہ اون کو پسند بھی نہین آتے اور اون مین
عیب نکالے جاتے ہین کس قدر بے لطفی ہوتی ہے اور اس پر دعوے یہ کہ ہم نے رسمین
چھوڑ دین بعض لوگ کہتے ہین کہ جہیز کو دکھاتے تک نہین دیکھو ہم نے رسمین چھوڑ دین سو
جناب اس مین کیا کمال کیا اپنی بستی مین تو برسون پہلے سے سامان جمع کر کر کے ایک ایک
کو دکھلا چکی ہو جو مہمان آتی ہے اُس کو بھی اور جو رشتہ دار آتی ہے اُس کو بھی ایک ایک چیز
دکھلائی جاتی ہے اور خود سامان آنے مین جو شہرت ہوتی ہے وہ الگ آج دہلی سے کپڑا آرہا
ہے اور مراد آباد گئے تھے وہانسے برتن لائے ہین اور اس کے بعد وہ دولہا کے گھر جا کر کھلتا
ہے اور عام طور پر دکھایا جاتا ہے اور اسی واسطے لڑکی کے ہمراہ بھیجا جاتا ہے تو یہ قصد اعلان
نہین ہے تو کیا ہے ہان اگر ہمراہ نکیا جاتا تو عقل کے بھی موافق تھا کیونکہ یہ سب سامان لڑکی ہی
کو دیا جاتا ہے اور اس وقت وہ قبضہ نہین کرتی ہے اور نہ اس کو خبر ہوتی ہے اُس کو دینا تو یہ
ہے کہ سردست اپنے گھر رکھو جب وہ اپنے گھر آوے اوس وقت وہ تمام سامان اُس کے سامنے
رکھو اور کہو کہ یہ سب چیز تمہاری ہے تمہارا جب جی چاہے لے جانا بلکہ مصلحت یہ ہے کہ وہ
اب نہ لے جاوے کیونکہ اس وقت تو اس کو کوئی ضرورت نہین ہے کسی وقت جب ضرورت
ہوگی لے جائینگے اور اوفق للعقل ہونے کے ساتھ اس مین ریا بھی نہ ہوئی اس وقت یہ
دعوے ترک رسم کا صحیح ہوتا مگر چونکہ اس مین کوئی تفاخر اور دکھاوا نہین ہے اس لیے ایسا
کوئی بھی نہین کرتا تیسرا اثر اذہاب لب جل حازم یعنے بڑے ہوشیار مرد کی عقل کو
سلب کر لینا چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ ایسی اوتار چڑھاؤ کی باتین کرتی ہین کہ اچھے خاصے
عاقل بے عقل ہو جاتے ہین ان کے لہجہ مین خلقۃً ایسا اثر رکھا گیا ہے کہ خواہ مخواہ مرد اُس
سے متاثر ہوتے ہین اور اوس کی وجہ یہ نہین ہے کہ یہ عقل مین مردون سے زیادہ ہین بلکہ
وجہ اُس کی یہ ہے کہ مکر اور چالاکی ان مین مردون سے زیادہ ہوتی ہے عقل اور شئے ہے
اور مکر اور چالاکی دوسری شئے ہے شیطان مین مکر اور چالاکی تھی عقل نہ تھی اسی واسطے دھوکہ
کھایا جبکہ حکم ہوا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سجدہ نہ کیا اور خلقتنی من نار وخلقتہ من طین

کہ گذرا اور یہ نہ سوچا کہ جب حق تعالے نے سجدہ کا حکم فرمایا ہے تو ضرور اس مین کوئی مصلحت
ہوگی اور مصلحت وحکمت تو بہت ہی ظاہر تھی چنانچہ فرمایا ہے انی جاعل فی الارض خلیفۃ
یعنی مین زمین مین ایک خلیفہ بنانے والا ہون اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی جانشین تخت سلطنت
پر بیٹھتا ہے تو اس کو نذرین گذرانی جاتی ہین جو معاملہ منیب کے ساتھ کیا جاتا تھا وہ اب نائب
کے ساتھ کیا جاتا ہے اسی لیے یہان بھی حکم ہوا کہ ہم کو جس طرح سجدہ کرتے تھے اسی طرح
آدم کو کرو اس لیے کہ ہمارا خلیفہ ہے ہان یہ فرق ضرور ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا
وہ سجدہ تحیت تھا اور حق تعالے کو سجدہ کرنا سجدہ عبادت ہے تو اتنی موٹی بات مین اُس نے
غلطی کی اس سے معلوم ہو گیا کہ اس مین عقل نہ تھی ہان چالاکی اور مکر مین بے شک بے مثل
ہے اس پر ایک میانجی کی حکایت یاد آئی کہ اُن کے پاس کہین سے بتاشے آئے
اُنھون نے ایک مٹی کے بدھنے مین آٹا لگا کر بند کر کے رکھدیے تاکہ کوئی لڑکا نہ کھا
جاوے لڑکون نے آپس مین مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی ہونا چاہیئے کہ بدھنے کا منھ بھی نہ
کھلے تاکہ راز ظاہر نہ ہوا اور بتاشے بھی وصول ہو جاوین سوچتے سوچتے ایک تدبیر
نکالی کہ پانی لا کر ٹونٹی کی راہ سے اوس مین بھرا اور شربت گھول کر پی گئے تو یہان یہ نہ کہا
جاویگا کہ یہ لڑکے بڑے عاقل تھے بلکہ یون کہا جاوے گا کہ بڑے شریر اور چالاک و مکار
تھے کیونکہ عقل کا مقتضا تو اپنے اوستاد کی خدمت و اطاعت ہے نہ کہ ضرر رسانی کیونکہ
عقل کے معنی لغۃ مین بستن کے ہین پس عقل وہی ہے جو کہ مضرت سے بند رکھے ریچھ
بندر بہت عجیب عجیب کام کرتے ہین مگر اس سے بندر کو عاقل نہ کہا جاوے گا بلکہ مکار
کہین گے غرض عقل اور شئے ہے اور چالاکی و مکر اور چیز ہے عقل محمود ہے اور اس کا
نہونا مذموم اور چالاکی مذموم ہے اور اس کا نہ ہونا محمود چنانچہ شریعت مین یہ بھی محمود نہین ہے
کہ دوسرون کو ضرر پہونچائے کہ مکر ہے اسی طرح یہ بھی کمال نہین کہ اپنے کو مضرت سے
نہ بچائے کہ کم عقلی ہے حدیث مین ہے لا یلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین یعنے
مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہین کاٹا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر مومن کو کسی جگہ
سے ضرر پہونچے تو اس کی شان یہ نہین ہے کہ پھر وہان جاوے یا کسی آدمی سے

تکلیف ونقصان پہونچا تو یہ مناسب نہین کہ پھر اوس سے معاملہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن
کے لیے اتنی بیدار مغزی کمال کی بات ہے کہ اپنے کو مضرت سے بچائے اسی واسطے دین کو نفع ہمیشہ
عقلاہی سے ہوا ہے انبیا اور مقتدا ے دین جس قدر ہوئے ہین سب بڑے عاقل تھے
کسی نبی کی ایسی حکایت نہ سنی ہوگی وہ بھولے ہون اونکو کچھ خبر نہ ہو ہان چالاک ومکار نہ تھے
عاقل ہوشیار حکیم تھے اور یہی تو وہ شئے ہے کہ جس کی بناپر خلیفۃ اللہ بنایا گیا ہے غرض کہ
عورتون مین چالاکی اور مکر ہے عقل نہین اس چالاکی اور مکر کی وجہ سے عاقل کی عقل کو سلب کر لیتی
ہین چنانچہ تنہائی مین ایسی باتین کرتی ہین کہ جس سے شوہر کا دل اپنی طرف ہو جاوے اور سب سے
چھوٹ جاوے بیاہ کے بعد گھر آتے ہی سب سے اول کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ شوہر
ماں باپ سے چھوٹ جاوے بڑے ظلم کی بات ہے کہ جس ماں نے مشقتین اوٹھا کر اس کا
پالا اپنا خون جگر پلایا خود تکلیف مین رہی اس کو آرام سے رکھا اس کے تمام ناز برداشت کئے
اور جس باپ نے دھوپ مین کھائی اور اولاد کے لیے گھر چھوڑا محنت کرکے ان کو پالا آج ان کی
خدمات کا یہ صلہ دیا جاتا ہے کہ اُن سے چھڑایا جاتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون پھر اگر یہ منتر
ان کا چلگیا تو اس پر بھی اکتفا نہین کہتی ہین کہ تم تو الگ ہوگئے مگر تمہاری کمائی تو ان کے پاس
جارہی ہے کبھی ماں کو جوتہ لادیا کبھی نقد کچھ دیدیا غرض کوشش کرکے اس مین بھی کامیاب
ہوتی ہین پھر اس پر بھی صبر نہین آتا اس کے بھائی سے بہن سے اور اگر پہلی زوجہ سے
اولاد ہو اوس سے چھڑاتی ہین غرض شب و روز اسی فکر مین گذرتا ہے اور یہی رات دن
سعی ہوتی ہے کہ سوا ے میرے اور میری اولاد کے کوئی نہ ہو اور انھین کی بدولت بہت سے
گھرون مین بلکہ بہت سے خاندانون مین نا اتفاقی ہو جاتی ہے۔ مردون مین یہ بے احتیاطی
ہے کہ ان کی باتین سنتے ہین اور اوس پر عمل کرتے ہین اور خود اس کفران اور اذہاب کی
وجہ دو ہین اول تو ان کو زوج کی مساواۃ کا زعم ہوتا ہے کہ ہم اس سے کیا کچھ کم ہین چنانچہ
یہان تک کوشش ہوتی ہے کہ مناظرہ مین بھی ہم غالب رہین جو بات شوہر کہتا ہے اُس کا
جواب ان کے پاس طیار رہتا ہے کوئی بات بے جواب نہ چھوڑین گی خواہ ناگوار ہو یا گوار
ہو خواہ معقول ہو یا نامعقول ہو اور کفران کے آثار اکثر اس دعوی مساواۃ سے پیدا ہوتے ہین

اب مین اون حضرات کیطرف متوجہ ہوتا ہون جو مساواۃ حقوق زوجین کی کوشش کرتے ہین اُن سے
التماس ہے کہ آپ حضرات جو اس سعی مین ہین کہ رجال ونسا مین مساواۃ ہوجاوے تو قطع نظر
سب جوابون کے کہتا ہون اگر آپ ہی کی بیگم صاحبہ آپ سے مساواۃ کا دعوے کرے اور مقابلہ
مین اگر جواب سوال کرے تو سچ کہنا کہ آپ ناخوش نہ ہون گے ضرور ہون گے ہر شخص یہی چاہتا
ہے کہ میرے اہل وعیال میرے تابع ہوکر رہین اور خصوصًا جنٹلمین حضرات کہ مساواۃ تو کیا
رکھتے معمولی حقوق بھی بیبیون کے ضائع کرتے ہین بیبیو تم مردون کی برابر کیسے ہوسکتی ہو تم
ہر طرح اور ہر ہر امر مین پیچھے رکھی گئی ہو دیکھو تمھاری امامت جائز نہین میراث شہادت امارت
ولایت وغیرہ مین ہر طرح مردون سے پیچھے ہو تم آگے کیون بڑھنا چاہتی ہو امام صاحب کا قول ہے
کہ اگر صف مین مرد کی برابر عورت کھڑی ہوجاوے تو نماز فاسد ہوجاوے گی جب عبادات
مین مساواۃ نہین ہے جس مین زیادہ بہت زیادہ عقل کی بھی ضرورت نہین تو معاملات مین
کہ جن مین بہت سے اون امور کی ضرورت ہے جو خاص مردون مین پائے جاتے ہین کیسے
برابر ہوسکتی ہو اور تم تو برابری کا دعویٰ کرنا چاہتی ہو حالانکہ تمھارا مرتبہ لونڈی سے بھی کم ہے
اس لیے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ اگر مین خدا کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنے کی اجازت
دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اور یہ نہین فرمایا کہ لونڈی کو حکم دیتا کہ اپنے
مولے کو سجدہ کرے معلوم ہوا کہ تمھارا مرتبہ لونڈی سے بھی کم ہے اور شوہر کا مرتبہ مالک سے بھی زیادہ
ہے مگر تمھاری یہ حالت ہے کہ خاوند سے دبنا نفس کے خلاف ہونے سے عار سمجھا جاتا ہے تم
ان احکام کو دین ہی نہین سمجھتین بڑا شوق دین کا ہوگا تو وظائف اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کی
بہت سی تسبیح پڑھ ڈالین گی مین کہتا ہون کہ وظائف کا مرتبہ تو ان سب سے پیچھے ہے بڑی
فضیلت اوسی مین ہے جس مین نفس کا خلاف ہو اور ان وظائف کو اجزاء دین مین سے اکثر
نے انتخاب کیا ہے اُس کے اندر نفس کا ایک خفی کید ہے وہ یہ ہے کہ عام مین اس کی وجہ
سے تعظیم وتکریم بہت ہوتی ہے عام بزرگ سمجھنے لگتے ہین اس لیے اس مین نفس خوش ہوتا ہے
اور خاوند کی حرمت اور تعظیم اور اطاعت نفس کے خلاف ہے اس لیے اس سے اعراض ہے
غرضکہ ایک وجہ خرابی کی تو زعم مساواۃ ہے دوسری وجہ حسد ہے یہ مرض بھی عورتون مین بہت ہے

ذرا ذرا سی شئے پران کو حسد ہوتا ہے مثلاً اسی پر حسد ہوتا ہے کہ ماں باپ کو یہ شئے کیون دیتا
ہے اگر ماں باپ نہ ہوتے تو یہ شئے ہمارے پاس رہتی لیکن اے عورتون مین تمہاری اس
امر مین تعریف کرتا ہون کہ تمہارا ایمان تقدیر پر بہ نسبت مردون کے زیادہ ہے مردون کو
صدہا وسوسے پیش آتے ہین علماء سے الجھتے ہین لیکن تم کو اس مین شک وشبہہ بھی نہین
ہوتا مگر معلوم نہین کہ یہ تمہارا تقدیر پر ایمان لانا اس موقع پر کہان گیا خوب سمجھ لو کہ جس قدر تقدیر
مین ہے وہ تم کو ملکر رہیگا پھر حسد اور جلن کاہے کے لیے کرتی ہو اور یہی حسد ہے جن کی
وجہ سے سوت سے ہمیشہ ان کی لڑائی رہتی ہے لیکن کوئی عورت اس کا اقرار ہرگز نہ کریگی کہ
مجکو حسد ہے بلکہ مختلف پیرائون مین یہ جلن نکالتی ہین کبھی کہتی ہین کہ فلانی مین یہ عیب ہین فلانی باہر
کی ہے یا شرافت مین ہمارے برابر نہین ہو سکتی ہمارے قصبات مین بالخصوص دعوے
شرافت کا ایسا مرض ہے کہ باہر کی عورت یا مرد کیسا ہی شریف ہو مگر اپنی شرافت کے گھمنڈ مین
کسی کو منہ نہین لگاتے اور مجھکو تو اسی مین شبہہ ہے کہ ہم لوگ جو شریف کہلاتے ہین آیا واقع مین
ایسی ہی ہین یا نہین کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ جس قدر شیوخ ہین کوئی تو اپنے کو صدیقی
کہتا ہے کوئی فاروقی کوئی علوی کوئی عثمانی کوئی انصاری کیا ان چار پانچ صحابہ کے سوا
نعوذ باللہ اور صحابہ منقطع النسل تھے کوئی اپنے کو یہ نہین کہتا کہ حضرت بلال بن رباح رضی
اللہ عنہ کی اولاد مین ہون یا حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی اولاد مین ہون
سب ان چار پانچ حضرات ہی کی طرف نسبت کرتے ہین شبہہ ہوتا ہے کہ یہ سب تراشیدہ
یاران ہے مشاہیر اور جلیل القدر و الشانہ صحابہ کو لے کر ان کی طرف نسبت کرنے لگے
جن کے پاس نسب نامہ محفوظ نہین ظاہر ہے کہ ان کا بیان تو زبانی ہی قصہ ہے اور جن
کے پاس نسب نامہ ہے اس مین بھی اور سے اشتباہ ہے کوئی تحقیقی بات نہین ہے
چنانچہ ہم لوگ تھانہ بھون کے فاروقی مشہور ہین مگر تاریخ سے اس مین شبہہ پڑتا ہے اس
لیئے کہ ابراہیم بن ادہم رح اس سلسلہ نسب مین موجود ہین اور راوون مین اختلاف ہے
کوئی اون کو فاروقی لکھتا ہے کوئی عجلی کوئی تیمی کوئی سید زیدی لکھتا ہے پھر ہمارا کیا منہ
ہے کہ ہم کہین کہ فلانی کم قوم کی ہے خوب یاد رکھو قیامت کے دن صرف یہ پوچھا جاویگا

ماذا اکتسبت یعنی تو نے کیا کمایا یہ نہ پوچھا جاوے گا بمن انتسبت یعنی کس کی طرف منسوب تھا اور جس قدر اقوام ہین سب کے مرجع اور منتہا یقینی طور پر آدم علیہ السلام ہی ہین مگر معلوم نہین اون کی طرف اپنے کو نسبت کیون نہین کرتے اگر جواب مین کہا جاوے کہ وہ بعید ہین اور نسب مین قریب کا اعتبار ہے تو مین کہتا ہون کہ اگر قریب کا اعتبار ہے تو مین ایک شئے نہایت قریب بتاتا ہون اس کی طرف نسبت کرو وہ کیا ہے ایک آب ناپاک ایک بزرگ کے سامنے سے ایک شخص نہایت فخر اور تکبر سے اکڑتا ہوا نکلا اُن بزرگ نے اس کو نصیحت کی کہ بھائی اتراؤ مت اُس نے کہا کہ تم مجھ کو نہین جانتے مین کون ہون فرمایا ہان جانتا ہون اولک نطفۃ قذرۃ واخرک جیفۃ مذرۃ وانت بین ذلک تحمل العذرۃ اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ شرف نسب کوئی چیز نہین ہے آخرت مین تو واقعی نسب کوئی چیز نہین ہے عمل ہی کام آنے والا ہے لیکن دنیا مین وہ بیکار بھی نہین ہے شریعت نے خود اس کا اعتبار کیا ہے اگر نسب کوئی شئے نہ ہوتی تو غیر کفو مین نکاح کرنے سے منع نہ کیا جاتا اور یہ قانون مقرر نہ ہوتا الائمۃ من قریش ان احکام سے معلوم ہوتا ہے کہ شرع نے بھی شرفا مین ضرور تفاوت رکھا ہے اور یہ تفاوت مصالح تمدنیہ کی حفاظت کے لیے ہے اگر سب کے سب اس مین یکسان ہوتے تو تمدن ہرگز محفوظ نہ رہ سکتا نہ کوئی کام چل سکتا مثلاً اگر کوئی گھر بنانے کے لیے کسی کو کہتا تو وہ کہتا تم ہی ہمارا گھر تعمیر کر دو نائی سے خط بنانے کو کہتے وہ کہتا تم ہی میرا بنا دیجئے دھوبی کپڑے نہ دھوتا غرض سخت مصیبت ہوتی اگر بڑھئی کی ضرورت ہوتی تو وہ نہ ملتا اگر نوکر کی ضرورت ہوتی نوکر نہ ملتا یہ ادنے اعلے کا تفاوت ہی ہے جس سے لوگون کے کام چل رہے ہین چنانچہ الائمۃ من قریش مین بھی ایک انتظامی مصلحت ہے قدرتی طور سے اللہ تعالے نے قریش کو فضیلت دی ہے تو جب ائمہ اور امرا ان مین سے ہون گے تو اورون کو ان کے اتباع سے عار نہ ہوگا اور ان کو دوسرے کے اتباع سے عار ہوتا اور جنگ وجدل کی صورت قائم ہوتی اور نیز یہ قاعدہ ہے کہ آدمی اپنے خاندانی شئے کی بہت حفاظت کیا کرتا ہے تو اگر قریشی امام ہوگا تو دین کی حفاظت دو وجہ سے کرے گا ایک اس وجہ سے کہ دین انکے

گھر کا ہے دوسرے مذہبی تعلق سے پس معلوم ہوا کہ نسب مین مصالح تمدنیہ لودع یہن اس لیے وہ بیکار نہین مگر نسب پر تکبر کرنا اور فخر کرنا ہر حالت مین حرام ہے اور آج کل کے شرفا مین تو نسب پر تکبر ہی ہے مگر غیر شرفا مین دوسرے طور پر تکبر پایا جاتا ہے کہ اپنے کو شرفاء کے برابر سمجھتے ہین اور اپنے مین اور ان مین کچھ فرق نہین جانتے یہ بھی زیادتی ہو جو فرق اللہ تعالیٰ نے رکھدیا ہے اوس کو کون مٹا سکتا ہے غرض یہ کہ تفاخر اور کبر بھی برا ہے جیسا مدعیان شرافت خصوص عورتون مین ہے اور فرق مراتب نہ رکھنا بھی ناپسندیدہ ہے جیسا دوسری قومون نے اختیار کیا ہے مین اس کو بیان کر رہا تھا کہ ہماری عورتون کے اخلاق نہایت خراب ہین ان کو اپنی اصلاح کرانا نہایت ضروری ہے اور یاد رکھو بغیر اخلاق کے درست ہوئے عبادت اور وظیفہ کچھ کارآمد نہین حدیث مین ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ فلانی عورت بہت عبادت کرتی ہے راتون کو جاگتی ہے لیکن اپنے ہمسایون کو ستاتی ہے فرمایا ھی فی النار اور ایک دوسری عورت کی نسبت عرض کیا گیا کہ وہ عبادت نہین کرتی مگر ہمسایون سے حسن سلوک کرتی ہے فرمایا ھی فی الجنۃ مگر ہماری عورتون کا سرمایہ بزرگی آج کل تسبیح اور وظیفہ پڑھنا رہگیا اخلاق کی طرف اصلا التفات نہین حالانکہ اگر دین کا ایک بھی جز کم ہوگا تو دین ناتمام ہوگا مگر آج کل لوگون نے جیسے اور چیزون کا ست نکالا ہے اسی طرح دین کا بھی ست نکال لیا ہے بعض نے تو نماز روزہ ہی کو دین سمجھ لیا ہے معاملات اخلاق وغیرہ کو چھوڑ دیا اور بعضون نے صرف اخلاق کو لے لیا اور عبادات وعقائد کو چھوڑ دیا اگرچہ ان مدعیان اخلاق کے اخلاق بھی درست نہین ہین لیکن اگر ہوتے بھی تو بیکار رہتے ایک جماعۃ وہ ہے کہ اُن کے عقائد اعمال ومعاملات اچھے ہین مگر سمجھتے ہین کہ ہم خوش عقیدہ ہین اور اس پر تفاخر کرتے ہین اور دوسرون کی تحقیر کرتے ہین تو ان مین اخلاق کی کمی ہے اسی طرح ہماری عورتون نے عقائد اور وظائف و نماز کو لے لیا مگر اخلاق کو چھوڑ دیا صبح سے شام تک غیبت حسد لعن طعن کبر مین مبتلا ہین اور اُس پر یہ سمجھتی ہین کہ ہم بڑے بزرگ ہین تو بزرگی صرف یہ نہین ہے اسی طرح مردون کو بھی کہا جاتا ہے کہ اخلاق کی اون مین بھی کمی ہے وہ بھی اصلاح کرین بلکہ اخلاق کا بعض حیثیات

سے اعمال سے بھی زیادہ اہتمام ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر اعمال مین کمی ہو گی تو اُس کا ضرر اپنی ذات ہی تک محدود رہیگا اور اخلاق اگر خراب ہوئے تو اس کا ضرر دوسرون کو پہونچے گا یہ حق العبد ہے افسوس ترک صلوٰۃ اور دیگر کبائر کو تو گناہ سمجھا جاتا ہے اور غلیبت اور حسد وطمع زیور اپنی سوت سے لڑنا وغیرہ وغیرہ خصائل کو گناہ نہین سمجھتین خلاصہ تمام تر وعظ کا یہ ہوا کہ اس حدیث مین تین شر بیان فرمائے گئے ہین اور یہ تین شر ایسے ہین کہ تمام شرور کا تعلق ان ہی تین سے ہے بعض شرور کا تعلق تو ان سے اتنا ہے اور بعض کا لمّا ہے یعنی بعض شرور ان سے پیدا ہوتے ہین اور بعض شرور سے یہ پیدا ہوتے ہین مثلاً کفران عشیر کا منشا حرص وطمع ہے اکثار لعن سے غیبت نمامی وغیرہ ہوتی ہے اذھاب لب رجل حازم سے نااتفاقی جنگ وجدال آپس کی خانہ جنگیان وغیرہ اسی طرح غور کرنے سے سب کا تعلق معلوم ہو سکتا ہے پس یہ تینون واجب الاصلاح ٹھہرے اب طریقۂ اصلاح کو غور سے سننا اور سمجھنا چاہیئے اور اسی پر بیان ختم ہو جاویگا اور وہ طریقۂ اصلاح مرکب ہے علم وعمل سے اور علم یہی نہین ہے کہ ترجمہ قرآن شریف پڑھ لیا تفسیر سورۂ یوسف پڑلی یا نور نامہ وفات نامہ پڑھ لیا بلکہ کتاب وہ پڑھو جس مین تمھارے امراض کا بیان ہے یہ تو علم ہوا ـ

اور عمل ایک تو یہ کہ اول تو زبان کو روک لو تمھاری زبان بہت چلتی ہے تم کو کوئی بُرا کہے یا بھلا تم ہر گز مت بولو اس سے کفران عشیر اذھاب لب رجل حازم اکثار لعن وحسد وغلیبت وغیرہ جاتے رہین گے اور جب زبان روک لی جاوے گی تو امراض کے مبانی بھی قلب سے جاتے رہین گے کیونکہ جب اس قوۃ سے کام ہی نہ لیا جاوے گا تو ان امراض کے مناشی بھی ضعیف اور مضمحل ہو جاوین گے اور دوسرے یہ کہ ایک وقت مقرر کر کے یہ سوچا کرو کہ دنیا کیا چیز ہے اور یہ دنیا چھوٹنے والی ہے اور موت کا اور موت کے بعد جو امور پیش آنے والے ہین جیسے قبر اور منکر نکیر کا سوال اور اس کے بعد قبر سے اوٹھنا اور حساب وکتاب اور پلصراط کا چلنا سب کو بالتفصیل روزانہ سوچا کرو اس سے حب جاہ حب مال تکبر حرص اور اس کے فروع غیبت حسد وغیرہ سب امراض جاتے رہین گے غرض حاصل معالجہ کا دو جز ہوئے ایک علمی دوسرا عملی علمی کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کے بعد ایسی کتابین پڑھو جن

ہین احکام فقہیہ کے ساتھ امراض قلب مثل حسد تکبر وغیرہ کا بھی بیان ہو کم سے کم بہشتی زیور ہی
کے دس حصہ پڑھ لو اور عملی جز کا حاصل دو چیزین ہین کف لسان اور مراقبۂ موت لیکن
طوطے کی طرح بہشتی زیور کے الفاظ خود پڑھ لینے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ
کسی عالم سے سبقاً سبقاً پڑھو جبکہ گھر مین عالم ہو ورنہ گھر کے مردون سے درخواست
کرو کہ وہ کسی عالم سے پڑھ کر تم کو پڑھا دیا کرین مگر پڑھکر بند کرکے مت رکھدینا ایک وقت
مقرر کرکے ہمیشہ اس کو خود بھی پڑھتی رہنا اورون کو بھی سناتی رہنا مین وعدہ کرتا ہون
کہ اس طریقہ سے انشاء اللہ بہت جلد اصلاح ہو جاوے گی اور یہان اس سے زیادہ
بیان کرنے کی اس لیے ضرورت نہین کہ ماشاء اللہ یہان کی عورتین خود سمجھدار ہین اور
اصل الاصل ان تمامتر خرابیون کا ایک ہی امر ہے اوس کا اگر ازالہ ہو جاوے تو سب
امور کی اصلاح ہو جاوے وہ یہ کہ آج کل بے فکری ہو گئی ہے اگر ہر امر مین دین کا
خیال رکھا جاوے کہ یہ امر جو ہم کرتے ہین آیا دین کے موافق ہے یا نہین تو انشاء اللہ
چند روز مین اصلاح ہو جاوے اب دعا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرماوے

آمین آمین آمین

فقط

وعظ دہم

ملقب بہ

ذم ہوی

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہان ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	بیٹھکر یا کھڑے ہوکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
جمعہ مسجد تھانہ بھون	شعبان ۱۳۲۹ھ		بیٹھکر	علاج اتباع ہوی	مولوی عبداللہ صاحب گنگوہی		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ وبارک وسلم **اما بعد** فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم - یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ ان الذین یضلون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب ۵ ترجمہ آیت کا یہ ہے کہ اے داؤد (علیہ السلام) بیشک ہم نے آپکو زمین مین خلیفہ بنایا ہے پس تم لوگون کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہش نفسانی کا اتباع مت کرو یہ تم کو اللہ کے رستہ سے بے راہ کردے گی بیشک جو لوگ اللہ کی راہ سے گم ہوئے ہین اُن کے لیے سخت عذاب ہوگا بسبب اس کے کہ وہ یوم حساب کو بھول گئے - اس آیت شریفہ مین ہرچند

کہ خطاب داؤد علیہ السلام کو ہے لیکن مضمون عام ہے کچھ داؤد علیہ السلام کی تخصیص نہین ہے بلکہ داؤد علیہ السلام کی طرف خطاب کرنے سے معنیً اُس مضمون کی اور زیادہ تقسیم ہو گئی اس لئے کہ جب بڑون کو کسی امر کا خطاب کیا جاتا ہے اور اُن کو باوصف اُنکی عظمت کے اُس امر پر وعید کیجاتی ہے تو چھوٹے بطریق اولیٰ مخاطب ہو جاتے ہین ۔مثلاً طبیب اگر صحیح قوی کو کہے کہ فلان شئے نہ کھاؤ تمکو مضر ہو گی تو مریض ضعیف کو تو بطریق اولیٰ اُس سے پرہیز کرنے کی ضرورت مفہوم ہو گی اسی طرح سے یہان داؤد علیہ السلام کو خطاب ہے گویا مطلب یہ ہے کہ جب داؤد علیہ السلام باوجود نبی ہونے کے اس حکم کے مامور ہین اور مضمون بھی کوئی خصوصیات نبوت سے نہین تو اورون کو تو بطریق اولی اس حکم کی پابندی کرنی چاہیے اور وہ حکم جو کہ داؤد علیہ السلام کو اس آیۂ شریف مین کیا گیا ہے اتباع ہوی سے نہی ہے اور اتباع ہوی کی مذمت ہے یعنی اپنی جی چاہی بات پر عمل کرنا ۔ اب ظاہر ہے کہ داؤد علیہ السلام پیغمبر ہین اور پیغمبر بھی صاحب کتاب کہ زبور شریف اُن پر نازل ہوئی ہے اور انبیا علیہم السلام عموماً اور اُن مین جو صاحب کتاب ہین خصوصاً اُن کے تمام ملکات محمود اور جذبات طاہر مطہر اور نفوس نہایت مہذب ہوتے ہین جب باوجود اسکے اُن کو منع کیا جاتا ہے کہ تم اپنی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا حالانکہ اُن کا نفس بالکل مہذب ہے اگر اُس مین خواہش بھی ہو گی تو ظلمانی نہ ہو گی تو ہم تو جو کہ سر سے پا تک گندور گندہ ہین اگر خواہش نفسانی کی پیروی کرین گے تو بالکل ہلاک ہی ہو جائین گے اللھم احفظنا ۔ اور آج اس مضمون کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مضمون وہ قابل بیان ہوتا ہے کہ جس کی ضرورت ہو اور یون تو ہر وقت ہر حکم کی ہم کو ضرورت ہے لیکن ازمنہ اور حالات ناس کے اختلاف سے بعض احکام دوسرے بعض کے اعتبار سے زیادہ مہتم بالشان ہو جاتے ہین جیسے اگر طبیب مریض کو غیر موسم انبہ مین کہے کہ دیکھو ترش انبہ نہ کھانا تو یہ حکم یعنی انبہ ترش کی ممانعت طباً فی نفسہ ضروری ہے لیکن اس وقت اسکا ممانعت کرنا بالکل امر زائد ہے اس وقت تو اُس چیز سے منع کرنا چاہیے جو موجود ہو اور مضر ہو۔ اسی طرح ناصح کا حق یہ ہے کہ جس وقت جو مرض پائے اُس کی اصلاح کے متعلق بیان کرے اور اگر چند امراض ہون تو اُنمین اہم کو مقدم کرے ۔ اور استیعاب کے ساتھ احکام بیان کرنا

اُس وقت ہوگا جب کہ کوئی طالب علم مخاطب ہو مثلاً ہدایہ مین پڑھنے پڑھنے کتاب الحج
ماہ ربیع الثانی مین آئے تو یہ نہ کہا جاویگا کہ اس وقت اسکی کیا ضرورت ہے اسکی ضرورت
تو ماہ ذی الحجہ مین اور وہ بھی جب کہ کوئی حج کو جانے لگے اس وقت ہوگی کیونکہ اس کو تو صاحب فن
بنانا مقصود ہے بخلاف وعظ کے کہ اسمین وقتی ضرورت پر نظر ہوتی ہے اس لیے کہ مخاطبین
کو جامع الفن اور محقق بنانا مقصود نہین بلکہ محض اصلاح مقصود ہے مجھکو ہمیشہ اسی قاعدہ
کی وجہ سے اُن مضامین کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا کرتا ہے جو اُسوقت ضروری ہون سر دست
مجھکو یہ خیال ہوا کہ منجملہ امراض کے کہ جن مین عام ابتلاء ہے اتباع ہوی بھی ہے جو اصل ہے تمام
امراض کی کہ اس مرض مین عوام وخواص یعنی جہلاء اور علماء بلکہ اخص الخواص بھی یعنی علماء مین جو
اہل اللہ اور صاحب ارشاد ہین سب ہی مبتلا ہین اگر ہم اپنے گریبان مین مُنھ ڈالکر دیکھین
تو واللہ سچ عرض کرتا ہون کہ اپنے اندر اتباع شریعت کا بہت کم حصہ پائینگے زیادہ تر اتباع
ہوی ہی نظر آویگا کیونکہ جس امر مین ہم شریعت سے استدلال کرتے ہین اُن مین اصل محرک اکثر
ہوی ہی ہے اتباع نہین ہے اتباع شریعت کا محض حیلہ ہے اور یہ مرض عوام مین اور رنگ مین
ظاہر ہوتا ہے اور علماء مین اور رنگ مین عوام مین جو دنیادار کہلاتے ہین وہ تو کھلے مہار
معاصی مین اتباع ہوی کا کرتے ہین مگر جو اتقیا اور دیندار کہلاتے ہین وہ دین مین اتباع ہوی
کرتے ہین اسکا یہ رنگ ہے کہ مثلاً مولوی صاحب سے کہتے ہین کہ مولوی صاحب کوئی مسئلہ
ایسا بھی ہے جس مین یہ کام اس طرح ہو جاوے کیون صاحب تم سے اپنی حالت کو قانون شرعی
کے تابع نہین بنایا جاتا قانون کو چاہتے ہو کہ تمہاری موافقت کرے اس کی کوشش ہوتی ہے
کہ مولوی صاحب کوئی روایت ہماری موافق کہین سے نکالدین کچھ دن ہوئے کہ ایک شخص آئے
اور کہا کہ رضاعی بھائی بہن کا آپس مین نکاح ہو گیا ہے اور نکاح کے وقت علم نہ تھا بعد نکاح معلوم
ہوا اب کیا کیا جاوے مین نے کہا کہ تفریق کرادو یہ حکم سنکر وہ شخص سہم گیا اور کہنے لگا کہ صاحب اسمین
تو بڑی بدنامی ہے افسوس صد افسوس کہ اللہ و رسول کے حکم کے ساتھ مسلمان کی یہ حالت ہو اور
فرمایش کیجاوے کہ ہمارے موافق مسئلہ ملجاوے مین نے اُنسے کہا کہ بھائی اسمین تو نیکنامی ہوگی
کہ بڑے اچھے آدمی ہین ایک غلطی ہو گئی تھی جب حقیقت پر اطلاع ہوئی حق کو اختیار کرلیا اور بدنامی

ثواب ہو رہی ہے کہ لوگ کہتے ہین کہ بھائی بہن دونون جمع ہو رہے ہین اور یہ جواب تو علےٰ سبیل التبرع تھا ورنہ جواب حقیقی تو یہ ہے کہ بلا سے بدنامی ہو ہونے دو اگر ایسا ہی بدنامی کا خوف ہمارے بزرگون کو ہوتا تو آج ہم مسلمان نہ ہوتے مگر ہمارے بزرگون نے اسلام لانے مین کیسی کیسی مصیبتین اور بدنامیان اُٹھائین ہین کیونکہ جب کوئی مذہب باطل کو چھوڑتا ہے تو اہل باطل اُس پر ایسی ہی ملامت کرتے ہین جیسے حق کو چھوڑتے وقت اہل حق ملامت کرتے ہین کیونکہ اہل باطل بھی اپنے گمان فاسد مین اپنے طریق کو حق اور محبوب سمجھتے ہین مین ایک مرتبہ موضع سونتہ گیا وہان ایک بڈھے چمار کو دیکھا کہ بہت پاک صاف ستھرا رہتا ہے اور رات کو اُٹھکر رام رام بھی کرتا ہے اور معلوم ہوا کہ اُس کے اولاد وغیرہ بھی کچھ نہین ہے مین نے اُس سے کہلایا کہ مسلمان ہو جا اُس نے کہا کہ مین اپنے لوگون سے صلاح کرکے جواب دونگا صلاح کرکے اُس نے جواب دیا کہ لوگ یون کہتے ہین کہ بڑھاپے مین کیون ایمان کھوتا ہے سچ ہے ؎

گر از بسیط زمین عقل منعدم گردد	بخود گمان نبرد ہیچ کس کہ نادانم

تو مین نے اُس سائل سے کہا کہ جناب اگر سب کے سب آپ کے مذاق پر ہوتے اور حق کے اختیار کرنے مین بدنامی سے ڈرتے تو اس وقت آپ بھی کافر ہوتے مسلمان کی تو یہ شان ہونی چاہیے کہ ؎

نسازد عشق را کنج سلامت	خوشا رسوائی کوئے ملامت

بلکہ طالب حق کو تو ملامت مین اور زیادہ مزہ آتا ہے اور ملامت مین ایک عجیب نکتہ بھی ہے وہ یہ کہ اس سے دین مین پختگی ہو جاتی ہے جب تک ملامت نہو خامی رہتی ہے وجہ یہ کہ جب چارون طرف سے ملامت کی بوچھار پڑنے لگتی ہے تو اُسکو طبعاً چڑ ہو جاتی ہے اور اپنے فعل پر اصرار پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے اُس کام مین اور پختہ ہو جاتا ہے مثلاً ایک شخص نے شادی مین کوئی رسم نہین کی اسپر اُس کو لوگون نے ملامت شروع کی تو یہ شخص ترک رسوم مین اور زیادہ پختہ ہو جائے گا یہان سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے کوئی شے بے حکمت پیدا نہین فرمائی خواہ وہ شے آفاقی ہو یا انفسی مثلاً چڑ کہ بظاہر موذی اور مضر معلوم ہوتی ہے مگر اُس مین یہ نفع نکلا کہ اُس سے دین کو پختگی ہو سکتی ہے اسی طرح جس قدر خواص طبعی ہین سب نافع ہین ہمارے حضرت حاجی صاحب رح فرماتے تھے کہ بخل اور جبن بھی مطلقاً بری خصلتین نہین بلکہ کبھی اچھی بھی ہین جب کہ اپنے

مصرف مین صرف کرین مثلاً ایک سائل آیا کہ مجھ کو سو روپیہ دیدیجئے شادی مین ناچ کراؤنگا تو وہان بخل ہی بہتر ہے اسی طرح غصہ پہلے مسلمانون پر آیا کرتا تھا بعد اصلاح کے اپنے نفس پر اور شیطان پر اور اعداء اللہ پر غصہ آنے لگا یس محل بدل گیا اور تزکیہ کے بعد اخلاق بدلتے نہین بلکہ اخلاق طبعیہ بحالہا باقی رہتے ہین صرف اُن کا محل بدل جاتا ہے اسی طرح انسان کے اندر ایک چیز چڑ بھی ہے کہ وہ بھی نافع ہے اگر اپنے محل مین ہو جیسا مثال مذکور مین بیان ہوا ہان اگر اس کا مصرف بھی بُرا ہو تو یہ چڑ دوزخ مین لیجانے والی ہے کفار عرب کو چڑ ہی تو ہو گئی تھی حالانکہ حق اُن کو واضح ہو گیا تھا چنانچہ ایک شخص نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ مین ایمان تو لے آتا لیکن قریش کی بڑھیان کہین گی کہ دوزخ سے ڈر گیا بہادری مین فرق آجائیگا چنانچہ اسی حال مین مر گیا آپ کو بہت رنج ہوا اسپر آیت نازل ہوئی کہ انک لا تهدی من احببت ولکن اللہ یهدی من یشاء یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ جس کو چاہے ہدایت نہین کر سکتے لیکن اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے - تو ایسی چڑ بُری ہے ورنہ حق پر ملامت ہونے سے چڑ بڑھ جائے تو خیر ہے بہرحال اللہ کے بندون نے ملامت سر پر لی اور حق کو اتباع ہوی پر ترجیح دی - غرض اتباع ہوی کا سخت مذموم ہونا ثابت ہو گیا اب یہ بات رہی کہ اتباع کے لیے کوئی معیار ہونا چاہیئے سو وہ معیار بجز وحی کے اور کچھ نہین اس لیے کہ طبیعت تو کافی نہین جیسا ابھی واضح ہوا کہ خواہش نفسانی انبیاء کی بھی اُن کے لیے متبوع نہین رہی عقل سو ظاہر ہے کہ عقول مین خود اختلاف ہے تو آخر کس کی عقل کو ترجیح دیجاوے اگر عام کی عقل کو چھوڑ کر حکماء کی عقل کو لیا جاوے تو خود اُن مین بھی اختلاف پھر کسکو لیا جاوے اور دوسرے یہ کہ خود عقل پر اکثر تسلط ہو جاتا ہے طبیعت اور رسوم کا چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ اکثر اوقات رسم و رواج کے غلبہ سے عقلاء بلکہ بڑے بڑے علماء بھی بیوقوفی کے کام کرنے لگتے ہین مثلاً جب بیاہ لکھا آتا ہے تو نائی کے سامنے شکرانہ بنا کر رکھا جاتا ہے اور کھانے کے بعد جوڑہ کے ساتھ اُس کے سامنے سو روپیہ مثلاً خوان مین ڈالتے ہین اور وہ اس مین سے ایک دو اُٹھا لیتا ہے باقی پھیر دیتا ہے سب جانتے ہین کہ واقع مین اُسکو اتنی بڑی رقم دینا منظور نہین مگر پھر بھی اُس کے سامنے یہ سو روپیہ نہ معلوم کس غرض سے رکھے جاتے ہین اسمین تو ریا بھی نہین اسلیے کہ ریا تو دوسرے کے دکھاوے کو کہتے ہین یہان وہ بھی نہین اسلیے کہ یہ سب جانتے ہین

کر دینا منظور نہین ہے یہ تو بڑا لڑکون کا کھیل اور محض لغو بیہودہ حرکت ہے مگر بڑے بڑے عقلا جو دوسرون کو عقل سکھاتے ہین وہ بھی اس مین مبتلا ہین اس سے معلوم ہوا کہ عقول پر بھی رسوم غالب ہو جاتی ہین پس ہماری عقل بھی معیار نہین بن سکتی اور وحی ان سب شوائب سے منزہ ہے پس ثابت ہو گیا کہ لایق اتباع کے صرف وحی ہے لیکن اس شرط سے کہ خود وحی مین اپنی ہواے نفسانی سے کچھ تصرف یا تغیر نہ کر لیا ہو جیسا آج کل اکثر اہل علم اور غیر اہل علم قصداً تو اتباع کرتے ہین ہواے نفسانی کا اور وحی کو صرف آڑ بنا لیتے ہین سو یہ کتنا بڑا حیلہ و فریب ہے اس سے صرف اتنا تو نفع ہو جاتا ہے کہ خلق کے اعتراض سے بچ جاتے ہین مگر خالق تعالیٰ شانہ تو ظاہر اور باطن کا جاننے والا ہے اُس سے کیسے بچین گے ؎

خلق را گیرم کہ بفریبی تمام		در غلط اندازی تا ہر خاص و عام	
کارہا با خلق آرے جملہ راست		با خدا تزویر و حیلہ کی رواست	
کارہا او راست باید داشتن		رایت اخلاص و صدق افراشتن	

خدا تعالیٰ کے ساتھ تو فریب کرنا نہ چاہیئے او نیکنامی اور بدنامی کو بالاے طاق رکھ کر سچا اتباع کرنا چاہیے خوب کہا ہے ؎

عاشق بدنام کو پرواے ننگ و نام کیا		اور جو خود ناکام ہو اُس کو کسی سے کام کیا	

اور عاشق کو جو ناکام اور بے مراد کہدیا ہمارے حضرت رح اس کی تفسیر فرماتے تھے کہ بے مرادی عشق کو کہتے ہین کیونکہ عاشق کا خاصہ ہے کہ وصل کے جس مرتبہ پر پہونچے اُس کو آگے کی ہوس ہوتی ہے اور اشتیاق بڑھتا ہے ہان جس کے محبوب کا جمال متناہی ہو اسکی مرادین ختم ہو سکتی ہین اور جہان جمال غیر متناہی ہو وہان نہ حسن ختم نہ طلب ختم بلکہ جون جون آگے بڑھتا ہے اشتیاق اور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور وہ حالت ہوتی ہے جس کو شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہین ؎

دلارام در بر دلارام جو		لب از تشنگی خشک بر طرف جو	
نہ گویم کہ بر آب قادر نیند		کہ بر ساحل نیل مستسقی اند	

غرض ناکام کو بدنامی سے کیا ڈر حافظ صاحب رح فرماتے ہین گرچہ بدنامی ست نزد عاقلان۔ مانمی خواہیم ننگ و نام را ﴿ جو بدنامی سے ڈرے وہ عاشق نہین ہو سکتا ہے آجکل یہ کیفیت ہے کہ

کہ دین پر بھی عمل اُس وقت کرینگے کہ جب وہ حکم اپنی خواہش کے خلاف نہ ہو اور نہ انہین کچھ حرج ہو اور نہ کسی مصلحت دنیوی کے خلاف ہو اور اسپر پھر دعوی دینداری کا ہے

وجائز تدعوی المحبة فی الهوی		ولکن لا یخفی کلام المنافق

چنانچہ اُن سائل صاحب نے فرمایا کہ کوئی ایسا مسئلہ نکال دو کہ جسمین یہ عورت حلال ہو جاوے مین نے کہا کہ دیوانہ ہوئے ہو مین کون حلال کرنے والا ہون اور اگر کہ بھی دیا تو اس سے حلال تو نہین ہو جاوے گی جب تک شرعی دلیل سے حلال نہ ہو۔ مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ کی خدمت مین ایک شخص حاضر ہوا اور سوال کیا کہ فلان مرد عورت کی آپسمین یہ قرابت ہے انکین نکاح ہو سکتا ہے یا نہین ہو سکتا وہ کیا کہتا ہے کہ ہم نے تو کیا تھا ہو گیا تھا تو نہ ہونے کا مطلب یہ سمجھے کہ زبان سے الفاظ نہ نکلسکتے ہون گے اسی واسطے فرماتے ہین کہ ہم نے کیا تھا اور ہو گیا تھا یعنی مونہ بند نہین ہو گیا تھا۔ اسی طرح یہ سائل صاحب بھی اُس رضاعی بھائی بہن کو حلال کرانا چاہتے تھے جب اُن سائل صاحب نے مجھ سے صاف جواب سنا تو اب تاویل کی فکر ہوئی کہ کوئی تاویل کرنی چاہیے تو فرمانے لگے کہ اُس لڑکے نے دودھ پیا تو تھا مگر تھوڑا سا پیا تھا وہ عقلمند یہ سمجھے کہ بہت سا پینے سے حرمۃ ہوتی ہوگی تھوڑا پینے مین کیا حرج ہے مین نے کہا کہ جناب ایک قطرہ پینے مین بھی حرمۃ ہو جاویگی اس پر فرمانے لگے کہ جی جو کچھ پیا تھا وہ بھی قے ہو گیا تھا اندر نہین رہا وہ یہ سمجھا کہ بس دودھ کی ساتھ حرمۃ بھی نکل پڑی مین نے کہا کہ بھائی حلق کے نیچے اوترتے ہی حرمۃ ثابت ہو گئی اور ثبوت کے بعد اُس کا سقوط نہین ہوتا اس پر وہ نا امید ہو کر چلے گئے اور دہلی پہونچے اہل حدیث سے جا کر رجوع کیا تو اہل حدیث اور نہ شافعی رح کا مذہب ہے کہ پانچ گھونٹ سے کم مین حرمۃ نہین ہوتی یہ مسئلہ سن اُن سائل صاحب نے ایک سوال اسی قید کے ساتھ تیار کیا کہ ایک لڑکے نے پانچ گھونٹ سے کم دودھ پیا ہے آیا حرمۃ رضاعۃ ثابت ہوئی یا نہین اُن مین سے کسی نے جواب لکھدیا کہ اس صورت مین حرمۃ رضاعۃ ثابت نہ ہو گی بس آپ راضی رضا آ گئے اور بہن بھائی کو اسی حالت پر ہنسی خوشی جمع رکھا دیکھیے اس مسئلہ مین ان سائل صاحب نے کس قدر اپنے نفس کی پیروی کی ہے جیسا اُس کے مکالمہ مفصلہ سے ثابت ہوتا ہے پھر یہ بھی امید نہین کہ موافق مذہب شافعی رح کے یہ نکاح جایز ہوا ہو اس لیے کہ

بچے کے دودھ پینے کے وقت جب ان امور کی اطلاع بھی نہ تھی تو کس نے گنا تھا کہ اُس نے
پانچ گھونٹ پیئے ہین یا کم دوسرے یہ کہ یہ شخص حنفی تھا اور پہلے سے اسکا یہ عقیدہ نہ تھا جس پر عمل
کیا اگر پہلے سے شافعی ہوتے تو اس فتوی پہ عمل کرنا مضائقہ نہ تھا یا اس ابتلا ورضاع سے
پہلے اپنی تحقیق یا کسی کی تقلید سے اسکو اس مسلک کی ترجیح ثابت ہو جاتی تب بھی مضائقہ نہ تھا
اب تو کھلا اتباع ہوئی کیا اسی طرح ہم فرائض مین دیکھتے ہین کہ اگر اپنے آپ کو ملتا ہوا تو دیکھتے
ہین تو فرائض نکلواتے ہین اور بعضے تو اول ہی پوچھ لیتے ہین کہ ہمارا بھی کچھ حصہ ہے یا
نہین اگر کچھ حصہ ہوا تو مسئلہ نکلواتے ہین اور اگر نہ ہوا تو چل دیتے ہین اور بعضے اس امید
پر مسئلہ نکلوا لیتے ہین مگر جب اُنکو مسئلہ نکال کر سنایا جاتا ہے اور وہ دیکھتے ہین کہ ہمارا اس مین کچھ
نہین ہے تو بہت بددل ہوتے ہین اور بعض اوقات فرائض بھی مفتی ہی کے پاس چھوڑ کر
چل دیتے ہین یہ بھی خیال نہین کرتے کہ نکالنے والے کا جی برا ہوگا اُس کی خاطر ہی سے
لیجا دین ایک شخص میرے پاس ایک فرائض لائے اور پوچھا کہ میرا کتنا حصہ ہے مین نے
بتلا دیا کہ اس قدر ہے اُن کو وہ بہت کم معلوم ہوا کہنے لگے کہ میرا حصہ کیون گھٹ گیا مین نے
کہا کہ فلان وارث کی وجہ سے کم ہو گیا اگر وہ نہ ہوتا تو تم کو زیادہ ملتا تو کہنے لگے کہ جناب
پھر اُس کو نہ لکھیئے اور اکثر فرائض وہی پوچھتا ہے جس کے قبضہ مین کچھ نہ ہو اور قبضہ چاہتا
ہو اور جو قابض ہوتا ہے وہ کبھی فرائض نہین نکلواتا کیونکہ جانتا ہے کہ تقسیم کرنی پڑیگی
اور قبضہ سے شے نکل جاوے گی۔ غرض لینے کے لیے فرائض نکلواتے ہین دینے کے
لیے کوئی نہین نکلواتا الا ماشاء اللہ تمام عمر مین ایک شخص ایسے آئے کہ بڑے رئیس تھے اور تمام
ریاست پر قابض تھے اُنھون نے فرائض لکھوائے تھے تا کہ جائداد موافق شرع شریف تقسیم
کر دین۔ گڑگانوہ کے رہنے والے تھے کئی بار آئے اور گئے جو ضروری بات اسمین کوئی
رہجاتی تھی اُس کے دریافت کرنے کے لیے مکرر سہ کرر آتے اور جاتے اور اُن کے سوا جو آتا ہے
ایسا ہی آتا ہے جو لینا چاہتا ہے اور دینا نہین چاہتا۔ ایک بار ایک ایسے ہی شخص آئے
اور اُنھون نے مسئلہ پوچھا کہ ہماری بہن بے اولاد مر گئی اور خاوند اُس کا شیعی ہے آیا اُسکے
خاوند کو بھی عورت کے ترکہ مین سے کچھ ملے گا مین نے جواب دیا کہ کیون نہین ملے گا نصف

ترکہ اُس کا ہے تو وہ بھائی یہ چاہتے تھے کہ خاوند کو نہ ملے مال بہت تھا اور انھون نے کہین سنا تھا کہ شیعہ پر کفر کا فتوی ہے تو اس لیے چاہتے تھے کہ اس تاویل سے اُس کے خاوند کو کچھ نہ ملے سب مال ہمارے قبضہ مین آوے کہنے لگے کہ سنیہ کا تو شیعی سے بوجہ کفر شیعی کے نکاح نہین ہوتا پھر وہ شوہر کب ہے مین نے کہا کہ تم کو کچھ خدا کا خوف بھی ہے کہ دوسرے کا حق رکھنا چاہتے ہو اور اگر خوف نہین تو اچھا حمیت اور غیرت کہان گئی کہ تھوڑی سی دنیا کے لیے یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تمھاری بہن تمام عمر حرامکاری مین مبتلا رہی اور دوسری یہ تو بتلایئے کہ آپ نے نکاح کے وقت کیون نہ پوچھا کہ یہ خاوند شیعی ہے اس سے نکاح جایز ہے یا نہین اور تیسرے یہ کہ سچ سچ کہنا اگر یہ مال خاوند کے قبضہ مین ہوتا اور وہ مرتا اور تمھاری بہن کو ملنے کے بعد پھر تمھاری طرف سے منتقل ہونے کا احتمال ہوتا تو کیا اُس وقت بھی تم اس نکاح کے صحیح نہ ہونے کی کوشش کرتے میرے پاس کثرت سے ایسے سوال آتے ہین کہ کوئی بات نکال دو چنانچہ ابھی ایک مسئلہ آیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدین اُسکی درخواست تھی کہ کوئی ایسی صورت نکال دو کہ حلالہ نہ کرنا پڑے۔

یہ تو عوام الناس کی کیفیت ہے جو بیان ہوئی کہ ہر امر مین اتباع ہوی کرتے ہین کہ مسائل شریعت مین بھی علما سے فرمایش کرتے ہین کہ ہماری مرضی موافق فتوی دیدین رہے علما اُن کو تو کسی سے کہنے سننے کی ہی ضرورت نہین ہدایہ شرح وقایہ درمختار اُن کے سامنے ہے جس طرح چاہین عمل کرین اور مین سب علما کو نہین کہتا بلکہ صرف اُن کو جو حب جاہ و مال مین مبتلا ہین سو ایسے عالم کا فتوی بھی معتبر نہین جو دنیا کا حریص اور محب ہو اور ہمیشہ گمراہی ایسے ہی لوگون سے پھیلی ہے ؎

	بد گہر را علم و فن آموختن		دادن تیغ ست دست راہزن	

پہلے زمانہ مین جو رسم تھی کہ ہر ایک شخص کو مقتدا و عالم بننے کی اجازت نہین تھی اسمین بڑی مصلحت تھی مگر اُسمین اتنی کمی تھی کہ انتخاب غلط تھا خاص خاص قومون کا انتخاب

کر رکھا تھا کہ اُن ہی کو علم دین پڑھنے کی اجازت تھی البتہ انتخاب کا معیار یہ ہونا چاہیئے کہ اساتذہ طلبہ کے زمانۂ تحصیل مین اس کا اندازہ کیا کرین کہ کس شخص مین حرص دنیا کی غالب ہے اور کس شخص مین نہین ہے جسمین حرص دنیا کی غالب دیکھین اُسکو رخصت کرین اور مدرسہ سے خارج کرین اور جس مین حب دنیا نہ ہو اُس کو مقتدا ردین بنائین - بغداد مین ایک مدرسہ نظامیہ تھا کہ جس سے بڑے بڑے علمار جیسے امام غزالی اور شیخ سعدی پڑھ کر نکلے اور وجہ اِس مدرسہ کی بنار کی یہ ہوئی تھی کہ اُس زمانہ مین قضار اور افتار اور دیگر بڑے بڑے عہدے علمار ہی کو دیے جاتے تھے توجسکا باپ مثلاً قاضی ہوتا تھا وہ کوشش کرتا تھا اور دعویٰ استحقاق قضا کا کرتا تھا خواہ وہ اہل ہو یا نہ ہو تو سلطان وقت نے بمشورہ وزرار و ارکان دولت اسلیئے یہ مدرسہ بنار کیا کہ جو اس مدرسہ مین پاس حاصل کرے اُس کو یہ عہدے دیے جاوین گے تاکہ نااہلون کو اور جہلار کو حوصلہ ایسے عہدون کی درخواست کا نہ ہو تو جس روز اس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اُس روز علمار بخارا مین ماتم ہوا تھا کہ آجکی تاریخ سے علم دین دنیا کے لیے پڑھا جائیگا لیکن تاہم ایسے ایسے بڑے علمار اُسمین سے پڑھ کر نکلے کہ فخر علمار ہوئے اور جنکا نظیر اس وقت روے زمین پر نہین ایک روز بادشاہ اس مدرسہ کے دیکھنے کے لیے تشریف لائے اور مخفی طور سے طلبہ کے خیالات کی آزمایش کی کہ دیکھین علم پڑھنے سے انکی کیا غرض ہے چنانچہ ایک طالب علم سے پوچھا کہ آپ کس لئے پڑھتے ہین اُسنے کہا کہ مین اس لیے پڑھتا ہون کہ میرا باپ قاضی ہے مین اگر عالم بنجاؤنگا تو مین بھی قاضی ہو جاؤنگا اس کے بعد دوسرے سے پوچھا اُس نے کہا کہ میرا باپ مفتی ہے مین مفتی بننے کے لئے پڑھتا ہون غرض جس سے پوچھا اُس نے کوئی غرض دنیا ہی کی تبلائی بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ افسوس ہے کہ علم دین دنیا کے لیے پڑھا جارہا ہے اور ہزارون روپیہ مفت مین برباد ہو رہا ہے - ایک گوشہ مین امام غزالی بھی خستگی کی حالت مین بیٹھے کتاب دیکھ رہے تھے اُسوقت تک یہ طالب علم تھے نہ کوئی جانتا تھا نہ شہرۃ تھی انسے دریافت کیا کہ تم کیون پڑھتے ہو انھون نے جواب دیا کہ مین نے دلائل عقلیہ و نقلیہ سے معلوم کیا ہے کہ ہمارا ایک مالک حقیقی ہے جو سموات و ارض کا مالک ہے اور مالک کی اطاعت ضروری ہوتی ہے کہ اُس کی مرضیات پر عمل کرے اور نامرضیات سے بچے سو مین اس لئے

پڑھتا ہون کہ اُس کی مرضیات و نامرضیات کی اطلاع حاصل ہو بادشاہ سنکر خوش ہوئے اور ظاہر کردیا کہ مین بادشاہ ہون اور کہا کہ مین نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس مدرسہ کو توڑ دون مگر تمہاری وجہ سے یہ مدرسہ رہ گیا پس تحصیل علم اُس غرض سے ہونی چاہیے جو امام غزالی نے ظاہر کی اور جس کی غرض تحصیل دنیا اور باعث حب دنیا ہوگا اُسکے علم سے کچھ نفع نہ ہوگا اور حب دنیا کا امتحان سلف سے منقول ہے کہ اُس زمانہ مین اساتذہ اس کا خیال رکھتے تھے کہ طلبا مین کون ایسا ہے کہ جو امراء کی طرف راغب ہے اور کون نہین ہے۔ جو امراء کی طرف راغب ہوتا تھا اُس کو اپنے حلقہ مین آنے سے روک دیتے تھے کیونکہ امراء کے پاس سوائے دنیا کے کیا ہے جو امراء سے مانوس ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ طالب دنیا ہے چنانچہ امراء کے دربار مین جو علماء ہوتے ہین وہ اُنکی ہان مین ہان ملایا کرتے ہین خواہ حق ہو یا ناحق ہو ہان جو عالم حق گو ہو اور مغلوب نہ ہوتا ہو وہ اگر امراء کے یہان جاوے اور حق بات کہے وہ مجاہدہ ہے۔ ایک شخص ایک بزرگ کی ملاقات کے لیے سفر کر کے گئے وہان جا کر معلوم ہوا کہ وہ بزرگ بادشاہ کی ملاقات کے واسطے گئے ہین یہ شخص بہت نادم ہوئے اور پچھتائے کہ بزرگ سنکر آئے تھے یہ تو دنیا دار نکلے اور وہان سے واپس ہو کر جا رہے تھے اُس بادشاہ کے لوگون نے انکو جاسوس سمجھ کر پکڑ لیا اور بادشاہ کے دربار مین حاضر کردیا وہ بزرگ اُس وقت وہان تشریف رکھتے تھے اُنھون نے بادشاہ سے فرمایا کہ یہ جاسوس نہین ہے ہمارا مہمان ہے یہ چھوڑ دیے گئے وہ بزرگ بھی وہان سے چلے اور اُس شخص سے کہا کہ مین اسلیئے بادشاہ کے یہان آیا کرتا ہون۔ مگر ایسے فیصدی ایک بھی نہین ہماری اور امراء کی مثال تو چھری اور خربوزہ کی سی ہے خربوزہ کی سلامتی چھری سے الگ ہی رہنے مین ہے خواہ خود اُن کے پاس جاؤ یا وہ تمھارے پاس آوین اور تم اُن کے آنے سے متاثر ہو امراء سے ملنا اور ثابت قدم رہنا بڑے قوی آدمی کا کام ہے جس کی شان حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کی سی ہو ان کی حکایت ہے کہ ایکبار ایک موقع پر چلے جا رہے تھے چلتے چلتے دجلہ کے کنارہ پہونچے دیکھا کہ شراب کے مٹکے کشتیون سے اتر رہے ہین پوچھا کہ انمین کیا ہے کشتی والے نے کہا کہ شراب ہے خلیفہ وقت معتضد باللہ کے لیے آئی ہے اور وہ دس مٹکے تھے شیخ کو غصہ آیا اور کشتی والے کی لکڑی مانگ کر انھون نے نو مٹکے یکبعد دیگرے توڑ ڈالے اور ایک مٹکہ چھوڑ دیا چونکہ یہ شراب خلیفہ کے لئے لائی

گئی تھی اس لیے اُنکا براہ راست خلیفہ کے ہان چالان کر دیا گیا معتضد نہایت ہیتناک صورت
مین بیٹھکر اجلاس کیا کرتا تھا لوہے کی ٹوپی اوڑھتا تھا اور لوہے کی زرہ اور لوہے کا گرز ہاتھ مین
ہوتا تھا اور لوہے کی کرسی پر بیٹھتا تھا معتضد نے نہایت کڑک کر ہولناک آواز سے پوچھا کہ تمنے
یہ کیا کیا حضرت شیخ نے فرمایا کہ جو کچھ مین نے کیا ہے آپ کو بھی معلوم ہے دریافت کرنے کی ضرورت
نہین ورنہ مین یہانتک نہ لایا جاتا معتضد یہ جواب سُنکر برہم ہوا اور پوچھا کہ تمنے یہ حرکت کیون
کی کیا تم محتسب ہو شیخ نے فرمایا کہ ہان محتسب ہون خلیفہ نے پوچھا کہ تمکو کس نے محتسب بنایا ہے
فرمایا کہ جسنے تجھکو خلیفہ بنایا ہے خلیفہ نے پوچھا کہ کوئی دلیل ہے فرمایا کہ یا بنی اقم الصلوۃ و
امر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک معتضد یہ بیباکی کی باتین سنکر متاثر ہوا
اور کہا کہ ہم نے تمکو آج سے محتسب بنایا مگر ایک بات بتاؤ کہ ایک مٹکہ تمنے کیون چھوڑ دیا فرمایا کہ
جب مین نے نو مٹکے توڑ ڈالے تو نفس مین خیال آیا کہ ای ابو الحسن تو نے بڑی ہمت کا کام کیا کہ خلیفہ
وقت سے بھی نہ ڈرا مین نے اُسی وقت ہاتھ روک لیا کیونکہ اس سے پہلے تو اللہ تعالی کی رضامندی
کے لئے توڑے تھے اگر اب توڑونگا تو وہ نفس کے لئے ہوگا اس لئے دسوان مٹکا چھوڑ دیا ایسی
ہی حکایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لکھی ہے کہ آپ ایک کافر کے قتل کرنے کے واسطے اس کے
سینہ پر چڑھ بیٹھے اُسنے آپکے چہرۂ مبارک پر تھوک دیا آپ فوراً اتر پڑے اور اُس کو چھوڑ دیا اُسنے
پوچھا کہ آپ باوجود اس کے کہ مجھپر غالب ہو گئے تھے اور مین پوری طرح آپکے قبضہ مین آگیا
تھا پھر گستاخی بھی سخت کی باوجود ان مقتضیات کے پھر کیا وجہ پیش آئی کہ الگ ہو گئے اور قتل نہین
کیا فرمایا کہ تیرے تھوکنے سے پہلے تو میری نیت اللہ کے واسطے تجھ کو مارنے کی تھی اور جب تو نے
تھوکا تو غصہ آگیا اور نفس نے کہا کہ جلدی اس گستاخ کا کام تمام کر دو تو اب نفس کی آمیزش ہو گئی
اگر قتل کرتا تو خالص اللہ تعالی کے لئے نہ ہوتا اس لئے مین نے چھوڑ دیا وہ یہ دیکھکر مسلمان
ہو گیا۔ یہ حکایت خلوص کی مناسبت سے بیان کی گئی اصل قصہ حضرت شیخ ابو الحسن نوری
کی حق گوئی کا بیان کیا گیا تھا۔ حاصل یہ کہ اگر علماء امراء کے پاس جا کر امر بالمعروف ونہی عن
المنکر کر سکین تو خیر اُنسے ملنے کا ڈر نہین اور اگر اُن کی ہان مین ہان ملانا پڑے اور حق گوئی نہ
کر سکے تو اجتناب ہی بہتر ہے حدیث مین ہے العلماء امناء الدین ما لم یخالطوا الامراء

فاذا خالطوا الامراء فهم لصوص الدین یعنی علماء دین کے امانت دار ہین جبتک کہ امراء و حکام سے میل جول نہ کرین اور جب امراء و حکام سے میل جول کرنے لگین تو وہ دین کے رہزن ہین چنانچہ تھوڑے دنون کا قصہ ہے کہ ایک عورت کی ایک مرد سے آشنائی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح خاوند سے چھوٹ کر آشنا سے نکاح ہوجاوے ایک ایسے ہی مولوی صاحب نے جو دین کے رہزن تھے اُس کو ترکیب سکھائی کہ تو کافر ہوجا نکاح ٹوٹ جاویگا پھر توبہ کرکے دوسرے سے نکاح کرلینا نعوذ باللہ ایسے ہی ظالمون نے علماء کو بدنام کیا ہے غرض اہل علم مین یہ مرض اس رنگ سے ظاہر ہو رہا ہے اور جو اہل علم مین خص الخواص ہین اُن مین بھی یہی مرض موجود ہے اگرچہ نہ مال کے طالب ہین اور نہ جاہ انکو مطلوب ہے مگر اُنمین بھی ایک وسیلہ اتباع ہوی کا موجود ہے مثلاً کسیکے ساتھ سختی کی اور اُس کو برا بھلا کہا تو نفس یہ تاویل کرتا ہے کہ سختی سے اصلاح ہوتی ہے اسلیئے ہمپر کچھ مواخذہ نہین تمھاری نیت اسمین اچھی ہے لیکن یہ تاویل اُسوقت صحیح ہوسکتی کہ جسوقت سختی کی تھی اُس سے پہلے یہ بات ذہن مین ہوتی اور یہی محرک تشدد کا ہوتی اُس وقت تو بجز غیظ کے کچھ بھی دل مین نہ تھا اب فرصت مین تاویلین گڑھتے ہین اور دھبہ دھونے کے لیے بعض مرتبہ زبان سے بھی کہتے ہین کہ کیا کہین بڑی سختی ہوگئی یہ اس لیے کہ معتقدین و متبعین کے دل مین شبہہ نہ رہے اور یہ سمجھین کہ حضرت بڑے متواضع ہین اور بڑے صاف ہین خود اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہین پھر اُس پر معتقدین بناتے ہین کوئی کہتا ہے کہ آپ جو کچھ کرتے ہین ہماری ہی اصلاح کے واسطے آپ کی اسمین کیا غرض ہے کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ کہتا ہے غرض ایسے معتقدین اُسکے دماغ اور زیادہ خراب کردیتے ہین مولانا فرماتے ہین ؎

تن قفس شکلست اما خار جان	از فریب داخلان و خارجان
اینش گوید نے منم ہمراز تو	آنش گوید نے منم انباز تو
او چو بیند خلق را سرمست خویش	از تکبر می رود از دست خویش

ایسے لوگون کو یہی چاہیئے کہ کام کرنے سے پہلے غور کرکے دیکھا کرین کہ ہم جو کچھ کر رہے ہین اُسمین خواہش نفسانی کسقدر ہے اور اتباع شریعت کس قدر خواہش نفسانی کا حصہ ترک کردینا چاہیے ایک مثال اور لیجیے مثلاً ایک امیر آیا اور اُسکی تعظیم و تکریم کی گئی اب بعض کا نفس

کہتا ہے کہ ایمین دینوی غرض نہین ہے بلکہ شرعاً بھی اُس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ مناسب ہے اگر ایسا نہ کیا جاوے تو اُسکی دلشکنی ہوگی اور حدیث مین آیا ہے اذا جاءکم کریم قوم فاکرموہ درحقیقت یہ سب مقدمات فی نفسہا بالکل صحیح ہین لیکن گفتگو اسمین ہے کہ آیا ہمنے جو اس کی تعظیم کی ہے کیا اسی مصلحت سے کی ہے یا اور کوئی وجہ ہے تو غور کرکے جو دیکھا جاتا ہے تو یہ وجہ ہرگز محرک نہین ہوتی یہ تو نکتہ بعدالوقوع کے طور پر تصنیفی وجہ ہے اصل وجہ وہی دنیا کی خوشامد بتوقع نفع ہے غرض یہ کہ نفس مین اکثر کے شرارتین ہی ہین مگر بدمعاشون مین اور طرح کی ہین اور نیکبختون مین نیکبختی کے رنگ مین ہین اور علماء اور طلباء مین اور رنگ سے ہین اور درویشون مین دوسرے رنگ سے ہین اسیواسطے مولانا فرماتے ہین ؎

صد ہزاران دام و دانہ است اے خدا	ما چو مرغان حریص بے نوا
دمبدم پابستۂ دام تو ایم	ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
میرہانی ہر دمے ما را و باز	سوے دامے میرویم اے بے نیاز

لیکن یہ ضروری امر ہے کہ جو شخص عمل کرتا ہے اور اخلاص کی سعی مین رہتا ہے اُسکو غلطی پر تنبہ ضرور ہوتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ اکثر تنبیہ پر بھی تدارک نہین کرتے تدارک کرنے سے عار آتی ہے نفس کہتا ہے کہ آیندہ سے ایسا نکرینگے اور اب تدارک خلاف مصلحت ہے لیکن یاد رکھو کہ اگر اُسوقت تدارک کرلیا جاوے اور علی الاعلان غلطی کا اقرار کرلیا جاوے تو آیندہ کو عمل کی توفیق ہوتی ہے اور تدارک نہ کرنے سے سستی ہوتی جاتی ہے اور توفیق کم ہوتی جاتی ہے یہ تجربہ کی بات ہے ایک دھوکا اور ہوجاتا ہے وہ یہ کہ جب کچھ نشیب و فراز ہوجاتا ہے تو نفس کہتا ہے کہ تمھارے اندر اللہ کے نام سے لطافت پیدا ہوگئی ہے تمھارے وجدان مین جو کچھ آتا ہے وہ صحیح ہی ہوتا ہے کم غلطی نہین ہوتی سو یہ امر فی نفسہ تو صحیح ہے کہ واقعی مومن کے اندر عمل اور تقوی کی بدولت فراست صحیحہ پیدا ہوجاتی ہے چنانچہ آیا ہے کہ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ مین نے سنا ہے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین ایک شخص آئے اُنھون نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جاؤن فرمایا کہ ینبوع کو جاؤ دوسرا ایک اور آیا اُسنے بھی مشورہ لیا اُس کو فرمایا کہ سلطانی رستہ کو جاؤ سو جس کو ینبوع کے رستہ سے جانے کے

لیے فرمایا تھا وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی ہی راستہ کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا اُسکو
ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی اور بدّوؤن سے بھی سابقہ پڑا اور اُن سے الگ تکلیف ہوئی اور
جسکو سلطانی راستہ کا مشورہ دیا تھا وہ راحت سے چلا گیا حضرت سے اُسکی وجہ دریافت کی
گئی کہ آپنے اُسکو اُس راستہ کا مشورہ دیا اور اُس کو دوسرے راستہ کا اسمین کیا حکمت تھی فرمایا کہ
جب پہلا آیا میرے دل مین وہی آیا جو اُس کو بتایا اور جب دوسرا آیا میرے دل مین اسوقت
یہی آیا جو اسکو مشورہ دیا سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے اسی کے مناسب ایک اور
حکایت ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت مین چند آدمی جو سفر کرنے والے تھے ملنے اور رخصت
ہونے آئے جب وہ جانے لگے تو اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت ہم کو کچھ وصیت کیجئے اُن
بزرگ نے فرمایا کہ ہاتھی کا گوشت مت کھانا اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت ہمکو تو ہاتھی کے گوشت
کھانے کا خطرہ بھی نہین گذرتا یہ آپنے کیون فرمایا فرمایا کہ میرے منھ سے اسوقت ایسا ہی نکلا واللہ
اعلم کیا وجہ ہے وہ لوگ رخصت ہو گئے اتفاقاً رستہ بھول گئے اور ایک بیابان مین پہونچ
گئے اور بھوک اور پیاس سے بیتاب ہوئے اتفاق سے ایک ہاتھی کا بچہ سامنے سے
دکھائی دیا سب نے اتفاق کیا کہ اسکو کاٹ کر کھانا چاہیے ایک نے اُنمین سے منع کیا کہ
تمکو کیا حضرت کی وصیت یاد نہین ہے اُنھون نے کچھ پروا نہ کی اور سب نے خوب اُسکا گوشت
کھایا لیکن اُس ایک نے نہین کھایا اور گوشت کھا کر سو رہے کیونکہ تھکے ماندے ہو رہے تھے مگر جس نے
نہین کھایا تھا اُسکو نیند نہین آئی جاگتا رہا تھوڑی دیر مین ایک جماعت ہاتھیون کی آئی اور
اُنمین ایک ہتھنی بھی تھی اُس ہتھنی نے اپنے بچہ کو تلاش کرنا شروع کیا تلاش کرتے کرتے وہان
بھی آئی جہان یہ لوگ سوتے تھے اور ان سونے والون مین سے ایک کا مُنھ سونگھا تو اُسکو گوشت
کی بو آئی اُس نے ایک ٹانگ پر پاؤن رکھا اور دوسری سونڈ سے پکڑ کر اُس کو چیر ڈالا اسی طرح
سب کا کام تمام کر دیا پھر آخر مین اُس کے پاس آئی چونکہ اس سے منھ سے بو نہ آئی اسکو سونڈ سے اُٹھا کر
اپنی کمر پر بٹھا لیا اور ایک جانب کو لے چلی اور ایک میوہ دار درخت کے نیچے لے گئی اور ٹھہر گئی اسنے
خوب سیر ہو کر میوے کھائے اُس کے بعد اسکو راستہ پر چھوڑ آئی اُن حضرات کی یہ شان ہو جاتی ہے

لیکن گفتگو اسمین ہے کہ تم بھی اُن مین ہو یا محض تمھارے نفس کی تسویل ہی ہے ؎

اے مری کردہ پیادہ با سوار	سر نخواہی برد اکنون ہوش دار
چون تو یوسف نیستی یعقوب باش	ہمچو او باگریہ و آشوب باش
ناز را روے بباید ہمچو ورد	چون نداری گرد بدخوئی مگرد
زشت باشد روئے نازیبا و ناز	عیب باشد چشم نابینا و باز

پس ناقصین کا اپنے کو کاملین پر قیاس کرنا اور اپنی نفسانی خواہش کو اُن حضرات کی فراست و وجدان پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے تم کو چاہیئے کہ اپنے نفس پر ہر وقت بدگمانی رکھو اگر کسیوقت اسمین خواہش کو مفقود بھی پاؤ تب بھی اسکو نفس مردہ ہرگز نہ جانو اسکی مثال اژدہے کی سی ہے کوئی شخص کسی پہاڑ پر چلا گیا کہ دیکھا کہ اژدہا مردہ پڑا ہے اور وہ جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھر رہا تھا مردہ نہین تھا اُس نے اُسکو پکڑ لیا اور شہر مین لایا اور سر مجمع اُس کو لیکر بیٹھا تھوڑی دیر مین جو آفتاب نکلا اور اُسکو گرمی پہونچی اور افسردگی اُسکی جاتی رہی تو اُسنے حرکت شروع کی اور لوگون نے بھاگنا شروع کیا اور سیکڑون اوپر تلے گر کر ہلاک ہو گئے یہی حال نفس کا ہے کہ اسکے پاس سامان نہین ہے اسلیے یہ شر مردہ ہے سامان ہونے پر یہ دیکھنے کے قابل ہے مولانا فرماتے ہین ؎

نفس اژدرہاست او کے مردہ است	از غمِ بے آلتی افسردہ است

ہم لوگون کی یہ حالت ہے کہ دو چار روز ذکر و شغل کیا تہجد پڑھنے لگے سمجھنے لگے کہ ہم ولی کامل ہو گئے اور نفس پر اعتماد ہو جاتا ہے حالانکہ نفس خواہ کیسا ہی ہو جاوے مگر اُس سے بدگمان ہی رہنا چاہیے جو خیال آوے اور جو عمل کرو پہلے سوچ لو اور غور کر لو کہ اُسمین کوئی آمیزش نفس کی تو نہین ہے بعض اوقات خلوص کے رنگ مین نفس اپنی خواہش پوری کرتا ہے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ذکر جہر تعلیم فرمایا اُس نے عرض کیا کہ حضرت مجھکو خفی کی اجازت دیدیجیے کیونکہ جہر مین ریا ہو جاتی ہے حضرت نے فرمایا سبحان اللہ اسمین تو ریا ہوگی اور ذکر خفی مین زیادہ ہوگی جب آنکھین بند کرکے بیٹھو گے اور لوگ سمجھین گے کہ خدا جانے حضرت کہان کی سیر مین ہین عرش کی یا کرسی کی اور ذکر جہر مین تو بجز اس کے کوئی بھی کچھ نہ سمجھیگا کہ اللہ اللہ کر رہا ہے سو یہ کوئی عجیب بات نہین ہے سو ایک دسیسہ نفس تو اسمین یہ ہوا کہ

چھوٹے ریا کو چھوڑ کر بڑی ریا تجویز کی اور دوسری شرارت نفس کی ذکر جہر نہ کرنے مین بعض اوقات یہ ہوتی ہے کہ نفس یہ سمجھتا ہے کہ اگر ذکر جہر شروع کیا تو اگر کسی روز آنکھ نہ کھلی تو بھانڈا پھوٹے گا اور فضیحت ہوگا اُسکو معلوم ہو جائیگا کہ میان رات نہین اُٹھے اور خفی مین کسی کو راز کی خبر ہی نہ ہوگی سب سمجھین گے کہ خفی کیا کرتے ہین آج بھی کیا ہوگا تو اس رسوائی سے بچے رہینگے ایک بزرگ کا قول ہے کہ نفس بھی مولوی ہے یعنی بڑے دور کے احتمالات نکالتا ہے ہان اگر مطمئنہ ہو جاوے اور اُسکی خواہش محض خیر ہی خیر ہو تو سبحان اللہ لیکن اعتماد کسی حالت مین نہ کرنا چاہیے اکثر اسکی تجویز مین پہ کچھ نہ کچھ مکر ضرور ہوتا ہے ایک بزرگ ایک حجرہ مین عزلت نشین تھے اور اللہ اللہ کیا کرتے تھے اتفاقاً کفار و مسلمین مین مقابلہ پیش ہوا ان بزرگ کے نفس مین خیال آیا کہ چلو جہاد کرین اور شہید ہونگے پھر سوچے کہ یہ کیا بات ہے نفس نے یہ کیون تجویز کیا ضرور اسمین کوئی کید خفی ہے بہت سوچنے سے معلوم ہوا کہ نفس نے اسمین اپنے لیے نجات سمجھکر یہ بات تجویز کی تھی اور سوچا تھا کہ یہ شخص رات دن مجھکو ستاتا ہے اور میرے سر پر ناگوار امور کے ہر وقت آرے چلاتا رہتا ہے اور طاعات مین ہر وقت مجھکو گھونٹتا ہے اور کسی وقت چین لینے نہین دیتا شہید ہونے مین ایک دفعہ پاپ کٹ جاویگا اور اس مصیبت سے نجات ہو جاویگی جب یہ مکر معلوم ہوا تو اُنھون نے نفس کو جواب دیا کہ مین تجھکو اس مصیبت سے کبھی نجات نہ دونگا مین تو تجھ کو یہان حجرہ مین ہی شہید کرونگا بعض لوگون پر حج فرض نہین ہوتا اور انکو حج کی ہوس ہوتی ہے اسمین بھی نفس و شیطان کی یہ تسویل ہوتی ہے کہ ایک نفل کی تحصیل مین بہت سے فرائض برباد ہوتے ہین کیونکہ بہت لوگ حج کے سفر مین نمازین چھوڑ بیٹھتے ہین اور رفقا سے جنگ جدال سب و شتم مین مبتلا ہوتے ہین اور بعضے اس لیے حج کرتے ہین کہ حاجی صاحب بنجائین گے لوگ تعظیم سے پیش آئینگے ایسے ہی لوگون کے لئے حضرت مسعود فرماتے ہین ؎

	معشوق در اینجاست بیائید بیائید		اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید	

یعنی اے قوم حج مین گئی ہوئی تم کہان ہو تم کہان معشوق تو یہان ہے یہان آؤ یہان آؤ یعنی محبوب حقیقی کی رضا تو حالات خاصہ مین وطن رہنے مین ہے اس لیے کہ حج تم پر فرض نہین ہے اور حج نفل ادا کرنے مین بہت سے واجبات و فرائض ترک ہوتے ہین غرض نفس شیطان ہر شخص

کو اُس کو مذاق کے موافق دھوکا دیتا ہے تھوڑے روز ہوئے کہ ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اُنکے نفس نے یہ تجویز کیا تھا کہ نوکری چھوڑ کر اللہ کے واسطے پڑھائیں اس لئے کہ تنخواہ لینے سے خلوص نہیں رہتا مین نے اُن سے کہا کہ یہ شیطانی دھوکا ہے کہ شیطان نے دیکھا کہ دین کے کام مین لگے ہوئے ہین ان سے یہ کام کسی تدبیر سے چھوڑانا چاہیے تو اگر یہ کہتا کہ پڑھانا چھوڑ دو تو اسکی ہرگز نہ چلتی اس لئے اسکی وہ صورت تجویز کی جو دینداری کے رنگ مین ہے کہ اسمین خلوص نہین ہے نوکری چھوڑ کر پڑھاؤ تو سمجھ لو کہ اب تو پابندی تنخواہ سے کام بھی ہو رہا ہے اور اگر نوکری چھوڑ دوگے تو پابندی تو ہوگی نہین رفتہ رفتہ پڑھانا ہی چھوٹ جائیگا اور شیطان کامیاب ہوگا اور یہ جو تمکو وسوسہ ہے کہ ہم نے معاوضہ لیا ہے خلوص نہین رہا تو مین تمسے پوچھتا ہون کہ تمکو اب مثلاً ۲۵ ملتے ہین سو تبلاؤ کہ اگر تمکو ۳۰ یا للعہ پر بلاوین تو تم اس صورت موجودہ کو چھوڑ کر وہان چلے جاؤگے یا نہین کہنے لگے کہ مین تو ہرگز نہ جاؤنگا مین نے کہا کہ بس معلوم ہوگیا کہ تم روپیہ کے لئے نہین پڑھاتے بلکہ اللہ کے واسطے پڑھاتے ہو اور روپیہ گذران کے لئے لیتے ہو دنیا تمکو مقصود نہین پس خلوص نہ ہونے کا وسوسہ غلط ثابت ہوا اسلئے نوکری ہرگز مت چھوڑو بلکہ میری راے تو یہ ہے اگر عالم امیر ہو اور تنخواہ ملنے لگے تب بھی اسکو چاہیئے کہ تنخواہ لیکر پڑھائے اگر ایسا ہی ایثار کا جوش اُٹھے وہ تنخواہ پھر مدرسہ مین دیدے مگر لے ضرور تاکہ پابندی سے کام ہوتا رہے ہمارے فقہا جزاہم اللہ خیرا نے لکھا ہے کہ اگر قاضی امیر کبیر ہو تو اسکو بھی تنخواہ لینا چاہیے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اگر کوئی قاضی تنخواہ نہ لے اور دس برس تک وہ قاضی رہا اور اُس کے بعد کوئی غریب قاضی ہو کر آیا تو اب تنخواہ کا اجرا مشکل ہوگا سبحان اللہ فقہا رکا کیا فہم ہے یہ حضرات حقائق شناس تھے اس شان کا علم و فہم یہ خلوص و تقوی کی برکت تھی مولانا فرماتے ہین

بینی اندر خود علوم انبیا	بے کتاب و بے معین و اوستا
علم چون بر دل زنی یارے بود	علم چون برتن زنے یارے بود

اُن حضرات کے خلوص کی یہ کیفیت تھی کہ صاحب ہدایہ کی تصنیف تمام نہین ہوئی روزہ برابر رکھتے تھے اور طرفہ یہ کہ کسی کو روزہ رکھنے کی خبر نہین ہوئی خدا جانے کتنے سال مین ہدایہ لکھا ہوگا برابر

روزہ رکھنا اور کسی کو خبر نہ ہونا کس قدر اخلاص کی بات ہے مردانہ مکان میں بیٹھکر لکھتے تھے لونڈی مکان سے کھانا لاتی تھی اور کھکر چلی جاتی جب کوئی مسافر نا آشنا سامنے سے گذرتا اُس کو وہ کھانا دیدیتے لیکن چونکہ اپنے مخصوصین سے پردہ نہیں ہوتا اس لئے تحدث بالنعمۃ کے طور پر کبھی خاص سے یہ سب قصہ ذکر فرمایا ہوگا اس لئے ہم تک منقول ہوا اس خلوص کی برکت سے جنکو نور فہم عطا ہوا ہے یہ اُنکی تحقیق ہے کہ تنخواہ لینے مین مصلحتین ہین پس نفس بعض اوقات ان مصلحتون کے برباد کرنے کے لیے یہ رائے دیتا ہے کہ تنخواہ مت لو غرض شیطان اور نفس ہر شخص کو اُسی کے مذاق کے موافق بہکاتا ہے اور فقیہ اور محقق اسلئے شیطان پر گران ہے کہ وہ اسکے ان مکائد سے واقف ہوتا ہے اور اوروں کو مطلع کرتا ہے حدیث مین ہے فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد یعنی ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے ذاکر شاغل لوگون کو اسطرح اتباع ہوی مین گرفتار کرتا ہے کہ انکو ذوق و شوق وجد و کیفیت و محویت کا طالب بناتا ہے خوب یاد رکھو مقصود ذکر سے قرب ہے اور جس عمل مین مجاہدہ زیادہ ہوگا اسمین زیادہ قرب ہوگا نفس نے اپنی جان بچانے کے لئے یہ حیلہ نکالا ہے کہ ذوق شوق کی تحصیل مین پڑ گیا کیونکہ ذوق شوق ہونے سے پھر طاعت مین مشقت نہین ہوتی ہان ذوق شوق کا بھی ایک وقت ہے اُسوقت مربی حقیقی خود عطا فرماوینگے لیکن ابھی وقت نہین آیا تو اُس کی فکر فضول ہے کیونکہ تمھاری تجویز سے مربی حقیقی کی تجویز بہتر ہے مثلاً ایک مریض ہے اُسکی لیئے حکیم صاحب نے خمیرۂ گاوزبان جواہر والا چاندی سونے کے ورق مین لپیٹ کر تجویز کیا اور ایک دوسرے مریض کے لیے املتاس لکھا اگر یہ دوسرا مریض کہنے لگے کہ حکیم صاحب بھی عجیب شخص ہین اُسکے واسطے ایسی مزہ دار مفرح دوا تجویز کی اور میرے واسطے ایسی بدمزہ تو یہ احمق ہے یہ نہین سمجھتا کہ اُس کے اندر سے تو مادہ فاسدہ نکل چکا ہے اور املتاس کے پیالے پی چکا ہے اب اسکے لیے یہی مناسب ہے اور میرے اندر ہنوز مادہ فاسدہ موجود ہے و بغیر ایسی بدمزہ دواؤن کے نہ نکلے گا اس لیے یہی مناسب ہے اسطرح مبتدی منتہی کی جو کہ اپنی اصلاح کر چکا ہے حرص کرے اور اپنی کو اُسپر قیاس کرے تو اُسکی حماقت ہے عاشق کی تو یہ شان ہونا چاہئے کہ ہر حال مین راضی رہے جیسا فرمایا گیا ہے ؎

خوشا وقت شوریدگان غمش	اگر ریشش بینند وگر مرہمش
گدایانے از بادشاہی نفور	بامیدش اندر گدائی صبور

دمادم شراب الم درکشند | دگر تلخ بینند دم درکشند

حضرت سرمد رح فرماتے ہین۔ ع

سرمد گلہ اختصار می باید کرد | یک کار ازین دو کار مے باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد | یا قطع نظر ز یار مے باید کرد

عاشقی چیست بگو بندۂ جانان بودن | دل بدست دگرے دادن و حیران بودن
سوے زلفش نظر کردن درویش دیدن | گاہ کافر شدن و گاہ مسلمان بودن

اس شعر مین اسلام سے مراد بسط ہے اور کفران سے مراد قبض ہے یعنی قبض و بسط دونون کو جھیلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون محبوب ہوگا حضور پر تین سال کامل قبض کی کیفیت رہی بارہا ارادہ فرمایا کہ پہاڑ سے نیچے گرا دین کیونکہ ع

ذوقے چنان ندارد بے دوست زندگانی | بے دوست زندگانی ذوقے چنان ندارد

لیکن سنبھال لیے جاتے تھے پس اگر قبض علامت بعد ہوتی تو حضور کو کیون ہوتا جب علامت بعد نہین پھر اسیر کاہے کو پریشان ہو امام غزالی جب مدرسہ نظامیہ سے فارغ ہو کر نکلے ہین تو بہت بڑے عالم ہوئے تین سو علما انکی ساتھ چلتے تھے ایک مدت تک اسی حالت مین رہے اسکے بعد خداطلبی کا جوش ہوا اور دل مین آیا کہ سب چھوڑ کر خلوت اختیار کرین ایک مدت امروز فردا مین رہے آخر ایک بار سب ترک کرکے صحرا قدس مین جاکے معتکف ہوگئے اور مدت تک سخت مجاہدہ و ریاضت کی اور دس برس تک ان پر قبض واقع رہا اور بجز پوست اور استخوان کے کچھ باقی نہ رہا قریب المرگ ہوگئے بعض آس پاس کے رہنے والے انکی یہ حالت دیکھ کر کسی نصرانی ڈاکٹر کو لائے اور انکی نبض دکھائی اُس نے نبض دیکھ کر کہا کہ انکو محبت کا مرض ہے اور محبت بھی مخلوق کی نہین بلکہ خالق کی ہے جب تک انکو وصل میسر نہ ہوگا شفا نہ ہوگی ع

قد لسعت حیة الهوی کبدی | فلا طبیب لها ولا راقی
الا الحبیب الذی شغفت به | فعنده رقیتی وتریاقی

امام غزالی چیخ مار کر بیہوش ہوگئے غرض مدتون کے مجاہدہ و ریاضت کے بعد کامل ہوئے اور پھر بغداد مین آئے تو اوہی شان سے آئے کہ علما و طلبہ و صوفیہ سب کے امراض روحانی

بیان فرماتے تھے اسپر بعضے علما دشمن ہوگئے اور کفر کا فتویٰ انپر لگایا گیا احیاء العلوم جلائی گئی الحمد للہ یہ سنت امام غزالی کی ہمکو بھی نصیب ہوئی کہ مجھپر کفر کا فتویٰ بھی دیا گیا اور میری کتاب بہشتی زیور جلائی گئی حاصل یہ کہ کسی کے لیے ذوق شوق مصلحت ہے کسی کے لئے گھلنا اور نگھلنا ہی حکمت ہے اس لئے ان خیالات کو چھوڑکر کام مین لگنا چاہیے غرض کہ مختلف طبقون مین مختلف اقسام کی ہوا پائی جاتی ہے اور کلیات ان سب قسمون کے تین ہین ایک ہوتی متعلق علوم سے دوسرے متعلق اعمال کے تیسرے متعلق امور تکوینیہ کے علوم کے متعلق جو ہوتی ہے اُسکا نام بدعت ہے جسکی حقیقت غیر دین کو دین سمجھنا ہے اور بدعات بہت سی ہین لیکن شب برات جو عنقریب آنے والی ہے اُس کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے شب برات مین دو قسم کی بدعتین ہین ایک علمی دوسری عملی علمی یہ ہے کہ حلوا پکانے کو ضروری یا مثل ضروری کے جانتے ہین اور اسکے متعلق مختلف روایتین گڑھی ہین بعض کہتے ہین کہ حضور کا دندان مبارک شہید ہوا تھا اُسمین حضور نے حلوا کھایا تھا بعض کہتے ہین کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ جب شہید ہوئے حضور نے حلوے پر اُنکی فاتحہ دلائی تھی حالانکہ یہ دونون واقعہ غزوۂ احد کے ہین اور وہ شوال مین ہوا ہے اور شب برات شعبان مین ہوتی ہے تو یہ عقل کے بھی خلاف ہوا اور نقلاً بالکل بے اصل ہی ہے بعضے کہتے ہین کہ شب برات مین روحین آتی ہین لیکن ظاہر ہے کہ روحون کو آنا یا تو مشاہدہ سے ثابت ہوگا اور یا وحی سے تو مشاہدہ تو ظاہر ہے کہ نہین ہے رہ گئی وحی سو اوس سے بھی کہین ثابت نہین بلکہ وحی تو اسپر دال ہے کہ روحین یہان نہین آتین اللہ تعالےٰ فرماتے ہین ومن ورائھم برزخ الی یوم یبعثون حاصل یہ کہ روح اور اس عالم کے درمیان قیامت تک کے لیے ایک پردہ ہے جو اُسکو اس طرف نہین آنے دیتا ہان اگر خرق عادت کے طور پر بعض کو اجازت ہو جاوے تو وہ دوسری بات ہے جیسے شہداء کو تو یہ آنا بطور کرامت کے ہوگا لیکن کرامت دائمی اور اختیاری نہین ہوتی اور وہ جو اختیاری ہوتا ہے اُس کا نام تصرف ہے کیونکہ کرامت تو یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے کسی ولی کا کسی طور سے بذریعہ کسی خارق کے اعزاز ظاہر فرماوین اسی لیے بعض مرتبہ صاحب کرامت کو بھی کرامت کی خبر تک نہین ہوتی ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ کسی نے بادشاہ کو

اُن کے متعلق کچھ کہدیا بادشاہ نے اُنکو طلب کرکے اپنے سامنے بلایا اور جو سوال اُنسے بادشاہ کرتا تھا براہ جرات وہی سوال وہ بزرگ کرتے تھے حتیٰ کہ آخر مین بادشاہ نے کہا کوئی ہے ان بزرگ نے بھی فرمایا کہ کوئی ہے اُسی وقت ایک شیر غراتا ہوا ایک گوشہ سے نمودار ہوا بادشاہ اور سب لوگ بھاگے سب کے ساتھ یہ بھی بھاگے جیسے جب موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ عصا کو ڈالدو اور وہ ڈالنے سے اژدہا ہوگیا تو موسیٰؑ خود ڈر گئے اگر اختیاری فعل ہوتا تو خوف نہ کرتے غرض کہ کرامت اختیاری اور دائمی نہین ہوا کرتی اور تصرفات اختیاری روح کے لئے کسی دلیل سے ثابت نہین اور بلا دلیل اعتقاد جائز نہین کہ خلاف ہے قال اللہ تعالیٰ ولا تقف ما لیس لك به علم بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی اس بات مین ایصال ثواب نہ کرے تو روحین کوستی ہوئی جاتی ہین خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مردہ کو ایصال ثواب کرنا یہ نفل ہے اور نفل کے چھوڑنے پر ملامت کرنا یا بددعا کرنا گناہ ہے اس عقیدہ سے تو لازم آتا ہے کہ مردہ بھی گناہ کرتا ہے حالانکہ مرنے کے بعد انسان گناہ نہین کرسکتا کیونکہ اُسوقت تو کشف عطا ہوجاتا ہے غرض یہ سب امور بے اصل ہین شب برات مین صرف تین امر حدیث سے ثابت ہین اول یہ کہ اس شب مین قبرستان مین جاکر اموات کے لئے دعا کرین اور اُن کو بڑھ کر بخشین لیکن گروہ بنکر جانا نہ چاہیئے بلکہ کیفما اتفق اپنے اپنے طور پر جاوے اور سنت مین اسی قدر منقول ہے مگر چونکہ اس کی غرض ایصال ثواب تھا مردہ کے لئے اس پر دوسرے طریق کو قیاس کرسکتے ہین کہ عبادت مالیہ کا بھی کچھ ثواب پہونچاوین پس اگر کچھ کھانا وغیرہ بلا قید حلوے وغیرہ کے پکا کر ایصال ثواب کرین تو مضایقہ نہین دوسرے یہ کہ پندرھوین ۱۵ شب کو عبادت کرین تیسرے یہ کہ پندرہ ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھین پس یہ سب امور مستحب ہین باقی سب خرافات ہین جسوقت مین یہ رسوم ایجاد ہوئی ہون گی ممکن ہے کہ اُسوقت کوئی مصلحت ہو لیکن اب چونکہ اُنکو ضروری سمجھنے لگے ہین اسلئے اگر کوئی مصلحت بھی ہوتی تب بھی بوجہ مفسدہ کے اُس مصلحت کا اعتبار نہ کیا جاتا جیسا فقہی قاعدہ ہے کہ امور غیر مقصودہ شرعاً مین دفع مفسدہ کے لئے مصلحت کو ترک کردیتے ہین اس لئے اب وہ واجب الترک ہین اور اگر وہ بزرگ جو اس کے موجد ہین اب زندہ ہوتے

تو یقیناً ان رسوم کو وہ خود بھی منع کرتے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے بعض عادات کو جو کسی مصلحت سے تھی اور ضروریات دین سے نہین تھین منع فرمادیا تھا جیسا عورتون کا جماعات و مساجد مین آنا سو اگر ہم بھی پہلے بزرگون کی ان رسوم کو روک دین تو کیا حرج ہے علما رکا یہی کام ہے کہ زمانہ کے رنگ اور ہوا کو دیکھتے ہین زمانہ کے بدلنے سے اس قسم کے احکام نہ کہ تمام احکام ہمیشہ بدلتے رہتے ہین بقراط کے مطب کے نسخے اگر کوئی طبیب آجکل برتے تو ہرگز نفع نہوگا بلکہ ضرر ہونے کا احتمال ہے حاذق طبیب نسخہ وہ تجویز کرتا ہے کہ مریض کے مزاج اور اُسوقت کی آب و ہوا کی موافق ہو البتہ قواعد وہی ہین جو متقدمین نے مدون کئے ہین حاصل یہ کہ حلوا لے اور آتشبازی وغیرہ سب خرافات ہے اس کے علاوہ ایک اور التزام کر رکھا ہے کہ اُس روز مسور کی دال بھی ضرور پکتی ہے معلوم نہین حلوے اور مسور کی دال کا کیا جوڑ ہے ایک مناسبت تو دونون مین معلوم ہوتی ہے کہ حلوے اور مسور کی دال کے لئے دو ضرب المثل ہم معنی بولے جاتے ہین چنانچہ کہا جاتا ہے حلوا خوردن را روے باید اور یہ بھی ہماری زبان مین بولتے ہین یہ منھ اور ع مسور کی دال اس کی سوا اور کوئی مناسبت تو سمجھ مین آتی نہین ایک اعتقاد بعض لوگون کا شب برات کے متعلق یہ ہے کہ جو مردہ اُس سال مین مرتا ہے وہ مردون مین شامل نہین ہوتا جب تک اُسکو شب برات سے ایک روز پہلے حلوا دیکر مردون مین شامل نہ کیا جادے اسکا نام عرفہ رکھا ہے ان تمامتر اعتقادات کے موجد بہ مسجد کے ملان ہین اُنھون نے ایسی ایسی آمین ایجاد کی ہین جسمین آمدنی ہو ان ملانون کی حرص اسقدر ہوتی ہے کہ انکو جائز ناجائز کی بھی کچھ تمیز نہین ہوتی ان کی بدنیتی اور حرص پر حکایت یاد آئی ایک بھانڈ نے دوسرے سے پوچھا سب سے بہتر فرقہ کون ہے اور سب سے بدتر کون ہے تو اُس نے جواب دیا کہ سب سے بہتر فرقہ تو ہمارا ہے کہ ہمیشہ خوشی ہی مناتے ہین کہ خدا کرے کسی کے یہان شادی ہو اور ہماری پوچھ ہو اور سب سے بدتر فرقہ مسجد کے ملانون کا ہے کہ ہمیشہ غمی مناتے ہین کہ کوئی مرے تو ہمکو ملے واقعی اس فرقہ کی یہی

ع لطیفہ - میرے ایک دوست نے اسی مثل کی ایک عجیب اصل بیان کی کہ یہ اصل مین اسی طرح ہے یہ منھ اور منصور کی دار یعنی انا الحق کہنیکا ہر ایک کا منھ نہین واللہ اعلم ۱۲ منہ -

عالت ہے اگر کوئی موٹا سا آدمی بیمار ہوتا ہے اور ان ملانون سے کہا جاوے کہ دعا کرو کہ اللہ
تعالیٰ اس کو صحت دے تو ہرگز دل سے دعا نہ کرین گے بلکہ دل سے یہ چاہین گے کہ یہ مرے
تو اچھا ہے تاکہ ہماری مونچھین تر ہون یہ شب برات کا حلوا اور محرم کا کھچڑا سب ان ہی کا ین
کی ایجاد معلوم ہوتا ہے اسی لئے ایصال ثواب مین ایسی نچین لگائی ہین کہ بغیر ان کے کوئی کچھ
کسی کو دے ہی نہ سکے مثلاً کھانا پانی سامنے رکھ کر پنج آئت وغیرہ پڑھنا کہ عوام خود تو پڑھنا
نہین جانتے لامحالہ ان ہی کو بلاوینگے اور جب بلاوینگے تو حصہ بھی ضرور ملیگا اسی واسطے
مین کہا کرتا ہون کہ جہان بدعات سے منع کرنے مین لوگون کو وحشت ہو تو یون کہنا چاہیے
کہ تم سب کچھ کرو مگر ان ملانون کو کچھ مت دو اللہ کے واسطے فاتحہ دلوایا کرو پھر دیکھ لینا یہی
لوگ بدعات کو منع کرنے لگین گے کیونکہ ملتا ملانا تو کچھ رہیگا نہین اور فاتحہ کے لیئے جگہ جگہ سے
گھسیٹے جاوین گے بدعات خود چھوٹ جاوین گی دوسری قسم ہوئی کے متعلق اعمال کی ہے
یعنی کوئی عمل کسی غرض فاسد مثلاً جاہ مال وغیرہ کے لیے کیا جاوے جیسا کہ اوپر مفصل اسکے
متعلق بیان ہو چکا ہے تیسری قسم ہوئی کے متعلق احکام تکوینیہ کی ہے احکام کی دو قسمین ہین
ایک احکام تکلیفیہ تشریعیہ جیسے روزہ نماز زکوٰۃ وغیرہا دوسری قسم تکوینیہ احکام تکوینیہ احکام
وہ ہین جو قضا و قدر کے متعلق ہین۔ مثلاً بارش ہونا یا نہ ہونا مفلس ہونا یا غنی ہونا وغیرہ
وغیرہ اس کے متعلق جو ہوئی ہے اس کا نام رائے ہونا مناسب ہے گو لفظ رائے عام
ہے مگر بہ نسبت بدعت وغیرہ کے یہ لفظ اس کی زیادہ مناسب ہے غرض یہ کہ ان احکام مین بھی
لوگ اپنی خواہش نفسانی کے موافق رائے لگاتے ہین مثلاً آج کل بارش نہین ہوئی ادب کی
بات تو یہ ہے کہ دعا کرین گناہون سے استغفار کرین یہ تو ہوتا نہین بلکہ رائے لگایا کرتے ہین
کہ صاحب اگر ساون اوتر گیا تو بس کھیتی گئی اُنسے کوئی پوچھے یہ مشورہ کس کو سناتے ہو ہم کو
سنانا تو بیکار ہے کوئی نفع ہی نہین اسلئے کہ ہمارے قبضہ کی تو بات نہین اور خدا تعالیٰ عالم الغیب
والشہادہ ہین انکو ہر امر کی اطلاع ہے انکو بھی سنانا مقصود نہین تو بس یہ محض اعتراض ہوا
اور خدا تعالیٰ کو رائے دی کہ بارش ہونا چاہیے اللہ اکبر کیسی سخت بے ادبی اور گستاخی ہے
حق تعالیٰ کی حاکمیت اور حکومت کا مقتضا تو یہ تھا کہ اگر ان کا اذن نہ ہوتا انکے سامنے

بطور خواست کے طور پر زبان ہلانا بھی روا نہ ہوتا اور دعا کرنے کی بھی اجازت نہ ہوتی چہ جائیکہ اعتراض کرنا اور رائے اور مشورہ دینا اُن کی تو یہ شان ہے ؎

ہست سلطانی مسلم مر ورا		نیست کس را زہرہ چون و چرا	

خود فرماتے ہیں قل فمن یملک من اللہ شیئاً ان اراد ان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا وللہ ملک السموٰت والارض وما بینہما یعنی آپ فرما دیجیے کہ کون اختیار رکھتا ہے خدا تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی اگر وہ مسیح بن مریم اور انکی والدہ اور تمام دنیا بھر والوں کو ہلاک کرنا چاہیں اور آسمانوں اور زمین کی اور اُن کی درمیانی چیزوں کی سلطنت خدا ہی کے لئے ہے اور بعضے ایسے بیباک ہوتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جوان مرجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اسکی عمر تو مرنے کی نہ تھی کچھ دلوں اور زندہ رہتا تو اچھا تھا دوسرے صاحب آتے ہیں وہ کہتے ہیں ارے میاں خدا کے سامنے کس کی مجال ہے کہ کچھ بولے یہ بات فی نفسہ تو صحیح ہے مگر مطلب ان جہلا کا تو اس سے یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کا مرنا ہے تو بے موقع لیکن نعوذ باللہ اگر خدا تعالیٰ بے موقع کام ہی کرے تو اُس کے سامنے کون دم مار سکتا ہے گویا نعوذ باللہ حق تعالیٰ کے یہاں بڑی بے انتظامی ہے مصلحت پر نظر نہیں ہے اسکے مرنے کے دن نہ تھے اسکو موت دیدی یا د رکھو کہ یہ نہایت ہی بے ادبی اور گستاخی ہے حق تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں وہی مصلحت اور حکمت ہے ع ہر چہ آن خسرو کند شیرین بود۔ ایک بزرگ ایک جنگل میں خلوت گزین تھے ایک روز بارش ہوئی وہ کہنے لگے کہ سبحان اللہ آج کیا موقع پر بارش ہوئی غیب سے آواز آئی او بے ادب بے موقع کس روز ہوئی تھی دیکھئے بزرگوں کو ایسی طرح پر بھی جسمیں ایہام بعید گستاخی اور بے ادبی کا ہو ٹوکا جاتا ہے۔ مقربان را بیش بود حیرانی مگر ہم لوگ تو شب و روز کھلم کھلا بے ادبیاں ہی کر رہے ہیں غرض حکومت اور حکمت کا مقتضا تو یہ تھا کہ ہمکو دعا کی بھی اجازت نہ ہوتی مگر ہمارے ضعف کو دیکھکر دعا کی اجازت دی یہ غایت رحمت ہے اور پھر اُس اجازت کی اس طور سے تکمیل فرمائی کہ ہمکو مغیبات کی خبر نہیں کی ورنہ اگر خبر ہو جاتی تو ہرگز دعا نہ کر سکتے کہ ایک گونہ صورت مزاحمت کی تھی قدرے کے ساتھ مثلاً اگر بکشف ہو جاتا کہ بارش فلاں دن تک نہ ہوگی

اور بعد مین ہو گی تو دعا کیسے کرتے اور جب دعا نہ کرتے تو حق تعالیٰ کی ایک خاص ہمکلامی کی لذت سے محروم رہتے اس سے معلوم ہوا کہ احکام تکوینیہ کا مکشوف نہ ہونا بھی رحمت ہے البتہ احکام تکلیفیہ مین مکشوف ہونا اور معلوم ہونا ہی رحمت ہے حاصل یہ کہ بڑی رحمت ہے کہ ہم کو دعا کی اجازت ملگئی حکام مجازی سے بات کرنے مین لوگ سیکڑون روپیہ خرچ کر ڈالتے ہین اور محبوبان مجازی سے دو بات کرنے کے لئے سب کچھ دے بیٹھتے ہین اور پھر بھی کامیاب نہین ہوتے اور احکم الحاکمین اور محبوب حقیقی کے یہان نہ فیس ہے نہ کسی زبان کی قید ہے نہ وقت کی قید ہے نزدیک دور اندھیرے اُجالے جس وقت چاہو ہمکلام ہو اور دعا کرو اس سے زیادہ کیا رحمت ہو گی پھر حکام مجازی اور محبوبان مجاز زیادہ بولنے سے ناخوش ہو جاتے ہین اور کہتے ہین کہ میان کیون جان کھائی اور حاکم حقیقی درخواست اور دعا نہ کرنے سے ناخوش ہوتے ہین اور جو زیادہ دعا کرے اُس سے زیادہ خوش ہوتے ہین حدیث مین ہے ان اللہ یحب الملحین فی الدعا یعنی بیشک اللہ تعالیٰ دعا مین اصرار کرنے والون کو محبوب رکھتے ہین پس دعا بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی میسر ہوتی ہے مولانا فرماتے ہین ؎

از دعا نبود مراد عاشقان
جز سخن گفتن بآن شیرین زبان

حاصل یہ کہ اتباع ہوی کی تین قسمین ہوئین بدعت جو متعلق علوم اور عقائد کی ہے دوسری معصیت جو متعلق اعمال کی ہے تیسری قسم رائے جو احکام تکوینیہ کے متعلق ہے اور ہر ہوا مین یہ خاصیت ہے کہ راہ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے لقولہ تعالی فیضلک عن سبیل اللہ جو ہوی اعلیٰ درجہ ہے یعنی کفر و شرک وہ تو اسلام ہی سے خارج کر دیتی ہے اور جو ادنیٰ درجہ کی وہ کمال اتباع سے ڈگمگا دیتی ہے تو یضلک عن سبیل اللہ دونون کو شامل ہے کیونکہ ضلال کے مراتب مختلف ہین مولانا فرماتے ہین ؎

با ہوا و آرزو کم باش دوست
چون یضلک عن سبیل اللہ اوست

تا ہوا تازہ است ایمان تازہ نیست
چون ہوا جز قفل آن دروازہ نیست

تازہ کن ایمان نہ از گفت زبان
اے ہوا را تازہ کردہ در نہان

اب یہ بات رہ گئی کہ اسکا علاج کیا ہے سو علاج اسکا منصوص ہین تو اتباع ہوی ہے اور غیر

مخصوص اتباع اُن حضرات کا ہے جنھون نے اپنے کو فنا کر دیا ہے مولانا اشعار مذکورہ کے بعد فرماتے ہین ؎

دین ہوا را انشکند اندر جہان	ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہان
یار باید راہ را تنہا مرو	بے رفیقی اندرین صحرا مرو

یہان شبہہ ہو سکتا تھا کہ بے اتباع بھی تو بعضے بزرگ واصل ہوئے ہین مولانا اس کا جواب دیتے ہین ؎

ہر کہ تنہا نادر این راہ را برید	ہم بعون ہمت مردان رسید

ہین اس شبہہ کے دو جواب دیے ایک تو یہ کہ بے اتباع کے پہونچنا نادر ہے اور نادر پر حکم کرنا اور اس کو قاعدہ بنا لینا اور اس کے بھروسہ رہنا صحیح نہین ہے فرض کرو کوئی شخص مفلس ہو نہ اسکو کھانے کو ملتا ہو نہ پینے کو میسر ہوتا ہو اور اہل و عیال رکھتا ہو نہایت دق ہو کر خودکشی کرنے کا ارادہ کرے اور اس کے لیے کنوان کھودے کہ اسمین ڈوب کر مر رہونگا یا زندہ درگور دفن ہونگا وہ کھود ہی رہا تھا کہ وہان سے ایک ہنڈیا اشرفیون سے لبالب نکل آئی اب اس طرح ہنڈیا نکلنا ایک اتفاقی بات ہے اسپر کوئی قیاس کر کے چاہے کہ مین بھی کنوان کھود کر ہنڈیا نکال لون یہ اسکا محض خیال خام ہوگا اسی طرح اگر کوئی اتفاقاً بے اتباع شیوخ واصل ہو گیا تو اسپر اپنے کو قیاس کر لینا اور اس کو قانون بنا لینا بڑی غلطی ہوگی دوسرا جواب یہ دیا کہ اے معترض تجھ کو دھوکا ہوا ہے جن کو تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ بغیر اتباع کے پہونچے ہین وہ بھی بغیر واسطے مردان خدا کے نہین پہونچے اس لیے کہ مردان خدا کے فیوض دو قسم کے ہین ایک بلا اطلاع اور بے طلب طالب کے اور دوسرے طلب سے اور اتباع سے اور جو بلا اطلاع اور بے طلب طالب کے فیض ہوتا ہے اس کی بھی دو قسم ہین ایک وہ جو باختیار ان حضرات کے ہو جیسے دعا کرنا اور توجہ و ہمت لوگون کے حال پر مبذول کرنا دوسرے وہ جو بلا اختیار اور بلا اطلاع ان حضرات کے ہو صرف انکے وجود باجود سے وہ فیض بلا انکے اختیار سے ہر ایک کو پہونچتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے آفتاب جب طلوع ہوتا ہے تو جہان جہان اس کی شعاعین پہونچتی ہین سب کو نفع پہونچتا ہے مگر شمس کو اطلاع بھی نہین

ہوتی پس جن کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ بلا اتباع پہونچے ہین تو یہ محض غلط خیال ہے وہ
بھی مردان خدا کے فیض باطنی اختیاری سے جیسے دعا وہمت یا غیر اختیاری سے واصل ہوئے
ہین اور اس قسم کا فیض بڑون سے تو ہوتا ہی ہے بعض اوقات چھوٹون سے بھی ہوتا ہے
امت محمدیہ کا عجیب حال ہے کہ انمین ہر ایک سے فیض ہوتا ہے اور یہ اسواسطے ہے
تاکہ بڑون کو کبر نہ ہو چھوٹون کے محتاج نہین ہے ان کا حال تو وہ ہے کہ کسی عورت سے
کئی بیٹے تھے اُس سے پوچھا تھا کہ انمین کون افضل ہے اُسنے کہا کہ ہم کالحلقة المفرغة لایدری
این طرفاہا کسی مین کوئی بات کم ہے تو دوسری بات زیادہ ہے جیسے آئینہ ایک سرخ ہو ایک
زرد ہو ایک سبز ہو اور سب ایک دوسرے کے مقابل رکھے ہون تو ہر ایک کا عکس دوسرے
مین پڑتا ہو ایسی ہی حالت اس امت مرحومہ کی ہے اور جماعت کی نماز مین ایک حکمت یہ بھی ہے
کہ ایک کو دوسرے سے نفع پہونچے اور نیز جماعت مین کوئی تو مقبول ہوگا اُس کی وجہ سے کیا عجب ہے
سب کی نماز مقبول ہو جاوے بعض برکات ایسے شخص سے پہونچتی ہین جس پر گمان بھی نہین
ہوتا ایک شخص رہزنی کا پیشہ کیا کرتا تھا حق تعالیٰ نے اُس کو ہدایت فرمائی وہ ایک بزرگ سے
بیعت ہو گئے اور اُن کے حلقۂ خدام مین شامل ہو کر ذکر وشغل مین مشغول ہو گئے سب لوگ اُنکو
رہزنی کی وجہ سے حقیر سمجھا کرتے تھے ایک روز ایک شخص نے اُن بزرگ کی مع سب مریدین
کے دعوت کی جب اُس شخص کے مکان پر سب چلے تو سب کے اوپر ایک ابر نے سایہ کر لیا اور آفتاب
کی تمازت سے بچ گئے پیر سمجھے کہ یہ میری برکت کا فیض ہے اور بھی بڑے بڑے خلفا ومرید تھے
وہ اپنی کرامت سمجھے اور اس رہزن کو تو خیال تک بھی نہ تھا اسلئے کہ جانتا تھا مین سیہ کار گنہگار
ہون جب وہان سے دعوت کھاکر واپس ہوئے تو وہ ابر پھر بھی موجود تھا سب سے پہلے
اس رہزن کا راستہ پھٹا اور یہ اُن سے الگ ہو کر اپنے راستہ پر ہوا اُس وقت وہ ابر ان کے
ساتھ چلا اور پیر صاحب مع دیگر مریدین سب دھوپ مین رہ گئے تب سب کو معلوم ہوا کہ
یہ ان کی برکت تھی حق تعالےٰ کو اُس کی تواضع اور عجز پسند آیا اُس سے یہ برکت ہوئی حضرت
حاجی صاحب قبلہ رہ فرمایا کرتے تھے کہ میاں ہم اس نیت سے بیعت کر لیتے ہین کہ وہ زور
ہوگا تو ہمکو لیجاویگا اور اگر ہم زور ہونگے تو ہمکو لیجا دینگے

بکشد زہے طرب ور بکشم زہے شرف	بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف

جومشائخ اہل اوراک ہین وہ رات دن دیکھتے ہین کہ مریدین سے اُن کو کیا کیا فیض ہوئے ہین لیکن اُن سے کہتے اس لیے نہین کہ کہین اُن کا دماغ نہ بگڑ جاوے اور عجب وکبر کی بلامین مبتلا نہ ہوجاوین غرض یہ کہ جب چھوٹون سے فیوض پہونچتی ہین تو اپنے اکابر سے استغنا کرنے کی گنجایش نہین اس لئے کسی اہل اللہ کا اتباع کرنا یہ علاج اعظم ہے اتباع ہوی کا خلاصہ یہ کہ اتباع شریعت اور اہل اللہ کے پاس رہنا اور اُنکا اتباع اختیار کرنا اس سے انشاءاللہ ہوائے نفسانی سے نجات ہوجاوے گی فقط واللہ اعلم بالصواب -

تمام شد



مقالات حکمت

(۱)

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ جو یہ التزام کرتے ہین کہ جب شیخ کے پاس جائین کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور پیش کرین اسمین دو خرابیان ہین۔ایک کا تو نقصان طالب کو پہونچتا ہے۔مثلاً یہ کہ اتفاق سے کچھ ہدیہ موجود نہین اور شیخ سے ملنے کو جی چاہا تو رہ گئے نہ ملے۔دوسری خرابی شیخ کے حق مین یہ متصور ہو سکتی ہے کہ جب ان پر نظر پڑی۔جی مین خیال آیا کہ کچھ ملے گا۔حرص کا خوف متصور ہے۔اسی ضمن مین یہ بھی ارشاد ہوا کہ بعض لوگ جو مصافحہ کرنے مین روپیہ ہاتھ مین دیدیتے ہین یہ پسندیدہ نہین کیونکہ مصافحہ سنت ہے اور اس سنت اور عبادت کا اجتماع اور تلوث ایسی چیز کے ساتھ ٹھیک نہین جو صورت مین دنیا ہو۔

(۲)

ارشاد ہوا کہ مرید کو یہ نہ چاہیے کہ اپنے شیخ سے لوگون کو مرید ہونے کی ترغیب دے اس سے عوام کو شیخ کے حق مین بدگمانی پیدا ہو جائے گی۔وہ یہ سمجھین گے کہ اس نے اپنے چیلے چھوڑ رکھے ہین کہ لوگون کو گھیر گھار کر لائین۔اور اولیاء اللہ سے بدگمانی سخت ہلاکت کا موجب ہے۔البتہ شیخ کے کمالات بیان کرنے مین مضائقہ نہین۔

(۳)

ارشاد ہوا کہ اکثر یہ خیال ہوتا تھا کہ بعض لوگ ایسا ہدیہ پیش کیا کرتے ہین کہ اسمین یا تو ان پر بار ہوتا ہے یا خود اپنی طبیعت پر۔اور جی چاہا کرتا ہے کہ رد کیا جائے۔مگر ہدیہ کا رد کرنا چونکہ خلاف سنت ہے اس لیے طبیعت مین خلجان ہوتا تھا۔لیکن ایک حدیث مین سمجھ مین آگیا کہ رد ہدیہ کا یہ بھی عذر ہو سکتا ہے۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ اگر کوئی خوشبو پیش کرے تو لے لیا کرو۔علت مین اسکے ارشاد فرماتے ہین فانہ خفیف المحمل۔اس سے معلوم ہوا جو چیز ثقیل المحمل ہو۔یعنی اسکا بار دینے والے پر پڑے

ف ایک خرابی اور بھی ظاہر فرمائی تھی۔وہ یہ ہے کہ بعض آدمی مفلس نادار جو طلب صادق رکھتے ہین دہونیکے باعث نہین مل سکتے۔جبکہ ہدیہ کا التزام ضروری خیال کیا جاسے۔۱۲ منہ۔

یا خود اپنی طبیعت پر تو اُسکو رد کرنا جائز ہے۔

(۴)

مورخہ رمضان ۱۳۲۹ھ

ارشاد ہوا کہ ایک ہوتا ہے ضیف۔ یعنی مہمان۔ جو صرف محبت کے طور پر ملاقات کے لیے آیا ہو اسکا حق علیٰ سبیل الیقین خاص اُس شخص پر ہے کہ جسکی ملاقات کے لیے آیا ہو۔ اور ایک ہوتا ہے مسافر۔ ابن السبیل آیا تھا کسی اور کام کو۔ کہا۔ لاؤ ملاقات بھی کرتے چلیں۔ سو یہ ابن السبیل ہے۔ اسکا حق سب جیران پر علیٰ سبیل الکفایہ ہے۔

(۵)

مورخہ رمضان ۱۳۲۹ھ

ارشاد ہوا کہ بعض لوگ ہدیہ پیش کرتے ہیں اور اُن کا مقصود کوئی دنیوی غرض کی تحصیل ہوتی ہے سو یہ ہدیہ نہیں۔ رشوت ہے۔ اور بعض کی غرض جواب استفتا وغیرہ ہوتی ہے۔ سو یہ اجرت ہے۔ اور بعض کی غرض ثواب آخرت ہوتی ہے۔ یہ صدقہ اور خیرات ہے۔ ہدیہ صرف وہ ہے کہ جو بلا غرض دنیوی و اُخروی صرف تطییب خاطر مسلم کے لیے محبت سے ہو۔

(۶)

مورخہ رمضان ۱۳۲۹ھ

ارشاد ہوا کہ فقہا نے جو اجرت تعلیم کو جائز لکھا ہے تو وہ درحقیقت ثمن علم کا نہیں۔ بلکہ اجرت ہے اس سعی و مصروفیت کی اگر علم کا عوض ہوتا تو بدون حصول علم واجب الذمہ نہوتا۔ حالانکہ اگر کوئی شخص کسی شخص کو اجرت پر قرآن یاد کرائے اور اُسکو یاد نہو تو اُس شخص کی سعی اور مصروفیت کا بدل اس لڑکے کے سربراہ پر علیٰ سبیل الاجرت واجب ہوگا۔ قرآن یاد ہو یا نہو۔

(۷)

مورخہ رمضان ۱۳۲۹ھ

ارشاد فرمایا کہ بجاے جاذب کاغذ کے طریقہ مسنونہ یعنی استعمال تراب مین دو فائدے ہین۔ ایک تو یہ کہ بعض دفعہ جاذب سے حروف بگڑ جاتے ہین اور مٹی ڈالنے سے سالم رہتے ہین۔ دوسرے بموجب ارشاد نبوی هو انجح للحاجة موجب برکت ہے کیونکہ اسمین اظہار عبودیت و انکساری ہے۔

(۸)

مورخہ رمضان ۱۳۲۹ھ

ارشاد ہوا کہ جواز عدم جواز مین تقلید اپنے امام مجتہد کی واجب ہے مگر فضائل اعمال ذکر و اشغال مین اتباع طریقہ صوفیہ کا کہ امام اس فن کے ہین۔ مناسب ہے جیسا رکعات تہجد کو دو دو کرکے

ادا کرنا معمول صوفیہ کا ہے۔

(۹)

ارشاد ہوا کہ بعض دفعہ مبالغہ تواضع سے ایہام انکار نعماے خداوندی کا ہو جاتا ہے اس لیے اقرار نعمت ضروری ہے اور اگر عُجب کا اندیشہ ہو تو یہ خیال کرے کہ اس نعمت کا اقرار اظہار اس حیثیت سے ہے کہ منعم کی جانب سے ہے نہ اس لحاظ سے کہ میرا کمال ہے اور یہ تفصیل اُسکے حق مین مقصود ہے جو مغلوب الحال نہو ورنہ غلبۂ حال مین اسکی تکلیف نہین۔

(۱۰)

اِس امت کے فیضان علمی کا ذکر تھا۔ارشاد فرمایا کہ عمل مین بھی یہ امت امم سابقہ سے کسی طرح سے کم نہین۔ اور یہ جو خیال ہوا کرتا ہے کہ امم سابقہ مین مجاہدہ بہت تھا۔سو یہ مجاہدہ اصل مقصود نہین۔ بلکہ اصل مقصود اعتدال و تعدیل اعمال ہے۔اِس امت مین جو اعتدال ہے وہ امم سابقہ مین نہ تھا۔اور عقلاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اعتدال مین دوام رہتا ہے۔اور غیر معتدل چیز دائم نہین رہتی۔اسی نکتے کے لحاظ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہین کہ بعض روایات مین جو تکثیر عبادت سے ممانعت آئی ہے وہ درحقیقت تقلیل عبادت سے ممانعت ہے کیونکہ اگر اعتدال سے بڑھ کر عبادت کریگا تو بوجہ تعب کے گھبرا کر وہ تھوڑی بہت عبادت جو دوام کے طور پر کرتا تھا چھوٹ جائیگی یا کم ہو جائے گی یہان سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ اگر کسی کو بوجہ غلبۂ حال یا کثرت مداومت خوف تقلیل نہ ہو تو اُسکے حق مین جواز معلوم ہوتا ہے نہ بدعت۔جیسے بعض کہتے ہین۔

(۱۱)

ارشاد فرمایا کہ یہ جو بعض مصنفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور انبیاء پر ثابت کرنے کے لیے یہ کوشش کرتے ہین کہ ہر ایک فضیلت جزئی مین بھی آنحضرت کی افضلیت ثابت کرین۔خواہ اسکی نسبت کوئی ثبوت نصوص سے بہم پہونچ سکے یا نہ۔خواہ اور دلائل نصوص اِس اثبات مدعا کے معارض ہی کیون نہون اور خواہ دوسرے انبیاء علیہ السلام کی تنقیص ہی ہو جاسے پر فضیلت جزئی بھی ثابت ہو جائے۔یہ کوشش پسندیدہ نہین کیونکہ فضیلت کلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ثابت ہے اور کسی جزئی فضیلت کا ثابت نہونا قادح فضیلت نہین۔جیسا کہ کسی صحیح البصر کی آنکھ کا کامل ہونا دلیل

اسکی نہین کہ وہ یعقوب علیہ السلام سے افضل ہو۔ چنانچہ یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کے حسن ظاہری کی فضیلت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ارشاد فاذا ھو قد اعطی شطر الحسن سے ثابت ہے اب اسمین فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کرنا ایک معارضہ ہے۔ خود ارشاد نبوی سے۔ اور ایہام تنقیص ہے جمال یوسفی کا جو بے ادبی سے خالی نہین۔ ہان یون کہا جاسے تو سب پہلوؤن کی رعایت ہے کہ حسن کی دو قسمین ہین ایک وہ جو دفعۃً ناظر کو متحیر کردے مگر اُسکے دقائق تامل کرنے سے متناہی ہوجائین اور اُسکا لقب حسن صباحت مناسب ہے اور دوسری وہ قسم جو دفعۃً متحیر تو نہ کرے مگر مصداق ہو اس شعر کا ؎

	یزدیك وجهه حسنا		اذا ما زدته نظرا	

اور اسکا لقب حسن ملاحت بہتر ہے پس قسم اول مین یوسف علیہ السلام کو افضل الخلق کہا جاے اور قسم ثانی مین ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ انتہی۔ اسی طرح بعض مصنفین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان معی ربی کہنے کی مفضولیت اور آپکے ان اللہ معنا کہنے کی افضلیت ثابت کرنے کے لیے ایسے وجوہ بیان کیے۔ جن سے موسیٰ علیہ السلام کی نظر کا حقائق سے قاصر ہونا مترشح ہوتا ہے نعوذ باللہ منہ اگر یہ مصنف ایسی مجلس مین حاضر ہون جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام تشریف رکھتے ہون تو کیا اس شخص کی یہ جرأت ہوگی کہ اس مضمون کو اُنکے سامنے بیان کرسکے۔ ہرگز نہین۔ علاوہ اسکے کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف مزاج ہو خود آنحضرت کے بھی خلاف ہو حقیقت اس امر کی یہ ہے کہ اس موقع پر آنحضرت پر وارد تھا اور اُس مقام کا بھی مقتضا تھا اور یہ سالک اور عارف کے اختیار مین نہین اگر وہ وارد جو موسیٰ علیہ السلام پر تھا ہمارے آنحضرت پر بھی اُسوقت وہ وارد ہوتا تو آنحضرت بھی یہی ان معی ربی سیھدین فرماتے اور اگر موسیٰ علیہ السلام پر وہ ہوتا جو ہمارے آنحضرت پر تھا تو وہ بھی ان اللہ معنا فرماتے۔ باقی اُن واردون کی تعیین اسمین بھی ظن وتخمین سے کلام مناسب نہین اس لیے کہ شیخ اکبر کا ارشاد ہے کہ چونکہ ہم نبی نہین۔ اس لیے انبیاء کے مذاق کا ادراک ہم نہین کرسکتے پس جیسا کہ ولی را ولی میشناسد مسلم ہے۔ اسی طرح نبی را نبی می شناسد واجب التسلیم ہے۔

(۱۲)

ارشاد فرمایا کہ ایک دوست نے یہ لکھا ہے کہ تہجد کے وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔ مگر کاہلی کے مارے اُٹھا نہین جاتا۔ اور دوسرا امر یہ کہ ذکر وظیفہ سب کچھ کرتا ہون مگر جذب نہین پیدا ہوتا ہے امر اول کے جواب مین

۲ صفر ۱۳۳۵ھ

مین نے یہ لکھدیا کہ اُسوقت حبس دم کیا کرو کاہلی جاتی رہیگی - اور امر ثانی کے بارے مین یہ لکھا کہ کثرت ذکر شدت ضرب کے ساتھ مفید ہوگی - مگر اسکا خیال رہے کہ شدت اتنی ہو جتنا تحمل ہو سکے - یہ دونون چیزین کام کی ہین اور مجرب ہین -

(۱۳)

ارشاد فرمایا کہ نماز مین صف کے سیدھا کرنے کے واسطے ٹخنے سے ٹخنے کی محاذات کا خیال رکھنا چاہیے ۳ صفر ۱۳۴۹ھ
ٹخنے کی محاذات سے خود مونڈھون کی محاذات ہو جائیگی - کیونکہ یہ دونون محاذاتین آپسمین متلازم ہین اور حدیث الزاق کا معنیٰ بھی محاذات ہے - کیونکہ دوسری حدیث مین محاذات کا حکم ہے اور ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے - یفسر بعضه بعضا

(۱۴)

ارشاد فرمایا کہ صحابہ کے کمال عقل اور نور ایمان کی بڑی کھلی ہوئی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام نے ۳ صفر ۱۳۴۹ھ
جو مساجد اپنے فتوحات کے زمانے مین مختلف مقامات پر بنائی ہین اُنکی جہت و قبلہ درست رہے ہیں - حالانکہ اُسوقت اُنکے پاس نہ قطب نما تھا نہ جغرافیہ - نہ نقشہ - مگر باین ہمہ کوئی بڑے سے بڑا مہندس اپنے آلات کے ذریعے سے بھی اُنمین نقص نہین نکال سکتا - بجز اسکے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ خدا کی طرف سے اُنکو ایسا علم عطا ہوا تھا کہ بے آلات ایسا کام سرانجام دیا - بڑے بڑے عقلا مہندس بعد کو پیدا ہوئے جنکا مشغلہ اور انتہائے سعی یہی رہتا تھا کہ اسلام مین نقص پیدا کرین - اور یہ موقع تھا کہ وہ اس پر کچھ اعتراض کرتے مگر نہ ہو سکا -

(۱۵)

ارشاد فرمایا کہ لیلة القدر خیر من الف شهر مین مراد الف کا عدد معین نہین بلکہ یہ مراد ۳ صفر ۱۳۴۹ھ
ہے کہ لیلۃ القدر افضل اور بہتر ہے جمیع ازمنہ سے گو اُن ازمنہ کی مقدار کتنی ہی بڑی کیون نہو - یہ معنی اس لیے مراد لیا گیا ہے کہ عرب کے لوگون مین حساب کی کمی کیوجہ سے الف سے زائد مقدار کے لیے کوئی لغت مفرد موضوع نہین پس حاصل یہ ہے کہ زائد سے زائد مدت جو تم تصور کر سکتے ہو لیلۃ القدر اس سے بھی کہین بڑھکر ہے - اب یہ شبہہ کہ بجائے شہر کے سال کیون نہین فرمایا - اسکا یہ جواب ہے کہ کفار عرب کے ہان چونکہ سال کبیسئی کی وجہ سے کم بیش ہوتا رہتا تھا - منضبط نہ تھا اور شہر کا اہتمام اور

انضباط وہ کرتے تھے اِس لیے شہر کو اختیار فرمایا - باقی سال کا اُنکے ہان کچھ ٹھیک نہ تھا - کبھی تیرہ مہینے کا بنا دیا - کبھی گیارہ کا - کبھی پورا - کبھی کسی مہینے کو سال مین آگے کر دیا - کبھی پیچھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سفہ ہجری مین حج نہ کرنے کی ایک وجہ علاوہ شغل ہدایت و غیرہ کے یہ بھی سمجھ مین آتی ہے کہ اس سال گو اصلی حساب سے وہ مہینہ ذی حجہ کا تھا - مگر اُن کفار کے حساب سے کچھ آگے پیچھے تھا - لہذا حضورؐ نے بوجہ رفع تہمت اس سال حج نہین کیا - شاید کفار یہ سمجھین کہ یہ لوگ ملت ابراہیمی کے خلاف غیر موسم حج مین حج کرتے ہین - اسکی ویسی ہی مثال سمجھنی چاہیے جیسا کہ آنحضرتؐ نے بناء قریش کو باین وجہ رہنے دیا کہ یہ لوگ یہ نہ سمجھ جائین کہ کعبے کو گرا دیا -

(۱۶)

ارشاد فرمایا کہ حدیث مین جو دنیا پر لعنت آئی ہے یعنی الدنیا ملعونۃ حالانکہ خود حدیث مین اسکی ممانعت ہے کہ مامور اور غیر مختار کو سب وشتم نہ کرو - چنانچہ حمی اور ریح کو برا کہنے کی ممانعت احادیث مین مصرح ہے - یہ بظاہر ایک قسم کا تعارض معلوم ہوتا ہے تو دراصل بات یہ ہے کہ دنیا نام مال و دولت و زن و فرزند کا نہین - بلکہ دنیا کسی ذی اختیار کے ایسے مذموم فعل یا بدحالت کا نام ہے جو اللہ سے اعراض کرانے خواہ کچھ ہو - بس اس شرح سے یہ شعر بھی بالکل صاف سمجھ مین آگیا -

چیست دنیا از خدا غافل شدن		نے قماش و نقرہ و فرزند و زن	

اور کبھی اسباب غفلت کو مجازاً تسمیۃ للسبب باسم المسبب بھی دنیا سے کہدیتے ہین نصوص مین یہ استعمال بھی ہے -

(۱۷)

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کا خط آیا ہے اسمین انھون نے ایک دوست کی نسبت لکھا ہے کہ اُنکے بڑے بڑے بلند خیالات ہین کہ تمام ہندوستان مین مدرسے کھولون اور علماء کی اس طرح خدمت کرون اور مسلمانون کی دنیوی ترقی کے لیے ایسے ایسے سامان کرون مگر حالت یہ ہے کہ بالکل مفلس ہین - پس انکے خیالات کی یا اصلاح کیجیے یا یہ کہ اُنکی مرادین پوری ہون - مین نے اُنکے جواب مین یہ لکھا ہے کہ اگر انکے خیالات سے کسی ضروری کام مین خلل نہ پڑے تو ازالہ کی ضرورت نہین - کیونکہ اس ارادے سے بھی اجر ملتا ہے ورنہ اگر ضروری اشغال مین ان خیالات سے خلل پڑتا ہے تو اصل اصلاح تو صحبت سے ہوتی ہے اور بدرجہ مجبوری آپ اُنسے کہین کہ وہ خود مجھسے خط و کتابت کرین

بعد اُسکے فرمایا کہ اگر اُنھون نے خود خط لکھا تو مین اُن کو یہ جواب لکھون گا۔ کہ اگر ضروری کام مین خلل نہ آتا ہو تو اس نیت خیر کا اجر تو آپکو مل رہا ہے پھر ان خیالات کے ازالہ کی کیون درخواست کیجاے اور اگر ان خیالات سے کسی اہم کام مین حرج واقع ہوتا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ جب کوئی چھوٹی حسنہ بڑی حسنہ کو روکے تو وہ حسنہ حسنہ نہین رہتی۔ یہ ایک شیطان کا مکر ہے کہ ضروری کام سے نکال کر غیر ضروری کام مین لگاتا ہے اُسوقت اسکا ازالہ ضروری ہے اور ازالہ کی تدبیر یہ ہے کہ آپ یہ سوچین کہ مجھ کو ثواب تو اس قصد سے مل ہی چکا ہے پھر اگر اس سامان مین کامیاب نہوا تو غم کیا۔

(۱۸)

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگون کی عادت ہے کہ طاعون وغیرہ کا مجالس مین اکثر ذکر کرتے ہین حالانکہ اس ذکر سے کچھ مطلب نہین ہوتا ہے۔ نہ دعا کا نہ کسی اور تدبیر وغیرہ کا بلکہ محض لغو اور عبث کے طور پر قصہ کہانی کرتے ہین۔ حالانکہ عبث اور لغو کا مذموم ہونا تمام نصوص اور عقلاء کے اقوال مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ خبریہ کہین بذاتہا مقصود نہین ہوتا۔ بلکہ مطلوب اُس سے کوئی جملہ انشائیہ ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ علوم جہان خود علم ہی مقصود ہے جیسے عقائد مثلاً قل ھواللہ احد مین ہو اللہ احد جملہ خبریہ ہے۔ مگر مقصود اِس سے یہ ہے کہ یہ اعتقاد کرو۔ اور جن علوم سے عمل مقصود ہے وہان تو بہت ہی ظاہر ہے۔ اب بول چال روزمرہ کی ایک مثال لیجیے۔ مثلاً تعزیت کرنے والا کہتا ہے کہ فلان کے انتقال کا تو ہمین بڑا رنج ہوا۔ اب یہ جملہ تو خبریہ ہے۔ مگر مطلب انشاء ہے یعنی تم اکیلے ہی اس مرنے والے کے غم مین مغموم نہین ہو۔ ہم بھی تمہارے شریک ہین۔ اِس لیے اب تمکو چاہیے کہ غم کو کم کرو۔ کیونکہ غم مین چند شخصون کا شریک ہونا طبعاً مخفف غم ہے ایسے ہی تمام محاورات مین غور کرنے سے یہ بات بخوبی روشن ہو جائیگی کہ جملہ خبریہ کہین اصل مقصود نہین۔ نتیجہ آکر انشائیہ پر ٹھہرتا ہے۔ تو لہذا عاقل کو چاہیے کہ جس خبر سے کوئی غرض اور مطلب انشائی متعلق نہو اسکے ذکر سے بچے۔ کیونکہ وہ لغو ہے۔ اور مومنین کی یہ شان ہے کہ والذین ھم عن اللغو معرضون البتہ اگر اخبار عن الطاعون سے یہ مقصود ہو کہ تم دعا کرو یا یہ مقصود ہو کہ تم وہان جاؤ او نحو ذالک من الاغراض الصحیحۃ تو مضائقہ نہین۔ ۵ صفر ۱۳۳۶ھ

(۱۹)

۹ نومبر ۱۳۲۹ھ

ارشاد فرمایا کہ بعض نے جو ارشاد خداوندی انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ سے تضاعف حسنات کی تحدید سات سو تک نکالی ہے۔ سو آیت مین درحقیقت تحدید نہین بلکہ تکثیر ہے۔ کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک تمرہ جو راہ خدا مین دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی ترتیب فرماتے رہتے ہین۔ یہان تک کہ جبل اُحد کے برابر ہوجاتا ہے اور جبل اُحد کے اگر ایک تمرہ کے برابر اجزا بنائے جائین تو سات سو گنے کیا کروڑون اربون گنے تک نوبت پہونچیگی۔ پس معلوم ہوا کہ آیت مین تحدید مراد نہین۔ بلکہ تکثیر اجرالی ماشاء اللہ مقصود ہے۔ محاورات مین ایسے اطلاقات ہوتے ہین۔ کیونکہ بسا اوقات بول چال مین عدد مخصوص بولا جاتا ہے اور مراد عدد معین نہین ہوتا۔ بلکہ تکثیر مراد ہوتی ہے جیسا ہمارے محاورے مین بھی بولا جاتا ہے کہ بیسون دفعہ یہ کام کیا۔ پچاس دفعہ کھایا۔ باوجودیکہ عدد معین بولا گیا ہے۔ لیکن مراد صرف کثرت ہے نہ عدد مخصوص۔ اسی طرح عربی زبان مین بھی سبع۔ سبعین وغیرہ اکثر بول کر مراد کثرت لیجاتی ہے۔ پس بعض ظاہر بین کوتاہ نظر جو شبہہ کیا کرتے ہین کہ احادیث و روایات مین بعض نعماے جنت اور عذاب دوزخ کے بیان مین ستر ستر کی تحدید کیون ہے۔ اسکا جواب ہوگیا۔ کہ بدلالت محاورۂ عرب تحدید مراد نہین بلکہ تکثیر مراد ہے اور ہر زبان کے محاورات اور خواص جدا ہوتے ہین۔

(۲۰)

۵ نومبر ۱۳۲۹ھ

ارشاد فرمایا کہ جیسے تجلی رحمت ہے۔ ایسا ہی استتار بھی رحمت ہے۔ اہل حال و اصحاب تجلی بعض دفعہ اگر امور مباحہ سے بھی فائدہ اُٹھائین تو اُن سے مواخذہ کیا جاتا ہے اور تنبیہ ہوتی ہے ایک عارف ولی کا ذکر ہے کہ اُنھون نے ایک وز روٹی کا جلا ہوا اوپر کا چھلکا کھاتے کھاتے توڑ کر الگ رکھدیا۔ اسی پر اُنکو بذریعۂ الہام تنبیہہ ہوئی کہ کیون جی اس چھلکے کے واسطے ہمارے آسمانون نے چکر کھائے اور زمین نے اپنے قوی خرچ کیے۔ پھر پسا کر پک پکا کر آپکے سامنے یہ چھلکا آیا اور آپنے اسکو فضول سمجھکر الگ پھینکدیا۔ کیا یہ سارا انتظام بیکار تھا۔ اسوقت اُس عارف نے وہ جلا ہوا چھلکا کھا لیا۔ اب جلا ہوا چھلکا نہ کھانا مباح تھا۔ مگر اُس عارف کو تنبیہہ کی گئی بوجہ خصوصیت کے۔
حسنات الابرار سیئات المقربین۔
ایسا ہی ایک مجذوب صاحب حال کا قول ہے کہ ہم لوگون کو حال پر گرفت ہوتی ہے۔ تمکو قال پر

قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اصحاب صفہ کے قصے کی یہی توجیہ کی ہے یعنی ایک صاحب کے حق مین جو آنحضرت فرماتے ہین جنکے پاس بعد انتقال کے ایک دینار اور ایک کے پاس دو دینار نکلے تھے۔ کہ یہ اسکے لیے جہنم کا ایک داغ ہے یا دو داغ ہین۔ مطلب یہ کہ اصحاب صفہ کا حال و وضع اس پر دال تھا کہ انکے پاس روپیہ جمع نہین۔ سو اُس صحابی نے خلاف حال کے جو جمع کیا تو اس پر تعذیب ہوئی۔

(۲۱)

ارشاد فرمایا کہ طالب کے واسطے چار چیزون کی ضرورت ہے۔ دو تو بیعت سے پہلے اور دو بیعت کے بعد ہمیشہ تک۔ پہلی دو چیزین اعتقاد و اعتماد۔ اگر شیخ پر اعتقاد نہو گا تو فائدہ نہین ہوگا۔ اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ اسکی تعلیم و تربیت میرے لیے سب سے انفع ہے۔ یہی معنی ہین شیخ کو اوروں سے کامل سمجھنے کے۔ دوسرے اعتماد ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر اعتماد نہ ہوگا اُسکی تعلیم و مشورے مین خلجان رہیگا۔ اب دوسری دو جنکی ضرورت بعد بیعت کے ہے۔ اطلاع اور اتباع ہے۔ کیونکہ بدون اطلاع کے شیخ طالب کے لیے کوئی تجویز یا ترمیم کیسے کریگا۔ اِس لیے کہ ہر شیخ کو صاحب کشف ہونا اور صاحب کشف کے لیے ہر وقت کشف ہونا ضروری نہین کہ بغیر اطلاع کے اُسکو خبر ہو جایا کرے۔ پھر اطلاع کے بعد اتباع ہے جو کہ شیخ نے بتلایا۔ بس اُس سے کمی بیشی نہ کرے اور اپنی رائے سے کچھ نہ کرے اور اگر امر شیخ کے اتباع مین دشواری یا مشقت یا ضرر دیکھے اسکی بھی شیخ کو اطلاع کرے شیخ کوئی مناسب تجویز کردے گا۔ ۱۱ صفر ۱۳۲۹ھ

(۲۲)

ارشاد فرمایا کہ ارشاد من سلك طريقي فهو الى مین میرے نزدیک من ایسا عام نہین کہ غیر ذریت کو بھی شامل ہو اور یہ معنی قرار دیا جاوے کہ جو بھی میرے طریق پر چلے وہ میری آل ہے خواہ وہ ذریت اور عترت مین کا ہو یا نہ ہو۔ بلکہ من کی تعمیم خاص ذریت اور عترت ہی مین قرار دیکر یہ معنی لیا جائیگا۔ کہ میری اولاد مین جو شخص میرے طریق پر چلے گا وہ میری اولاد ہے۔ اور اگر میرے طریق پر نہ ہوگا تو گویا میری اولاد ہی نہین۔ جیسا کہ اِس آیت مین ہے انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

(۲۳)

۱۰ محرم ۱۳۴۵ھ

سراجی کے سبق مین تخارج وتصالح کے مقام پر ارشاد فرمایا کہ اہل فرائض کا چونکہ یہی وظیفہ تھا کہ تقسیم ترکے کے متعلق جو سہام وطریقہ حساب وغیرہ کا ہو وہ بیان کرین- اِس لیے اُنھون نے تخارج اور تصالح کے متعلق جو شرائط جواز تھے اُنکو ذکر نہین کیا ہے اور صرف تخارج کا طریق ہی بتلادیا شرائط سے تعرض اسواسطے نہین کیا کہ اسکا حکم کتب فقہ کے باب الصلح سے متعلق ہے سو جو تصالح کا طریقہ ہندوستان مین بعض جگہ ہے کہ بہن وغیرہ جسکو حصہ شرعی ملتا ہے زبان سے معاف کر دیتی ہے- سو زبان سے کہدینے سے شرعاً معاف نہین ہوتا- کیونکہ ابرا اعیان مین نہین ہوتا- بلکہ ہبہ کی ضرورت ہے اور بلکہ وہ بدستور اپنے حق کی مالک رہتی ہے- اگر کسی وقت بہن کی اولاد اپنے ماموں پر دعوی کرے تو وہ شرعاً اپنی مان کا حصہ لے سکتی ہے- ہبہ کے شرائط اسمین موجود نہین- چنانچہ وہ ہنوز مشاع ہے اور اگر شرائط ہبہ بھی کر دیا جاوے- مگر یہ یقینی ہے کہ یہ دینا اوپر کے دل سے بوجہ رواج و خوف ملامت کے ہوتا ہے اور حدیث شریف مین ہے الا لا یحل مال امرء الا بطیب نفسہ البتہ اگر بہنین جائداد اپنے پاس چندے رکھکر اور اسکا لطف انتفاع دیکھکر پھر کچھ مدت کے بعد اپنی خوشی سے بھائی کو دیدین تو یہ دینا البتہ دینا ہے۔

(۲۴)

۱۰ محرم ۱۳۴۵ھ

ایک مولوی صاحب نے استفسار کیا کہ بعض دفعہ غسل یا جدید کپڑا پہننے سے خوشی معلوم ہوتی ہے سو یہ عُجب تو نہین- فرمایا- خوشی دو قسم کی ہوتی ہے ایک فرح بطر جسکی نسبت ارشاد ہے لا تفرح اور ایک فرح شکر جسکی نسبت ارشاد ہے قل بفضل اللہ و رحمتہ فبذالک فلیفرحوا سو اگر یہ خوشی بطور اظہار و شکر نعمت کے ہے تو محمود ہے۔

(۲۵)

۹ محرم ۱۳۴۵ھ

ارشاد فرمایا کہ ایک تو ختم ہے ایصال ثواب کے لیے مثلاً قرآن شریف پڑھکر اسکا ثواب کسی میت کو پہونچائین- سو اِس پر تو اجرت لینا جائز نہین- کیونکہ یہان مقصود ثواب ہے ورنہ پہونچیگا کیا- تو یہ دینی کام ہوا- اور اجرت لینے سے ثواب نہین ملتا اور جب ثواب نہ ہو تو ایصال ثواب کیسے متحقق ہوگا- اور ایک ختم ہے قضاے حاجت حصول شفا وغیرہ کے لیے سو اس پر اجرت لینا جائز ہے

کیونکہ یہان ثواب مقصود نہین۔ کیونکہ دنیوی غرض سے پڑھا ہے۔ سو یہ رقیہ کے حکم مین ہے۔ اور اس پر اجرت کا جواز حدیث مین ہے۔ ایک صحابی نے فاتحہ پڑھ کر رقیہ کیا اور اُسکی اجرت بھی لی۔ آنحضرت صلعم نے اسکو جائز فرمایا۔ بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا اضربوا لی بسہم

(۲۶)

ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے ہان عمل حزب البحر کا معمول تھا۔ حالانکہ حضرت عملیات وغیرہ سے بہت مجتنب تھے۔ اسکی وجہ خود فرماتے تھے کہ اس عمل مین فراخی رزق اور دفع شر اعدا کی خاصیت ہے اور یہی دو چیزین تنگی رزق اور غلبۂ اعداء قلب کو مشوش کر کے دل کو توجہ الی اللہ سے باز رکھتی ہین سو اس نیت سے اُسکا عمل دین سے ہے اور اسی طرح سورۂ واقعہ کا پڑھنا جو حدیث مین فراخی رزق کے لیے آیا ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ ۹ صفر سنہ ۱۳۵۱ھ

(۲۷)

فرمایا کہ بعض متاخرین نے جو وعظ کی اجرت کو جائز لکھا ہے اور تعلیم پر اسکو قیاس کیا ہے تو اُس سے ہر وعظ مراد نہین۔ بلکہ وہی وعظ ہے جو مشابہ تعلیم کے ہو۔ یعنی جسکا پابند اور تنخواہ دار ہو۔ جیسے معلم پابند اور تنخواہ دار ہوتا ہے تو اسکا مصداق انجمنون کے تنخواہ دارون کا وعظ ہو سکتا ہے۔ نہ کہ متفرق طور پر جو وعظ ہوتے ہین کہ ایسا وعظ مشابہ اسکے ہے کہ کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جاوے اور وہ اُسپر اجرت مانگنے لگے جو یقیناً جائز نہین۔ اور راز اسمین دو ہین۔ ایک تو یہ ایسے وعظ مین مثل تعلیم کے تاویل حبس کی ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ جیسے تعلیم کتابی مین کسی مفسدے کا احتمال نہین۔ کیونکہ معلم اپنی طرف سے کتاب مین کچھ گھٹا بڑھا نہین سکتا۔ ایسا ہی اس وعظ مین بھی یہ احتمال نہین ہوتا کیونکہ جسکی کام کی تنخواہ پاتا ہے وہ ہر حال مین ملیگی۔ بخلاف اسکے کہ متفرق وعظ پر نذرانہ لیا کرے کہ وہ توقع اجرت کی وجہ سے سامعین کی رعایت کر کے اظہار حق نہ کرے گا اور چونکہ اکثر واعظین اس مفسدے مین مبتلا ہین اس لیے بقاعدہ ولاکثر حکم الکل کسی کو اجرت کی اجازت نہ ہوگی ہان اگر معطی کوئی اور ہو اور سامعین اور لوگ ہون جیسے انجمنون کے واعظ تو کوئی مضائقہ نہین۔ ۲- ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

(۲۸)

توسل کے معنی مین ارشاد فرمایا کہ اسکی حقیقت یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ایک محبوب چیز سے اپنا تعلق ظاہر اور عرض کرنا جیسا کہ حدیث شریف مین توسل بالاعمال کے متعلق ان تینون شخصون کا ۲- ربیع الاول سنہ ۱۳۵۱ھ

قصہ ہے کہ اُنھون نے اپنے اپنے خالص عمل کے ذریعے سے توسل کیا تھا اور غار کے منہ سے پتھر ہٹ گیا تھا۔ اُسکے معنیٰ یہ تھے کہ اے اللہ یہ اعمال آپکے نزدیک محبوب ہین اور ہمکو انسے تعلق صدور ہے اسلیے رحم فرمایا۔ ایسا ہی بزرگان دین کے ذریعے سے دعا مین توسُّل کرنے کے یہ معنیٰ ہین کہ اے اللہ یہ تیرے محبوب بندے ہین اور انسے ہمکو محبت و عقیدت کا تعلق ہے جو کچھ تجھے پسند ہے اور تو اسپر رحمت کرتا ہے اِس لیے ہم عرض کرتے ہین کہ ہم پر رحم فرمایئے۔

(۲۹)

۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

ارشاد فرمایا کہ تعلیق تمایم و تعویذ۔ قائم مقام قرارت کے ہے یعنی جو لوگ نہ پڑھ سکین مثلاً نابالغ تو اُنکے گلے مین لکھکر تعویذ ڈال دیا جاے اور بڑے جو پڑھ سکتے ہین انکو قرارت ہی کرنا اصل ہے دلیل اسکی حدیث عبداللہ بن عمر ابن العاص کی ہے جسمین اعوذ بکلمات التامات کا بڑون کو یاد کرا دینا اور بچون کے گلے مین لکھکر لٹکانا آیا ہے۔

(۳۰)

۱۱ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ بیمار کی طرف سے جو بکری وغیرہ ذبح کرتے ہین۔ یہ ٹھیک نہین معلوم ہوتا کیونکہ اسمین محض صدقہ مقصود نہین ہوتا بلکہ خود ذبح کو شفا مین اس خیال پر موثر سمجھا جاتا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہو جائیگا اور یہ شرع مین بجز عقیقہ کے کہین معہود نہین۔ اور اگر عقیقہ پر قیاس کرنے لگین۔ تو اُس پر اسکا قیاس ہو نہین سکتا۔ کیونکہ عقیقہ تو خود خلاف قیاس مشروع ہے۔ دوسری چیز کا قیاس اسپر صحیح نہین جیسا اصول مین مذکور ہے۔

(۳۱)

۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ

ارشاد فرمایا کہ بعض رسوم اس قدر قلوب مین جاگزین ہو جاتے ہین کہ بڑے بڑے علما اور صلحا بھی باوجود کثرت تقویٰ اور طہارت اُن رسوم سے آگاہ نہین ہوتے اور اُنمین تساہل برتتے ہین اور یہ تساہل اُنکو بوجہ حُسن ظن کے پیش آتا ہے اور وہ عام لوگون کے اغراض و عقائد پر مطلع نہین ہوتے اور اُن رسوم کے مفاسد متعدیہ کی طرف جو مآل کار ظاہر ہوتے ہین۔ بوجہ دقیق ہونے کے اُنکی نظر نہین پہونچتین۔ ان مفاسد کا معلوم کرنا ایسے ہی شخص کا خاص حصہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اُنکے قلع قمع کے واسطے پیدا کیا ہو۔ چنانچہ حکایت ہے کہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

اپنے چچا جناب مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث کے گھر تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ عورتون نے
بی بی کی صحنک کی ہے - مولانا شہید نے اُسکو منع فرمایا - اس پر انکے چچا شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا
کہ اسماعیل یہ تو ایصال ثواب ہے تو اسمین کیا حرج ہے - مولانا شہید نے جواب دیا کہ یہ بھی تو اسی حجر مین
داخل ہے جسکا ذکر اس آیت مین ہے وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمہا
الا من نشاء بزعمہم چنانچہ اسمین بھی یہ شرطین لگائی جاتی ہین کہ عورتین کھائین - مرد نہ کھائین - اور
وہ بھی سہاگنین کھائین - ایسی ہی کفار کی اس رسم کی شروط تھین - شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ واقعی
ابتک یہ بات ہماری سمجھ مین بھی نہین آئی تھی اور حقیقت یہی ہے جو تم کہتے ہو - ایسا ہی حضرت سید احمد
صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کا قصہ مفتی الٰہی بخش صاحب کاندہلوی علیہ الرحمہ کے ساتھ ہوا ہے اور وہ قصہ
یہ ہے - کہ حضرت سید صاحب مفتی صاحب کے گھر تشریف لائے - گھر کے اندر سے ایک لڑکا ماما کی
گود مین باہر لایا گیا - جسکے ہاتھون مین چاندی یا سونے کے کڑے تھے اور وہ لڑکا مفتی صاحب کے خاندان کا
تھا - حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ تو حرام ہے - مفتی صاحب نے ماما سے فرمایا کہ والدہ
سے کہدینا کہ سید صاحب فرماتے ہین کہ یہ حرام ہین - تھوڑی دیر مین پھر ماما آئی اور مفتی صاحب سے کہا
کہ آپکو والدہ بلاتی ہین - فرمایا کہ چلو آتے ہین - پھر تھوڑی دیر مین تقاضا ہوا اور یہی جواب ملا - کئی بار کے
بعد سید صاحب نے فرمایا کہ والدہ بلاتی ہین - ہو آئیے - کچھ ضرورت ہوگی - مفتی صاحب نے فرمایا کہ حضرت
کچھ بھی ضرورت نہین ایک فضول واہیات کام کے واسطے بلاتی ہین - سید صاحب نے پوچھا کہ کیا کام ہے
مفتی صاحب نے جواب دیا کہ شادی ہے اور چاول کوٹنے کے لیے موسل مین ڈورا بندھواتی ہین -
سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا یہ تو شرک ہے - اِس پر مفتی صاحب نے ماما سے فرمایا کہ والدہ سے کہدو کہ
سید صاحب فرماتے ہین کہ یہ شرک ہے - یہ باتین جس مجلس مین ہو رہی تھین اُسمین ایک شخص نے مفتی
صاحب سے دلیری سے یہ کہا کہ کیون حضرت - سب کچھ سید صاحب ہی فرماتے ہین - آپ بھی کچھ فرماتے
ہین - آپنے کس واسطے پڑھا تھا - گویا آپ کچھ جانتے ہی نہین - اس پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ بھائی
سچ یہ ہے کہ ہماری مثال اُس صندوق کی سی ہے جو جواہرات سے پُر ہو - مگر وہ صندوق اُن جواہرات
کی قدر و قیمت کو نہین پہچانتا - بلکہ جوہری پرکھ کر ہر ایک کی قیمت بتلاتا ہے - اسی طرح ہم نے سب کچھ پڑھا
مگر جو سید صاحب نے سمجھا وہ ہم نے نہ سمجھا - تو سید صاحب جوہری ہین اور ہم صندوق ہین ایسا ہی

ایک دفعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بہت بڑے عالم پیر بھائی نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ذکر کیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ ایک چلہ کرون اور اُسمین ترک حیوانات بھی کرون - اسپر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب توبہ کیجیے - یہ تو بدعت ہے - کیونکہ ترک حیوانات کو قرب الٰہی مین دخل نہین - مولانا چونک اُٹھے اور فرمایا کہ ٹھیک ہے - حضرت حاجی صاحب کی شان علم کے متعلق - اس ضمن مین یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب سے اپنی یہ حالت بیان کی کہ میرا جی مرنے کو چاہتا ہے اور یہ تقاضا اس قدر شدت سے ہے کہ اگر چندے یہ حالت رہی تو عجب نہین کہ خودکشی کر لون اور چونکہ یہ تمناے موت ہے اور تمناے موت خلاف مشروع ہے اور خلاف مشروع حالت مذموم ہے تو میری یہ حالت مذموم ہے اسپر حضرت حاجی صاحب رح نے فرمایا کہ آپکو مقام ولایت نصیب ہوا - مبارک ہو - قال اللہ تعالیٰ ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین اور فرمایا کہ تمناے موت وہ مذموم ہے کہ مصیبت اور بیماری وغیرہ سے گھبرا کر موت کی تمنا کرے اور اگر اللہ تعالیٰ کی محبت اور شوق لقاء اللہ مین ہو تو مذموم نہین من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہٗ

(۳۲)

ارشاد فرمایا کہ جناب مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرماتے ہین کہ وجعل فیکم انبیاء اور اسکے آگے فرماتے ہین وجعلکم ملوکا یعنی ملوک تو سبکو فرمایا - اور انبیاء مین فیکم فرمایا کہ انبیاء بعض ہین - اسمین نکتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت تو بعض افراد کے ساتھ خاص ہوتی ہے مگر سلطنت جس قوم کی ہوتی ہے اسکا ہر فرد عرفاً صاحب سلطنت سمجھا جاتا ہے -

(۳۳)

ایک وعظ مین اُن خاص لوگون کے لیے فرمایا جو کہ خالص توبہ کر کے ذکر و شغل مین مشغول ہون - کہ بار بار گناہ کا یاد کرنا ان لوگون کی حالت کے مناسب نہین - کیونکہ توبہ تو ہو چکی ہے جسکی قبول کی امید غالب ہے اب پھر بار بار کے گناہ کے یاد کرنے سے ذکر مین ایک قسم کا حجاب حائل ہو جاتا ہے اور ذکر مین نشاط نہین رہتا - ہر چند کہ گناہ کا یاد کرنا فی نفسہ امر محمود ہے - مگر اُسکی بھی ایک حد ہے - حد سے آگے کیسا ہی امر محمود ہو محمود نہین رہتا - دیکھیے طبیب اگر کسی بیمار کے نسخے مین چھ ماشے سنا لکھے

اور وہ مریض یہ خیال کر کے کہ یہ چیز مفید ہے جب تو طبیب نے لکھی ہے تو جتنی بڑھائی جائیگی فائدہ ہوگا - تو اسکو پاؤ اس سے زیادہ ڈال دے تو ظاہر بات ہے کہ بجائے فائدے کی چیز تھی اور طبیب نے مفید سمجھکر لکھی تھی - مگر خاص اسی مقدار تک مفید ہے اور اس سے زائد مریض کے لیے سخت مضر ہوگی یہی حال اعمال باطنی کا ہے - نصوص مین تدبر کرنے سے اسکا پتہ لگتا ہے چنانچہ اسی بنا پر حضرت شیخ اکبر ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ارشاد ہے کہ قبول توبہ کی علامت گناہ کا بھول جانا ہے یعنی اُسکا خیال پر غالب نہ رہنا - مگر بعد توبہ ہو - اور اگر قبل ہے تو وہ غفلت ہے - اور دیکھا بھی جاتا ہے کہ جن دوستون مین کبھی مخالفت رہ چکی ہو اگر دوستی مین اسکا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ایک دوسرے کے دل پر میل آجاتا ہے اور عورتون مین یہ عادت زیادہ ہے کہ اتفاق و محبت کی حالت مین دشمنی کے زمانہ کے تذکرون کو لے بیٹھتی ہین جس سے محبت مکدر ہو جاتی ہے اور وہ نصوص جنمین غور و فکر کرنے سے یہ بات صاف معلوم ہے یہ ہین - لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تاخر

اسمین ایک تو یہ بحث ہے کہ ذنب کا اطلاق کیا گیا - صاحب نبوت کے حق مین جو کہ معصوم ہے - یہ بحث جداگانہ ہے اسکو مسئلہ مذکورہ سے کوئی تعلق نہین - یہان پر مقصود اسکے ذکر سے یہ ہے کہ پہلے گناہون کی معافی تو سمجھ مین آسکتی ہے - لیکن پچھلے گناہون کی معافی جو ابھی تک ہوئے ہی نہین - کیا معنی - تو غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چونکہ خوف و خشیت کا غلبہ تھا اگر آپکو آیندہ گناہون کی معافی دیکر تسلی نہ دیجاتی تو اندیشہ تھا کہ غلبۂ خوف سے اسی فکر مین آپ پریشان رہتے - کہ کہین آئندہ کوئی امر خلاف مرضی نہو جاوے - اسلیے آپ کو آیندہ کے لیے بھی مطمئن کر دیا گیا - دوسری آیت اُسکی مؤید یہ ہے کہ حق جل و علی سلیمان علیہ السلام کو فرماتے ہین کہ ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب اسمین ایک احتمال تو یہ ہے کہ بغیر حساب کو عطاؤنا کے متعلق کیا جاوے تو یہ معنی ہونگے کہ عطا بے حساب ہے یعنی کثرت سے ہے

اور دوسرا احتمال اور وہ بہت موجہ معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ بغیر حساب کو فامنن او امسک دونون کے متعلق کیا جاوے اس صورت مین یہ معنی ہونگے کہ آپکے دینے اور روک رکھنے مین کوئی حساب و مواخذہ نہین - چونکہ سلیمان علیہ السلام کو بوجہ غلبۂ خوف کے ہر اعطاء و امساک مین یہ خیال رہتا کہ شاید یہ اعطاء یا امساک بر محل ہوا ہے یا نہین - کہین دینے مین اسراف یا امساک مین بخل نہو گیا ہو اور

یہ غلبان مانع حضور خاص تھا۔ تو اِس لیے سلیمان علیہ السلام کو مطمئن کر دیا کہ اعطا و امساک مین مطلقاً آپ سے کچھ مواخذہ نہین کیا جائیگا آپ اِس کی فکر نکرین اور اصل کام مین لگے رہین۔ مگر ایسے ارشادات اہل خوف کے لیے ہین کیونکہ اُن سے خلاف امر اور عصیان کا صدور ہی مستبعد ہے۔ اب اس سے زیادہ خوف اُنکے حق مین مضر ہے۔ اِس لیے اُنکو اطمینان دلایا جاتا ہے۔

" لاتخوخواہست نزد خائفان "

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے استغفار مین وما انت اعلم بہ منی یا استغفرک مما تعلم ولا اعلم مطلب یہ کہ جو گناہ مجھ کو معلوم ہین اُن سے بھی معافی چاہتا ہون اور جو معلوم نہین اور آپ اُنکو جانتے ہین اُن سے بھی۔ تو معلوم ہوا کہ توبہ کے وقت تمام گناہون کا استحضار ضروری نہین کہ خواہ نخواہ کُرید کُرید کر تلاش کیا جاسے کہ یہ خود ایک مشغلہ مانع حضور ہے۔ بس یہ کافی ہے کہ سب گناہ سے اجمالاً مغفرت مانگ لے اور توبہ کر کے اپنے کام مین لگے۔ دوسری جگہ آنحضرتؐ ارشاد فرماتے ہین دعا مین کہ ومن خشیتک ماتحول بیننا وبین معاصیک یعنی اے اللہ اس قدر خشیت چاہتا ہون کہ مجھ مین اور تیری نافرمانی مین آڑ ہو جاسے۔ معلوم ہوا کہ خشیت مقصودہ کی بھی ایک حد ہے اس سے زیادہ یا تو مضر بدن ہے کہ آدمی مرجاسے یا مضر روح ہے کہ مایوس ہو جاسے۔ اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شوق کی بھی ایک حد بیان فرمائی ہے اسئلک شوقا الی لقاءک فی غیر ضراء مضرۃ ولا فتنۃ مضلۃ چونکہ شوق اور عشق کا غلبہ کبھی ہلاکت اور مضرت کی نوبت پہونچاتا ہے۔ جس سے اعمال مین خلل پڑجاتا ہے اور اصل مقصود اور ذریعہ قرب اعمال اور امتثال اوامر ہی ہے اور کبھی غلبۂ شوق مین ادب کی حد سے گزر جاتا ہے اور سخنان بے ادب جیسے اکثر عشاق غلبۂ حالت مین کہتے ہین کہنے لگتا ہے اور یہ بے ادبی موجب ضرر دین ہے۔ گو غلبہ کی حالت مین عفو ہو مگر کمال نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جامع ہین ادب و اطاعت و محبت کے۔ اِس لیے دعا مین فرماتے ہین کہ اسئلک شوقا الی لقاءک فی غیر ضراء مضرۃ اس سے تو ضرر اول کی نفی ہو گئی جو سبب انقطاع اعمال ہو جاسے اور اسکے بعد فرمایا۔ ولا فتنۃ مضلۃ

اس سے ضرر ثانی کی نفی ہو گئی جو بے ادبی کی طرف منقضی ہو جاسے - ان سب آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ ہر چیز محمود اپنی خاص حد تک ہے - حد سے بڑھ جائے تو محمود نہین رہتی - تبس شیخ اکبر کی تحقیق کا ماخذ درحقیقت غور اور تعمق سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث ہی ہے البتہ سخن شناسی اور فہم صحیح کی ضرورت ہے ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست		سخن شناس نہ' دلبرا خطا اینجاست	
؎ وکم من عائب قولاً صحیحا		وآفتہ من الطبع السقیم	

(۳۴)

ایک شخص کا خط آیا کہ ایک واعظ صاحب فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت ایک دفعہ تو واجب ہے اور دوسری دفعہ منع ہے - آپ یہ فرمائین کہ آیا یہ مسئلہ ٹھیک ہے - یا نہین - اگر ٹھیک ہے تو خیر ہے - اور اگر ٹھیک نہین تو اس قسم کا اعتقاد رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہین - اسپر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اسی قسم کے ایک دو مسئلے پہلے بھی آچکے ہین - ایک شخص نے لکھا تھا کہ ایک واعظ صاحب یہ فرماتے ہین کہ جو عشا کی سنت پڑھے وہ کافر ہے - ایک ایسا ہی مضمون شہادت کربلا کے متعلق تھا - اس قسم کے مسائل ہین جو غلط فہمی سے سائل کچھ کا کچھ سمجھکر پوچھتا ہے اور اُس بنا پر جواب حاصل کر کے بانی فساد بنتا ہے - ارشاد فرمایا کہ میرا معمول جواب مین یہ ہے کہ لکھدیتا ہون کہ انھون نے کچھ اور فرمایا ہوگا - عالم آدمی کبھی اس قسم کی بات نہین کہ سکتا - آپ نے غلطی سے کچھ اور خیال کر لیا ہے اور اگر واقعی یہی بات ہے تو خود اُنکے ہاتھ سے لکھوا کر بھیجیے - فرمایا کہ پھر کوئی کچھ نہین لکھتا - یہ طرز رفع فتنہ و انسداد فساد کے لیے بہت مستحسن ہے -

۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۵ھ

(۳۵)

ایک دفعہ کسی شخص نے یہ لکھا کہ مین حج سے پہلے روتا تھا - اب رونا نہین آتا - اِس لیے یہ غم رہتا ہے

۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۵ھ

کہ حالت کہین پہلے سے خراب نہو گئی ہو۔ ارشاد فرمایا کہ مین نے یہ جواب لکھا کہ ایک رونا ہے آنکھ کا سو وہ اختیار مین نہین اور غیر اختیاری کا نہونا موجب تردد نہین۔ اور ایک رونا ہے دل کا سو وہ آپکو حاصل ہے۔ چنانچہ مغموم رہنا اُسکی علامت ہے پس کوئی فکر کی بات نہین۔

(۳۶)

سنہ ۱۳۲۹ھ ارشاد فرمایا کہ تکثیر اعمال و اشغال و نوافل تو نفس پر آسان ہے کیونکہ یہ وجودی شے ہے۔ دوسرے بھی اسکا مشاہدہ کرتے ہین۔ اسلیے اسمین نفس کو حظ بھی ہوتا ہے اور اسمین عُجب یا ریا، یا طلب جاہ کا موقع بھی مل سکتا ہے اور جو اعمال عدمی ہین جیسے معاصی سے رُک جانا مثلاً کوئی شخص غیبت نہین کرتا۔ یہ نفس پر بہت گران ہین کیونکہ اسمین ایک تو حظ نہین۔ دوسرے ریا، یا طلب جاہ محتمل نہین۔ کیونکہ یہ محل مشاہدے کا نہین۔ اور کوئی اسکی طرف التفات بھی نہین کرتا۔ اسلیے نفس کو موقع ریا، یا طلب جاہ کا نہین ملتا۔ حالانکہ احادیث مین اسکا اہتمام زیادہ آیا ہے اور اُسکو ورع کہتے ہین۔

(۳۷)

ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۹ھ ارشاد فرمایا کہ بعض جہلا کے برتاؤ سے یہ شبہہ پڑتا ہے کہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ ایصال ثواب مین جو چیز دیجاتی ہے وہی پہونچتی ہے۔ چنانچہ بچے کے ثواب پہونچانے مین دودھ۔ اور شہداے کربلا کے ثواب بخشنے مین شربت علیٰ ہذا۔ سو کلام مجید مین اسکا رد صریح موجود ہے۔ لن ینال اللہ لحومھا و لا دماءھا و لکن ینالہ التقویٰ منکم۔

(۳۸)

ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۹ھ ارشاد فرمایا کہ پہلی بیعت مین ایک بزرگ تھے۔ مین نے اُنسے ایکدفعہ عرض کیا کہ کوئی بات بتلایئے جس سے خداتعالیٰ کی محبت پیدا ہو۔ اُنھون نے فرمایا کہ تم اپنے دونون ہاتھ آپسمین رگڑو۔ مین نے اُنکے ارشاد کے موافق اپنے دونون ہاتھون کو آپسمین رگڑا۔ فرمایا۔ کیون کچھ گرمی پیدا ہوئی۔ مین نے عرض کیا۔ جی ہان۔ فرمانے لگے بس اسیطرح رگڑتے رگڑتے محبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

(۳۹)

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کا انتقال ہوا لوگ جنازے کو لیے جا رہے تھے کہ ہوا زور سے چلنے لگی اور مٹی اڑنے لگی - ایک شاعر صاحب ظریف بھی ساتھ تھے - انکو اس موقع پر مادۂ تاریخ انتقال یہ سوجھا - کہ - مٹی خراب - ایک صاحب دل بھی اس مجمع میں تھے - فرمانے لگے کہ میان مسلمان کے لیے ایسی بات کیون کہتے ہو - یون کہو کہ مات بخیر - عجب کمال کیا کہ اسمین تمام وہی حروف ہین جو پہلے مادے مین تھے - صرف ترتیب بدلنے سے کیا سے کیا ہو گیا - ۸ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء

(۴۰)

ایک دفعہ ایک بڑے محقق عالم عارف نے یہ شبہہ پیش کیا کہ بعض اوقات بعض مخلصین جو کہ اکثر ہدیہ دیتے رہتے ہین دیکھکر خیال ہو جاتا ہے کہ شاید ہدیہ دین - اسکے بعد وہ دیتے بھی ہین تو اسکے قبول کرنے مین یہ خلجان ہوتا ہے کہ وہ خیال اشراف نفس تھا اور اشراف نفس کی حالت مین ہدیہ کا قبول کرنا خلاف سنت ہے - اسلیے قبول کرنے مین تامل ہوا کرتا ہے - اس شبہہ کے جواب مین فرمایا کہ حدیث مین یہ اشراف مراد نہین بلکہ وہ اشراف ہے کہ اگر وہ شخص ہدیہ نہ دے تو دل مین ملال پیدا ہو اور اگر وہ شخص نہ دے اور کوئی ملال نہ پیدا ہو یہ مضر نہین - تو اُن بزرگ نے اس جواب کو بہت پسند فرمایا اور موافقت کی - ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء

(۴۱)

ایک شخص نے آکر درخواست بیعت کی - دریافت فرمایا کہ تم کہان سے آتے ہو - اُسنے بیان کیا - کہ مین ایک بارات مین آیا تھا وہان سے بارادۂ بیعت یہان آیا ہون - فرمایا کہ یہ کام ایسا نہین کہ دوسرے کام کے ساتھ ہو - یہ تو دلیل بے رغبتی کی ہے - اِس لیے اب مین بیعت نہ کرون گا - خاصکر اسی لیے مکان سے آنا چاہیے اُسوقت گفتگو ہو گی - ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت جنیدؒ کی خدمت مین بارادۂ بیعت حاضر ہوا اور دس برس اُنکی خدمت مین رہا - بعد دس برس کے عرض کیا کہ یا حضرت مین تو آپکو بزرگ سنکر حاضر ہوا تھا مگر مین نے یہان کوئی بات بزرگی کی نہین دیکھی - فرمایا کہ وہ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء

بزرگی کی کیا بات ہے - اُس نے عرض کیا کہ کشف و کرامت - فرمایا کہ اس دس برس کی مدت مین تو نے کوئی کام خلاف شریعت و خلاف سنت مجھ سے ہوتے دیکھا - اسنے عرض کیا کہ خلاف شریعت تو کوئی بات نہین دیکھی - فرمایا - کیا یہ تھوڑی کرامت ہے کہ دس برس مین کوئی بات خلاف شرع نہ ہو -

(۴۲)

ارشاد فرمایا ایک صاحب یہان آئے ہوئے ہین خود بھی عالم ہین اور اُنکے والد بھی عالم ہین - انکو صورتین نظر آتی تھین اور آوازین معلوم ہوتی تھین بعض اچھی باتین بھی معلوم ہوتی تھین اور بعضے تلبیسات بھی ہوتے تھے کبھی یہ آواز آتی تھی کہ تم غوث ہو قطب ہو مین سمجھ گیا کہ اُنکے دماغ مین یبوست ہے علاج کیا سب باتین جاتی رہین - آج کل لوگ ان باتون کو بزرگی سمجھتے ہین - حالانکہ کتب طبیہ شرح اسباب وغیرہ مین لکھا ہے کہ مالیخولیا مین بھی کشف ہوتا ہے -

(۴۳)

ارشاد فرمایا کہ جب تک اسقدر اشتیاق غالب نہ ہو جیسے پیاسے کو پانی کا اشتیاق ہوتا ہے اُس وقت تک مرید نہ ہونا چاہیے -

(۴۴)

کچھ تفاوت مذاق اولیاء اللہ کا ذکر تھا فرمایا کہ یہ تفاوت تو خود انبیاء علیہم السلام مین ہوا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد ہے فقولا لہ قولا لینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے واغلظ علیہم پھر فرمایا کہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام مین تفصیلاً وتعیینًا فرق نکال کر ایک کو دوسر پر تفضیل دیتے ہین - یہ مجھکو ناپسند ہے اسلیے کہ اُنکے مذاق اور حالات کا پورا ادراک ہو نہین سکتا چنانچہ حضرت شیخ اکبرؒ کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مذاق کو اولیاء بھی ادراک نہین کر سکتے انبیاء کے مذاق کو انبیاء ہی جان سکتے ہین - جس طرح اولیاء کی حالت عوام نہین سمجھ سکتے - چنانچہ یہ قول مشہور ہے کہ ولی را ولی می شناسد - پھر فرمایا کہ ایک صاحب کا قول ہے - کہ ولی کو ولی

بھی نہین پہچان سکتا ہے۔ کہ ولی را بنی می شناسد و بنی راخدامی شناسد۔ اور تطبیق ان دونون قولون مین یہ ہے کہ پہلا قول تو اُن حالات کے متعلق ہے جو متحد ہون۔ اور دوسرا قول اُن اذواق کے متعلق ہے جو متغائر اور متفاوت ہون اور کل ذوقیات کی یہی کیفیت ہے کہ بدون حصول ذوق کے میسر نہین۔

(۴۵)

فرمایا کہ ایک بار حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سفر کو تشریف لے چلے۔ اور لحاف اپنا اسطرح تہ کیا کہ ابرا اوپر کی جانب کیا۔ ایک صاحب نے باین خیال کہ گرد و غبار سے ابرا خراب ہو جائیگا۔ حسب دستور استرا اوپر کر دیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کس نے کیا ہے ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ابرا خراب ہو جائیگا۔ اس لیے مین نے استرا اوپر کر دیا ہے۔ فرمایا سبحان اللہ کیا لحاف ہمارے دماغ سے اچھا ہے۔ استر پر گرد و غبار جمیگا اور سوتے وقت وہ بذریعۂ سانس کے دماغ مین پہونچے گا۔ پھر فرمایا کہ سبحان اللہ حکیم یہ لوگ ہین۔ ورنہ بظاہر تو ایسی بات ہے جو حکم عقلی پر دلالت کرتی ہے۔

(۴۶)

ارشاد فرمایا کہ اسوقت تلاوت کے وقت اس آیت کے متعلق قل اللّٰھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک من تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر ایک نکتہ خیال مین آیا اُسکو لکھ لے۔ وہ یہ کہ اوپر سے اضداد کو بیان فرمایا ہے اور اُسکی تعلیل مین ارشاد ہے بیدک الخیر حالانکہ اوپر دونون ضدون کا ذکر ہے۔ خیر کا بھی شر کا بھی۔ چنانچہ تعز خیر ہے۔ اور تذل شر۔ اس کا مقتضا یہ ہے کہ بیدک الخیر والشر فرماتے۔ چنانچہ مفسرین نے والشر مقدر کہا ہے مگر مقدر ماننے کی ضرورت نہین۔ کیونکہ قدرت ضدین کے ساتھ متعلق ہوتی ہے پس یہ کہنا کہ بیدک الخیر یہ خود ہی بیدک الشر ہے۔ لیکن منجملہ آداب سوال کے یہ بھی ہے

کہ صرف مطلوب کو ذکر کرتے ہین - اُسکی ضد کو ذکر نہین کرتے - گو سئول منہ دونون پر قادر ہوتا ہے - مثلاً سائل ملازمت یہ نہین کہتا - آپ کے اختیار مین ملازمت دینا بھی ہے اور موقوف کرنا بھی - پھر تفسیر اپنی دیکھی - اُس مین دوسری وجہ لکھی ہے - وہ بھی لطیف ہے جو وہان مذکور ہے -

(۴۷)

فرمایا کہ ایک عالم صاحب ظاہر شاہجہان کے ساتھ کسی کامل کی خدمت مین حاضر ہوئے وہ کامل جس طرح پاؤن پھیلائے تھے پھیلائے رہے - مُلّا صاحب نے عرض کیا کہ اتنا بڑا سلطان حاضر خدمت ہوا اور آپنے کچھ بھی اُسکی تعظیم نہ کی - فرمایا - میان - جب تک ہاتھ پھیلائے تھے - پیر سمیٹے رہے - اور جب سے ہاتھ سمیٹا پیر پھیلائے - ایسے ہی ایک مرتبہ ایک درویش نے اپنی گدڑی مرید کو چیلڑ یعنی جُوئین چننے کے لیے دی - اور خود حجرے کے اندر جاکر ذکر مین مشغول ہو گئے - ناگہان اکبر بادشاہ حاضر ہوا - مرید نے بادشاہ کو دیکھ کر آواز دی - درویش نے کنڈی کھول کر پوچھا کیا ہے - مرید نے عرض کیا - کہ حضرت - بادشاہ تشریف لائے ہین - فرمانے لگے - لاحول ولا قوۃ الا باللہ - مین تو سمجھا کہ بڑی سی چیلڑ پکڑی ہے - اُسکے دکھلانے کے لیے پکارا ہے - پھر بیان کیا کہ حضرات کاملین کا ملنا مختلف طور پر ہے - ہمارے مرشد قبلۂ حاجی صاحب رح کا یہ دستور تھا کہ اگر کوئی امیر حاضر خدمت ہوتا - آپ اُسکی تعظیم فرماتے - اور فرماتے تھے کہ جب امیر فقیر کے دروازے پر آیا وہ امیر کب رہا - فقیر ہو گیا - اور فقیر کی تعظیم مین کیا حرج - چنانچہ بزرگون کا قول ہے نعم الامیر علےٰ باب الفقیر وبئس الفقیر علیٰ باب الامیر - پس یہ تعظیم اُس کی امارت کی نہین - اُس کے نعم ہونے کی ہے -

(۴۸)

ایک شخص نے عرض کیا - کیا نماز مین جمائی آتی ہے - فرمایا حدیث شریف مین التثاؤب

من الشیطان آیا ہے۔ لیکن اگر نماز مین ذوق شوق ہو اور اُس حالت مین جمائی آئی۔ تو شیطان کی طرف نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ وہ اسباب طبعیہ سے ہے اور التثاؤب من الشیطان قضیہ مہملہ ہے قوت مین جزئیہ کی اور کل تثاؤب من الشیطان نہین فرمایا۔

(۴۹)

فرمایا شیطان جو مردود ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ سالک محض تھا جذب و محبت کا مادہ اُسمین بالکل نہ تھا اور اگر جذب ہوتا تو ایسی بے ادبی سے اعتراض نہ کرتا۔ سالک محض کی حالت خطرے سے خالی نہین۔ لوگون کو چاہیے کہ مادۂ جذب کا بھی پیدا کرین۔ جسکا طریق کثرت ذکر و صحبت اہل محبت ہے۔

(۵۰)

فرمایا بزرگون سے بعضے امور منقول ہین۔ اسمین مصلحتین ہین۔ یا کچھ دواعی خاص ہین۔ مگر آج کل درویشون نے ایسا غلو کر لیا ہے کہ حدود شرعیہ سے متجاوز ہو گئے ہین۔ اور شرع شریف کا مطلقًا لحاظ نہین کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا بیکار مبعوث ہوئے تھے۔ یاد رکھو بغیر شریعت ہرگز نجات نہین ہے۔ آج کل کے قلندر لوگ جو داڑھی منڈاتے ہین۔ اُس کی وجہ بتاتے ہین کہ ہمارے خاندان کے شیخ نے ایسا کیا تھا۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ بات یہ ہوئی کہ کوئی شیخ لڑکپن سے ریاضت و مشاہدے مین مشغول تھے۔ بعض ریاضات سے بعضے مواد کو ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ بال جھڑ جاتے ہین یا جمتے نہین۔ اُن شیخ کے بال نہ جمے تھے۔ اب غیر اختیاری ہیئت مین باتباع شیخ کرنے لگے۔ حالانکہ شیخ کا قصد ہی فعل نہ تھا

(۵۱)

فرمایا خوارق یعنی کشف و کرامت کوئی کمال کی چیز نہین۔ اگر اس مین کمال ہوتا تو دجال کو

ایسے خوارق کیون دیے جاتے کہ جب چاہا پانی برسا دیا - شیطان انسان کے رگ و پے و خون کے اندر پھرتا رہتا ہے باوجود اتنے بڑے تصرف کے پھر مردود ہی رہا - البتہ بزرگون سے جو خوارق عادت صادر ہوتے ہین حکمت اُسمین ہدایت غیر مہتدی و تثبیت قلب مہتدی ہوتی ہے کبھی ایسا ہوا ہے کہ کفار نے معجزہ طلب کیا اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست معجزے کی حق تعالیٰ سے کی - مگر فوراً حکم ہوا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون - ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ محبوب کی درخواست نامنظور ہوئی جو ظاہراً شان محبوبیت کے خلاف ہے مگر چونکہ یہ کوئی بڑی چیز نہ تھی - اسلیے ایسا حکم ہوا حق تعالیٰ کی درگاہ مین تو محبوب تھا اور بڑا کمال عبدیت ہے ارشاد فرماتے ہین ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون جس سے معلوم ہوا کہ بندگی مقصود ہے بلکہ بعض اولیاء کرام کرامت کے صادر ہونے سے رویا کرتے - اور یہ خوف ہوتا کہ کہین عجب پیدا نہ ہو جاے اور کچھ ابتلا نہ ہو جاے - ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ اُنکے پاس جنت سے شربت آیا - رونے لگے - پوچھا گیا کہ اس نعمت سے خوش ہونا چاہیے - نہ کہ رونا - فرمایا کہ ڈرتا ہون کہین یہ استدراج غضب نہ ہو - اسکی ایسی مثال ہے کہ معلم کے پاس دو لڑکے ہون - معلم صاحب ایک کو سزا دین - دوسرے کو چھوڑ دین - یہ سوچ کر کہ کل سبق یاد نہ کرکے نہ لایا تو خوب سزا دونگا لڑکا تو خوش ہوا کہ مین بچ گیا - مگر نہین معلوم معلم صاحب کے جی مین کیا ہے - طالب صادق کو چاہیے کہ فرمانبردار رہے - کشف و کرامت کا طالب نہ ہو - انشاء اللہ تعالیٰ مقصود حقیقی تک پہونچے گا -

(۵۲)

فرمایا فی زماننا شریعت لوگون کی نظرون مین مبتذل اور حقیر ہو رہی ہے - ذرہ برابر اُسکی قدر نہین کرتے - آج کل کے صوفیون کی یہ حالت ہے کہ کلکتہ عظیم آباد کی خبرین بتاتے ہین - ایک نظر اُٹھا کر کسی کو بیہوش کر دیا - رنگا ہوا کپڑا پہن لیا - شریعت جسکا چھوٹا سا چھوٹا قانون دستور العمل بنانے کے قابل ہے ایسا صاف کہ نہ کہین

عقیات ہین نہ خطرات - ان مدعیون نے اُسکو بالاے طاق رکھ چھوڑا ہے - گویا اس سے کچھ سروکار ہی نہین - ایسے لوگ خدا رسیدہ مقرب بارگاہ مانے جاتے ہین - بیٹھے بیٹھے اپنی ڈینگ کی لیا کرتے ہین - اہل شریعت کو گالیان دیتے ہین - خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ بغیر شریعت اگر تقرب حاصل کرنا چاہے تو ہرگز حاصل نہین کر سکتا - امت محمدیہ کا ادنیٰ شخص جو اَن پڑھ ہے وہ ثواب اور جزا و عطا مین ایک بڑے کامل عارف کے برابر ہے - اگرچہ فرق اس قدر ہے کہ وہ عارف ہے - یہ محض مقلد ہے - مگر جو عمل کے برکات ہین وہ غیر عارف کو بھی میسر ہون گے - اسکی ایسی مثال ہے کہ پلاؤ دو شخصون کے سامنے موجود ہے - ایک شخص تو پلاؤ کے اجزا و ماہیت سے واقف ہے - دوسرا واقف نہین - مگر پلاؤ کے استعمال سے جو قوت جاننے والے کو حاصل ہے وہی اسکو بھی حاصل ہے - حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا سہل الاصول طریقہ مقرر فرمایا کہ کوئی شخص اُسکے برتنے سے محروم نہ رہے - عارف ہو یا عامی - آج کل کے عارف کو اگر واردات قلب پر ہونے لگے تو بس اپنے مقرب بارگاہ تصور کر لیا - حالانکہ واردات کشف وغیرہ مین کبھی ابتلا بھی ہوتا ہے - شیخ اکبرؒ نے لکھا ہے کہ علم کی دو قسمین ہین - علم بلا واسطہ - اور علم بواسطہ - علم بلا واسطہ مین رحمت بھی ہے اور ابتلا بھی - اور بواسطہ مین رحمت محض ہے - بواسطہ جیسے کہ بواسطۂ انبیا علیہم السلام - اور بلا واسطہ جس طرح کشف اور واردات - ارشاد فرماتے ہین وما ارسلنا من رسول الا لیطاع پس ارسال رسل اطاعت ہی کے لیے ہے اور واردات ابتلا و رحمت دونون کو محتمل ہے - چنانچہ دوسری جگہ فرماتے ہین وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین آپ تو رحمت محض ہین - آپ کے واسطے سے جو ملے گا رحمت ہی ہوگا - اب ابتلا کا کیا شبہہ ہوا - نہایت بدقسمتی کی بات ہے کہ آپ کے سوا دوسرے ذرائع تقرب کے تلاش کیے جائین -

ایک مرتبہ کا قصہ ہے کہ ایک شخص میرے پاس آئے - فرمانے لگے مجھے اپنا قلب نظر آنے لگا - مدت کی ریاضت سے یہ حاصل ہوا ہے - مین نے کہا کہ سبحان اللہ یہ کیا کمال ہوا - اسکی تو ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کی نظر دیوار تک پہونچتی ہے - دوسرے شخص کو دیوار کی پشت پر جو الماری ہے وہ نظر آنے لگی - یا مثلاً ڈاکٹر آلات کے ذریعے سے جگر وغیرہ دیکھ لیتا ہے - ایک شخص ہے کہ اپنی نظر کے زور سے لحم شحم غشار کو توڑ کر اندر کی چیزون کو دیکھ لیا - یہ تو صاحب آلات بھی کر لیتا ہے - پھر کیا کمال ہوا - وہ صاحب اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے - پھر مین نے سمجھایا کہ دیکھیے چار مرتبے ہین - مرتبۂ لاہوت مرتبۂ جبروت - مرتبۂ ملکوت - مرتبۂ ناسوت -

مرتبۂ لاہوت و مرتبۂ جبروت بھی غیر مخلوق ہے - غیر مرتبہ صفات اجمالیہ تفصیلیہ اس کا جس قدر انکشاف ہے وہ بیشک مقصود ہے - باقی دو مرتبے جو مخلوق ہین وہ حجاب ہین - مرتبۂ ملکوتی حجاب نورانی ہے - اور مرتبۂ ناسوتی حجاب ظلمانی تو حجاب ظلمانی سے حجاب نورانی تک پہونچ گئے - یہ کیا کمال ہوا - ایک مخلوق سے گزر کر دوسری مخلوق تک پہونچے - اس سے بھی ترقی کر کے کہتا ہون کہ مرتبۂ ناسوتی چونکہ مبتذل و حقیر ہے اس وجہ سے چندان حاجت نہین - برخلاف مرتبۂ ملکوتی کے وہ زیادہ حاجب ہے -

(۵۴)

فرمایا - سالک کو کسی چیز کی ہوس نہ چاہیے - کوئی ذوق شوق کا متمنی ہے - کوئی رقت قلب کی خواہش کرتا ہے - کسی کو کشف و کرامت کی تمنا ہے - کوئی جنت کو مقصود سمجھکر اُس کا طالب ہے - حالانکہ کسی چیز کی بھی طلب و ہوس نہ کرنا چاہیے - کیونکہ عبد کے معنی ہین - مالک کے سامنے سر جھکا دینے کے اور جو حکم ہوا اُس پر بسر و چشم قبول کر کے عمل کر لینے کے - پھر عبد ہو کر کسی چیز کی ہوس کرنا کہ مجھے یہ ملے وہ ملے - یہ ہوس حقیقت مین فرمائش ہے مالک پر

اور یہ کیونکر جائز ہوگا - اگر کوئی شبہہ کرے کہ حدیث شریف مین آیا ہے اللھم انی اسئلک رضاک والجنۃ یہان پر جنت کا سوال کیا گیا ہے - جواب یہ ہے کہ اس سوال کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سوال کرے کہ فلان صاحب سے کہان ملاقات ہوگی - اس پر وہ شخص باغ مین جانے کا آرزومند ہے تو حقیقت مین وہ باغ مقصود بالذات نہ ہوگا - بلکہ مقصود وہ صاحب ہین - مگر چونکہ وہ باغ مین ملین گے اس لیے اُس کی تمنا ہوتی ہے - جو اُس مقام پر رہتے ہین - اسی طرح حدیث شریف مین مقصود رضا ہے - جس کو جنت پر مقدم فرمایا ہے - مگر چونکہ اُس کا حصول جنت مین ہوگا - لہذا جنت کا بھی سوال کیا گیا - حق سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہین ورضوان من اللہ اکبر یہان پر رضا کو جنت سے اکبر فرمایا - اس سے معلوم ہوا کہ بڑی چیز یہی ہے - پھر یہ نکتہ بیان کیا کہ اِس اکبر کی تحصیل کے لیے ذریعہ بھی اکبر ہونا چاہیے - سو فرماتے ہین ولذکر اللہ اکبر معلوم ہوا کہ وہ ذریعہ ذکر اللہ ہے تمام احکام پر عمل کرنے سے - ذکر اللہ ہی مقصود ہے -

(۵۵)

فرمایا - اجابت دعا کی تین صورتین ہین - پہلی صورت یہ ہے کہ بعینہ وہ شے مطلوب ملجائے - دوسری صورت یہ کہ کوئی بلا آنے والی ٹل جائے - مگر انسان کو چونکہ خبر نہین ہوتی کہ کیا ہوا - کون بلا ٹل گئی - ایسے وقت بہت سے اوہام اور شکوک انسان کو گھیر لیتے ہین اور عدم قبول کا شبہہ ہونے لگتا ہے - حالانکہ وعدہ ہے اجیب دعوۃ الداع اذا دعان حدیث شریف مین آیا ہے دعا مانگتے وقت اجابت کا یقین رکھو - جب شک اور شبہہ کی ممانعت ہے تو پھر دعا مقبول کیونکر نہ ہوگی - البتہ صورت اجابت بعض اوقات یہ ہوتی ہے کہ بلا سے محفوظ ہوگیا - تیسری صورت یہ ہے کہ شے مطلوب ذخیرہ رکھ دیا جاتا ہے - مثلاً کوئی لڑکا نادان اشرفی روپیہ مانگے - تو بعض

اوقات اُس کے نام سے کسی تجارت کی کوٹھی مین جمع کر دیتے ہین اور بوجہ نادانی خود اُس کے نہین دیتے - کہ جب ہوشیار ہوگا - لیکر حسب مصلحت خرچ کرے گا - اب لیکر بجز اس کے کہ خراب کرے اور کیا کرے گا - حق تعالے بھی اپنے بندے کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہین - کہ اُس مسؤل سے اچھی نعمت آخرت مین ذخیرہ فرما دیتے ہین -

(۵۶)

فرمایا دو قول مشہور ہین - بعض نے کہا ہے الولایة افضل من النبوة اور بعض نے کہا ہے النبوۃ افضل من الولایة پس اس امر مین اختلاف ہے کہ کون افضل ہے - بعض نے مرتبۂ ولایت کو ترجیح دی کیونکہ ولایت مین توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت مین توجہ الی الخلق - اور توجہ الی الحق ظاہر ہے - کہ توجہ الی الخلق سے افضل ہے - مگر اس سے افضل ہونا ولی کا نبی سے لازم نہین آتا - کیونکہ نبی صاحب ولایت بھی تو ہین - تو اُس کی ولایت کے اُس کی نبوت سے افضل ہونے مین کوئی بعد نہین - اور بعض نے مرتبۂ نبوت کو افضل قرار دیا ہے - لیکن فیصلہ یہ ہے کہ نبوت باعتبار اپنے معنی مطابقی کے ولایت سے افضل ہے - کیونکہ مرتبۂ نبوت صرف توجہ الی الخلق نہین - بلکہ توجہ الی الحق اور توجہ الی الخلق دونون کا نام ہے - کیونکہ نبی عین توجہ الی الخلق کے وقت متوجہ الی الحق بھی ہے - بلکہ اُسکی توجہ الی الخلق بوجہ امر من اللہ ہونے کے عین توجہ الی الحق ہے - اور باعتبار معنی تضمن یعنی صرف توجہ الخلق کے وہ ولایت سے افضل نہین ہے - پس جس نے ولایت کو افضل کیا حقیقت مین معنی نبوت مین اُسنے اپنی اصطلاح خاص مقرر کر لی -

(۵۷)

فرمایا۔ شرک جس کی نسبت وعید ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ
اس کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو مستحق عبادت سمجھنا۔ اور عبادت کہتے ہین۔ کسی کے
سامنے نہایت تضرع و تذلل سے پیش آنے کو چونکہ حق تعالیٰ قادر مطلق و خالق و رازق
ہین۔ اُنکو غیرت آتی ہے کہ سوا اُن کے کسی دوسرے کے سامنے غائت تضرع
و تذلل سے پیش آئے۔ مثلاً دو شخص ہون۔ ایک اُن مین بڑے مرتبے کا ہے اور
اس بڑے مرتبہ والے نے کسی سائل کو کچھ دیا اور سائل بجاے اپنے معطی کے دوسرے
کی ایسی ہی تعریف و توصیف کرنے لگے جو اُس کے لیے چاہیے تھی۔ تو طبعی بات
ہے کہ معطی کس قدر غضبناک ہوگا۔ اسی طرح حق تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے۔ جو لوگ
مزارات پر اولیاء اللہ سے سوال کرتے ہین۔ اب دیکھنا چاہیے آیا محض وسیلہ سمجھ کر
سوال کرتے ہین۔ یا کوئی امر اس سے زائد ہے۔ سو مشرکین عرب بھی بتون کی عبادت
وسیلہ قرب الٰہی سمجھ کر کرتے ہین چنانچہ مذکور ہے ما نعبدھم الا لیقربونا
الی اللہ زلفی نہ خدا سمجھکر۔ مگر پھر بھی وہ مشرک قرار دیے گئے۔ سو سمجھنے کی
بات یہ ہے کہ وسیلے مین بھی دو صورتین ہین۔ مثال سے فرق معلوم ہوگا۔ مثلاً ایک
کلکٹر ہے۔ اُس کے پاس ایک منشی نہایت زیرک عاقل ہے۔ کلکٹر نے اپنا سارا
کاروبار حساب و کتاب اُس منشی کے سپرد کر دیا ہے اور اُسکے ذمہ چھوڑ دیا ہے
اور ایک دوسرا کلکٹر ہے اُسکے پاس بھی منشی ہے مگر کلکٹر زبردست عادل ہے
اپنا کاروبار خود دیکھتا رہتا ہے۔ منشی کے ذمہ نہین چھوڑا۔ اب اگر کوئی شخص
اُس منشی زیرک کے پاس جو پہلے کلکٹر کے پاس ہے۔ جس کے سپرد سب کام ہے
کوئی درخواست پیش کرے تو کیا سمجھ کر پیش کرے گا۔ یہ ظاہر ہے کہ منشی کو کاروبار
مین دخیل سمجھ کر پیش کرے گا۔ اور اسی واسطے اُس کی خوشامد کرے گا کہ یہ خود
سب کام کر دین گے۔ کیونکہ ان کے کل کام سپرد ہین۔ کلکٹر تو فارغ
بیٹھا ہے۔ گو ضابطہ کے دستخط وہی کرے گا۔ مگر اس منشی کے خلاف کبھی دستخط
نہ کرے گا۔ اور اگر دوسرے کلکٹر کے منشی کے یہان عرضی دیجاے گی تو محض اس

خیال سے کہ کلکٹر زبردست ہے۔ رعب والا ہے اُسکے سامنے کون جا سکتا ہے۔ اُس منشی کے ذریعہ سے درخواست کرنی چاہیے کیونکہ اُس منشی کو تقرب حاصل ہے یہ وہان پیش کردے گا۔ کیونکہ کل کام خود کلکٹر دیکھتا ہے۔ اب دیکھیے ان دونون صورتون مین کسقدر فرق ہے۔ عوام اہل قبور سے اکثر یہی صورت کا سا برتاؤ کرتے ہین۔ اُنکے افعال اعمال سے یہ ظاہر ہے۔ پھر شرک نہین تو اور کیا ہے برخلاف محض وسیلہ سمجھنے کے۔ پس شرع شریف مین عبادت غیر اللہ جہان صادق آئیگا گو بہ نیت توسل ہی سہی۔ وہ شرک ہوگا۔ غرض توسل جائز مگر۔ نعبد اللہ توسل شرک۔

(۵۸)

فرمایا۔ شیطان ایسا شریر ہے کہ بعض اعمال کو اچھے پیرایہ مین دکھلا کر اُس کام مین مشغول کر دیتا ہے کہ ظاہر مین نہایت خوب معلوم ہوتا ہے مگر اُسمین کچھ ابتلا ہوتا ہے اور پھر شیطان کی طرف سے آئین اثر ہیجان کا ہوتا ہے جس سے اُسکی پسندیدگی و مقبولیت کا شبہہ مولد ہوجاتا ہے۔ مثلاً سماع ہے کہ اُسمین بعض کو رقت طاری ہوتی ہے اور وجد ہوتا ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طلب حق مین سرگردان ہے اور یہ شخص بھی سمجھتا ہے کہ محبت حق مین مستغرق ہون مگر یہ حالت منجانب اللہ نہین ہوتی بے علم انسان کے قلب مین یہ بات پیدا ہوجاتی ہے کہ خدا کی یہ صورت ہے یہ شکل یہ ہیئت ایسا جمیل ہے اور اُسکو خدا تصور کرتا ہے۔ بعض چندے اسپر عقیدہ کر لیتا ہے جب عقیدہ ہوگیا تو جب سماع مین محبوب کے اوصاف پڑھے گئے تو اُس صورت معتقدہ کو پیش نظر کرکے اُسکی طلب مین بیقراری پیدا ہوئی وجد ہوا۔ رقت طاری ہوئی اور جو کچھ ہوا غلط عقیدے سے ہوا اور شیطان کے دھوکے سے ہوا۔ شیطان کبھی ایسا کرتا ہے کہ ایک آسمان سامنے لاکر کھڑا کر دیتا ہے جسمین فرشتے نظر آتے معلوم ہوتے ہین جو نادان ہین اُسکو واقعی تصور کر لیتے ہین مگر عارفین فی الفور سمجھ جاتے ہین کہ وہ نہ آسمان ہے نہ فرشتے محض خیالات یا جنود ابلیس ہین ایسے وقت مین بغیر شیخ کامل کام نہین چلتا آدمی نہایت دھوکہ مین پڑجاتا ہے۔

(۵۹)

فرمایا ٹھیکہ دینا ہمارے فقہا علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ تین برس سے زائد جائز نہین۔ کیا حکمت سبحان اللہ ایسا انتظام فرمایا کہ پھر کبھی کوئی قابض نہو جاوے۔

(٦٠)

فرمایا ہمارے مرشد قبلہ حاجی صاحب جب تھانہ بھون مین قیام پذیر تھے تو کبھی کبھی اشعار نعتیہ سنتے بلا آلات ایک شخص پختہ عمر کے صالح تھے اُن کو کبھی بلا لیا کرتے تھے وہ یہ پڑھا کرتے تھے ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اکثر ہمارے حضرت مرشد۔ اور ذاکرین اپنے اپنے حجرون مین سب لوگ بیٹھ جاتے اور اندر ہی اندر کیفیت ہوتی اور کسی کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ حالت تھی سماع سُننے کی فی زمانناکس قدر غلو ہے۔

(٦١)

فرمایا محبت مین کبھی شورش ہوتی ہے اور کبھی اُنس اُسکے الوان مختلف ہین جب اُنس حد اعتدال سے متجاوز ہوجاتا ہے تو انبساط بڑھ جاتا ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور شطحیانہ کلام سرزد ہونے لگتے ہین۔

(٦٢)

خادم کی اس عرض پر کہ لطائف مشکل سے کھلتے ہونگے۔ فرمایا کہ نہین۔ اور اسکی دو صورتین ہین ایک تو جاری ہونا اور یہ تصور اور حبس دم سے جلد ہو جاتا ہے دوسرے انوار کا نظر آنا اور یہ کشف ہے اور کشف اختیاری نہین۔ پھر خادم نے عرض کیا کہ شیخ کامل کی توجہ سے تو ضرور کھل جاتا ہوگا۔ فرمایا ہان صاحب تصرف ایسا کر سکتا ہے۔ مگر اسکو بقا نہین ہے۔

(٦٣)

فرمایا کہ صرف لطائف مین حرکت پیدا ہونے سے قلب ذاکر نہین ہوتا بلکہ یادداشت ہونا چاہیئے۔

(٦٤)

فرمایا۔ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو جو شخص خواب مین دیکھے خواہ کسی صورت مین دیکھے وہ صورت حلیۂ شریف کے موافق ہو یا نہو محققین اہل باطن کے نزدیک بیشک آپکو دیکھا۔ اشکال اور صور مین فرق ہونا رائی کی قلب کی وجہ سے ہوتا ہے اگر اور شکل مین دیکھا تو یہ زنگ قلب کیوجہ سے ہے تصفیہ کی حاجت اور ضرورت ہے۔ علی ہذالقیاس بعض کا ارشاد ہے کہ اپنے شیخ کامل کو اگر دیکھے اسکا بھی یہی حال ہے۔ شیطان اُنکی صورت مین بھی متمثل نہین ہو سکتا کیونکہ اولیاء اللہ نائب ہین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ گو متمثل نہین ہو سکتا مگر کہہ سکتا ہے کہ مین فلان ہون پھر باقی رہا یہ کہ جی مین کیونکر معلوم ہو۔ تو بات یہ ہے کہ مومن کا قلب قبول نہ کریگا اگر شیطان ہوگا۔ اور عدم تمثل کیوجہ بعض نے یہ لکھی ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم مظہر ہین اسم ہادی کے اور شیطان مظہر ہے اسم مضل کا۔ پس بوجہ اس تقابل اور تضاد کے شیطان متمثل نہین ہو سکتا

(٦٥)

فرمایا کہ خواب یا بیداری مین کشف کیوجہ سے جو رویت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے اُس سے آدمی صحابی نہین ہوتا۔ اس فضیلت مین عہد نبوت کو بھی دخل ہے۔

(٦٦)

فرمایا نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ مالک کے ساتھ ایک خاص لو لگ جائے اور یہ بات سینہ بسینہ آرہی ہے بغیر صحبت کامل میسر نہین ہوتی اور جو چیز سینہ بسینہ مشہور ہے کہ اہل اللہ کے پاس ہے وہ یہی ہے۔

(٦٧)

فرمایا کہ آدمی کو بالکل گوشہ نشین ہونا ٹھیک نہین ہر کام کو اپنے اوقات مقررہ پر کرے دنیا کا کام اپنے وقت مین درود وظائف اپنے وقت مین حتی کہ گاہ گاہ لطیف اور مختصر مزاح بھی اپنے اور دوسرے مسلمان کی تفریح اور تطییب قلب کے لیے اپنے موقع مین کر لینا مفید ہے اسطرح پر سب کام چلتا رہیگا ورنہ بالکل گوشہ نشین ہونے سے بعض اوقات طبیعت مین شوق اور امنگ کا مادہ ضعیف ہوجاتا ہے اور یہ وجہ اسکے کام چلنا دشوار ہے۔

فرمایا بعض مقام پر بہشتی دروازہ ہے مین نے اپنے اُستاد علیہ الرحمہ سے دریافت کیا تھا تو فرمایا تھا کہ شاید کسی شیخ نے اپنی جماعت کے لیے بہشتی ہونے کی دعا کی اور اُسوقت اُنکو الہام ہوا ہوگا کہ اگر اسوقت اس راستہ سے نکل جائے تو بہشتی ہے اُنھون نے ظاہر کیا ہوگا لوگون نے حکم مستمر قرار دیا۔ واللہ اعلم اور اُس وعدہ بشارت مین اُس دروازہ کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ ایک صورت تھی تعیین مصداق ومحل اُس بشارت کی۔

(٦٨)

فرمایا بعد تکمیل کسی کو مقام مرجا مل جاتا ہے کسی کو خوف کسیکو اور کچھ اور قلب مین نسبت کا رسوخ

(۶۰)

فرمایا ہمارے مرشد قبلہ حاجی صاحب جب تھانہ بھون مین قیام پذیر تھے تو کبھی کبھی اشعار نعتیہ سنتے بلا آلات ایک شخص پختہ عمر کے صالح تھے اُن کو کبھی بلا لیا کرتے تھے وہ یہ پڑھا کرتے تھے ؎

مرحبا سید مکی مدنی العربی   دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

اکثر ہمارے حضرت مرشد۔ اور ذاکرین اپنے اپنے حجرون مین سب لوگ بیٹھ جاتے اور اندر ہی اندر کیفیت ہوتی اور کسی کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ حالت تھی سماع سُننے کی فی زمانہ کس قدر غلو ہے۔

(۶۱)

فرمایا محبت مین کبھی شورش ہوتی ہے اور کبھی اُنس اُسکے الوان مختلف ہین جب اُنس حد اعتدال سے متجاوز ہو جاتا ہے تو انبساط بڑھ جاتا ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور شطحیات کلام سرزد ہونے لگتے ہین۔

(۶۲)

خادم کی اس عرض پر کہ لطائف مشکل سے کھلتے ہونگے۔ فرمایا کہ نہین۔ اور اسکی دو صورتین ہین ایک تو جاری ہونا اور یہ تصور اور حبس دم سے جلد ہو جاتا ہے دوسرے انوار کا نظر آنا اور یہ کشف ہے اور کشف اختیاری نہین۔ پھر خادم نے عرض کیا کہ شیخ کامل کی توجہ سے تو ضرور کھل جاتا ہوگا۔ فرمایا ہان صاحب تصور پیدا کر سکتا ہے۔ مگر اسکو بقا نہین ہے۔

(۶۳)

فرمایا کہ صرف لطائف مین حرکت پیدا ہونے سے قلب ذاکر نہین ہوتا بلکہ یاد داشت ہونا چاہیئے۔

(۶۴)

فرمایا۔ حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کو جو شخص خواب مین دیکھے خواہ کسی صورت مین دیکھے وہ صورت حلیۂ شریف کے موافق ہو یا نہو محققین اہل باطن کے نزدیک بیشک آپکو دیکھا۔ اشکال اور صور مین فرق ہونا رائی کی قلب کی وجہ سے ہوتا ہے اگر اور شکل مین دیکھا تو یہ زنگ قلب کیوجہ سے ہے تصفیہ کی حاجت اور ضرورت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس بعض کا ارشاد ہے کہ اپنے شیخ کامل کو اگر دیکھے اُسکا بھی یہی حال ہے۔ شیطان اُنکی صورت مین بھی متمثل نہین ہو سکتا کیونکہ اولیاء اللہ نائب ہین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ بات بھی سمجھنی ہے کہ گو تمثل نہیں ہو سکتا مگر کہہ سکتا ہے کہ میں فلان ہون پھر باقی رہا یہ کہ جی مین کیونکر معلوم ہو۔ تو بات یہ ہے کہ مومن کا قلب قبول نہ کریگا اگر شیطان ہوگا۔ اور عدم تمثل کی وجہ بعض نے یہ لکھی ہے کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم مظہر ہین اسم ہادی کے اور شیطان مظہر ہے اسم مضل کا۔ پس بوجہ اس تقابل اور تضاد کے شیطان متمثل نہین ہو سکتا

(۶۵)

فرمایا کہ خواب یا بیداری مین کشف کیوجہ سے جو رویت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہوتی ہے اُس سے آدمی صحابی نہین ہوتا۔ اس فضیلت مین عہد نبوت کو بھی دخل ہے۔

(۶۶)

فرمایا نسبت کی حقیقت یہ ہے کہ مالک کے ساتھ ایک خاص لو لگ جائے اور یہ بات سینہ بسینہ آرہی ہے بغیر صحبت کامل میسر نہین ہوتی اور جو چیز سینہ بسینہ مشہور ہے کہ اہل اللہ کے پاس ہے وہ یہی ہے۔

(۶۷)

فرمایا کہ آدمی کو بالکل گوشہ نشین ہونا ٹھیک نہین ہر کام کو اپنے اوقات مقررہ پر کرے دنیا کا کام اپنے وقت مین درود وظائف اپنے وقت مین حتی کہ گاہ گاہ لطیف اور مختصر مزاح بھی اپنے اور دوسرے مسلمان کی تفریح اور تطییب قلب کے لیے اپنے موقع مین کر لینا مفید ہے اسطرح پر سب کام چلتا رہے گا ورنہ بالکل گوشہ نشین ہونے سے بعض اوقات طبیعت مین شوق اور امنگ کا مادہ ضعیف ہوجاتا ہے اور پھر اسکے کام چلنا دشوار ہے۔

فرمایا بعض مقام پر بہشتی دروازہ ہے مین نے اپنے اُستاد علیہ الرحمہ سے دریافت کیا تھا تو فرمایا تھا کہ شاید کسی شیخ نے اپنی جماعت کے لیے بہشتی ہونے کی دعا کی اور اُسوقت اُنکو الہام ہوا ہوگا کہ اگر اسوقت اس راستہ سے نکل جائے تو بہشتی ہے اُنھون نے ظاہر کیا ہوگا لوگون نے حکم مستمر قرار دیا۔ واللہ اعلم اور اُس وعدہ بشارت مین اُس دروازہ کو کوئی دخل نہ تھا بلکہ ایک صورت تھی تعیین مصداق و محل اُس بشارت کی۔

(۶۸)

فرمایا بعد تکمیل کسی کو مقام مرجا مل جاتا ہے۔ کسی کو خوف کسیکو اور کچھ اور قلب مین نسبت کا رسوخ

ہوجاتا ہے یہ مقامات¹ ہیں اور احوال دوران تکمیل میں پیش آتے ہیں کوئی حال ایسا ہوتا ہے کہ اُس سے بعض کا انتقال ہوگیا۔ **امام غزالی** رحمہ کو بھی دس برس تک قبض رہا اُسکے بعد بے شمار علوم کا فیضان ہوا۔

(۶۹)

فرمایا بعض اوقات انسان بعض غیر واجب طاقت کی دعا کرتا ہے اور قبول نہیں ہوتی وجہ اُسکی یہ ہے کہ اُسکے حق میں وہ عجب وریا کا ذریعہ بننے والی ہوگی ان اُمور کو بجز حق سبحانہ وتعالےٰ کے اور کون معلوم کرسکتا ہے بعض اوقات انسان سے گناہ ہوجاتا ہے اور وہ اُسکے لیے کسی حکمت کا سبب ہوتا ہے وہ یہ کہ گناہ کے بعد صدور محبت کے حزن وندم پیدا ہوتا ہے جس سے صفائے باطن میسر ہوتا ہے ان حکم پر کون مطلع ہوسکتا ہے بجز حق تعالےٰ جل جلالہٗ کے لیکن یہ خاص حکمت دائمی نہیں پس اُسکے بھروسہ اگر کوئی اطاعت میں کمی معصیت پر جرأت کرے گا وہ زندیق ہوگا۔

(۷۰)

فرمایا انسان کو چاہیے کہ اپنے کو مستقل نہ سمجھے بلکہ یہ خیال کرے کہ میں غیر کے ملک میں ہوں اور کبھی یہ خیال نہ جائے کہ فلاں حالت پر ہوتا تو بہتر تھا بلکہ رضا وتسلیم اختیار کرنا چاہیے ورنہ پریشانی بڑھتی ہے جیسے بیل بندھا ہوا ہو وہ اپنے آپ کو جسقدر کھینچے گا اور گلا پھنسے گا اور جسقدر کھونٹے سے جسمیں بندھا ہوا ہے قریب ہوگا راحت پاویگا انسان کو بھی یہی خیال کرنا چاہیے۔

(۷۱)

فرمایا کہ انسان کو بالکل اہل تجرد ہونا اور نہ اہل تعلق کو مذموم سمجھنا چاہیے جو لوگ بے تعلقی اختیار کیے ہوتے ہیں اُنکی یہ بے تعلقی اہل تعلق ہی کی بدولت قائم ہے ورنہ تمام حوائج بند ہوجاویں۔

(۷۲)

فرمایا اہل باطن کا عجیب حال ہوتا ہے ایک بزرگ نے اپنا بایاں پیر مسجد کے اندر سہواً رکھدیا

¹ مقام کے معنے میں یہ ایک دوسری اصطلاح ہے یعنی راسخ مقام ہے اور غیر راسخ حال اور ایک اصطلاح یہ مشہور کہ مقام مکتسب ہے اور حال موہوب ۱۲ منہ

گھبرا گئے کسی نے دریافت کیا کہ حضرت اسقدر پریشان کیون ہوئے فرمایا مجھے خوف ہوا ایسا نہو کہ ترک اتباع سنت سے نور باطن جو کچھ عنایت ہوا ہے سلب ہوجاوے فی زماننا باحت کا ایسا دروازہ کشادہ ہورہا ہے کہ ان امور کا تو کیا فرائض ومحرمات تک کا بھی کچھ خیال نہین ہے۔

(۷۳)

فرمایا میری رائے ناقص مین اتحاد وتغائر نفس وروح وقلب وعقل مین اختلاف نزاع لفظی ہے کیونکہ امور متغایرہ مین کوئی نہ کوئی ما بہ الاشتراک ضرور ہوتا ہے جسنے ما بہ الاشتراک پر نظر کی سبکو حقیقت واحد کہدیا جسنے ما بہ الامتیاز پر نظر کی سبکو متغائر کہدیا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(۷۴)

فرمایا آیت سورۂ یونس سے اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے تکلم بکلمۃ الایمان کیا وجود تصدیق پر کوئی کلمہ دال نہین سواس سے عند اللہ اُس ایمان کا مقبول ہونا ثابت نہین ہوتا اور اگر مان لیا جاوے کہ تصدیق بھی تھی تو یہ تصدیق اضطراری تھی جو اکثر کفار کو حاصل ہے کما قال اللہ تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم اور خود فرعون کو بھی قبل سے تھی وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلماً وعلوا مگر فرق اتنا تھا کہ اس سے پہلے تکلم نہین کیا تھا اُسوقت تکلم کیا سو یہ تکلم ممکن ہے کہ عذاب غرق سے بچنے کے لیے ہو نہ انقیاد وتسلیم کے طور پر جسطرح اسکی نظیر پہلے بھی ہوئی تھی قالو یا موسیٰ ادع لنا ربک بما عہد عندک لئن کشفت عنا الرجز لنؤمنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل الیٰ اخرہ۔ اور ایمان مامور بہا اور مقبول وہ ہے جسمین تصدیق اختیاری ہو اور تکلم انقیادی ہو اسلیے اس آیت سے اسکا مومن مقبول الایمان ہونا ثابت نہین ہوتا اور جو قول حضرت شیخ اکبر قدس اللہ سرہ کیطرف منسوب ہے حسب تحقیق شیخ عبد الوہاب شعرانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسا کہ الیواقیت والجواہر مین ہے وہ شیخ اکبر کے کلام مین مدسوس ہے دوسرے نصوص سے اُسکا ناری ہونا صاف ثابت ہوتا ہے جسمین تاویلات کی گنجائش نہین ہے اور خود شیخ کی آخر تصنیفات مین فرعون کا ناری ابدی ہونا مصرح ہے جیسا کہ الیواقیت مین ہے اور ایسے احتمالات وتاویلات سے تو کوئی کلام خالی نہین۔

(۷۵)

فرمایا اطمینان اور چیز ہے اور ایمان اور چیز انمین فرق قرآن مجید سے سمجھنا چاہیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا رب ارنی کیف تحی الموتی ارشاد ہوا اولم تؤمن عرض کیا بلی ولکن لیطمئن قلبی اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تو تھا یعنی تصدیق مگر اطمینان کی طلب تھی اور وہ فرق یہ ہے کہ ایمان تو فقط تصدیق سے ہے اور اطمینان وہ کیفیت خاص ہے جو بعد مشاہدہ ہوتی ہے

(۷۶)

فرمایا مشیت دو ہین مشیت عباد مشیت رب بندہ کے افعال بمشیت بندہ ہین مگر وہ مشیت معلول ہے مشیت رب قال اللہ تعالیٰ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین اور بندون کے افعال بمشیت بندہ کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مشیت اول افعال کی علت قریبہ ہے اور مشیت رب علت بعیدہ اور نسبت علت قریبہ کیطرف کیا کرتے ہین قدریہ اور جبریہ ایک ایک مشیت پر نظر کر کے راہ حق سے بہک گئے اہل سنت وجماعت کی نظر دونون مشیتون پر ہے صراط مستقیم پر قائم رہے۔

(۷۷)

فرمایا کہ مولانا فتح محمد صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایکمرتبہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب عمت فیوضہم مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور مولود شریف کے جلسے مین ہمارے حضرت حاجی صاحب قبلہ بلائے گئے حضرت مرشد قبلہ نے جناب مولانا رشید احمد صاحب سے خطاب کر کے فرمایا کہ آپ بھی چلتے ہین حضرت مولانا نے فرمایا کہ چلتا تو ضرور کیونکہ اس مولود شریف مین مفاسد نہین نہایت احتیاط کے ساتھ ہے مگر مین ہندوستان مین وہان کے مفاسد کیوجہ سے منع کیا کرتا ہون اب میرا جانا سند ہوگا جب حضرت مرشد قبلہ حاجی صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ مین تمہارے جانے سے اتنا خوش نہوتا جسقدر نہ جانے سے خوش ہوا۔

(۷۸)

فرمایا خیالات اگر عبادت کے اندر آوین کچھ پروا نہ کرنا چاہیے اور انکی دفع مین زیادہ کاوش نکرنا چاہیے ورنہ اور زیادہ آوینگے البتہ خیالات کا خود لانا برا ہے اور آنا کچھ بھی برا نہین قلب مثل ایک دریا کے ہے کہ بیشمار موجین اسمین اٹھتی ہین اسلیئے اگر خیالات آوین آنے دو بلکہ بعض اوقات اس مین یہ

فائدہ ہے کہ اگر وہ نہ آوین تو شیطان کو موقع ملتا ہے کہ قلب مین زیادہ بیہودہ بُرے خیالات پیدا کرتا ہے ع این بلا دفع بلاہاے بزرگ۔

(۷۹)

فرمایا فی زماننا ضعف زیادہ ہین اسلیے اسباب کو ترک نہ کرنا چاہیے کیونکہ اس سے شیطان کو موقع ملتا ہے پریشان کرنیکا اور احیاناً اسمین کچھ غلطی ہوجاوے تو اپنے کو خاطی سمجھکر توبہ کرتا رہے اسباب کو ترک نہ کرے کیونکہ ترک اسباب سے بعض اوقات جو مفاسد پیدا ہوجاتے ہین وہ اس غلطی سے اقبح ہوتے ہین البتہ اگر شیخ کامل تجویز فرماوے تو اور بات ہے۔

(۸۰)

فرمایا کسی کام کو سہل سمجھکر ترک نہ کرے بلکہ ہمیشہ کرتا رہے اسکا نفع بعد کو محسوس ہوگا۔

(۸۱)

فرمایا کلام اللہ مین کہین صیغہ واحد متکلم کا ہے کہین جمع کا مثلاً الیوم اکملت لکم دینکم مین واحد متکلم ہے ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک - مین جمع متکلم ہے غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس مقام پر رحمت اور شفقت کا مضمون ہے وہان واحد متکلم کے ساتھ ارشاد فرماتے ہین چنانچہ آیت مذکورہ مین تکمیل دین کا ذکر تھا جو سراسر نعمت ہی اسلیے اکملت لکم فرمایا اور جہان شان جلال و استغنا اور عظمت کا بیان ہے وہان جمع کا صیغہ آیا ہے کہ ہمنے ایسا کیا ہم ایسا کرینگے یہ بات سمجھ مین آتی ہے۔

(۸۲)

فرمایا نماز مین جی لگنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ زبان سے پڑھتا ہے اسمین ہر ہر لفظ پر مستقل ارادہ کرکے پڑھے صرف یاد سے پڑھتا نہ چلا جاوے انشاءاللہ جمیع خیالات دفع ہوجاوینگے اور جی لگنے لگے گا۔

(۸۳)

فرمایا خلاصہ دستور العمل کا یہ ہے کہ اول اسم ذات کا ذکر لسانی کرے پھر قلبی یعنی شغل پھر مراقبہ اور یہ سب اس کثرت سے کرے کہ حال ہوجاوے اور ہمارے حضرت مرشد حاجی صاحب قبلہ کے یہان تمام لطائف مین سے قلب پر زیادہ توجہ مقصود ہے۔

(۸۴)

چند سائلین نے دریافت کیا کہ ۷۳ فرقہ جنکی نسبت ارشاد حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہے کلھم فی النار الا امۃ واحدۃ اسکے کیا معنے ہین وجہ اشکال کی یہ تھی کہ اگر فی النار کا یہ مطلب ہے کہ ابد کیلیے جاوینگے تو کفار مین اور انمین کیا فرق ہوا حالانکہ یہ سب فرقے اہل اسلام ہی کے ہین اور اگر یہ مطلب ہے کہ برائے چندے جاوینگے تو ایسا جانے مین تو عصاۃ اہل سنت بھی شریک ہین پھر اہل سنت کے استثناء کے کیا معنے جواب دیا کہ یہ لوگ ابد کے لیے نجاوینگے بلکہ بعد سزا سب کی نجات ہوگی یعنی جنکو ایمان وتصدیق قلبی حاصل ہے اُنکو نجات ہوگی گو ۷۲ فرقہ مین سے ہو اور تخصیص ان ۷۲ کی اس اعتبار سے ہے کہ انکو عقائد فاسدہ پر بھی عذاب ہوگا جسمین اہل سنت شریک نہین اور رہ اعمال پر سزا ہو تو اسمین سب شریک ہین اور تصدیق کی قید اسلیے لگائی کہ اگر کسی مبتدع کو ایسا غلو ہوجاوے کہ وہ حد ایمان ہی سے خارج ہو جاوے تو وہ اسلام ہی سے خارج ہے اسکی ابدیت ناریت مین کوئی اشکال نہین بعض نے دریافت کیا کہ کیا رنڈیون کو بھی نجات ہے فرمایا ہان نجات ہے کیونکہ ایمان وتصدیق قلبی تو ہے گو معصیت مین مبتلا ہین۔

(۸۵)

فرمایا کہ مبتدعین کافر نہین ہین قرآن وحدیث مین تاویل کرتے ہین تکذیب نہین کرتے تکذیب سے کفر لازم آتا ہے تاویل سے نہین لازم آتا مگر اُس مین اتنی اور شرط ہے کہ وہ تاویل ضروریات دین مین نہ ہو۔

(۸۶)

فرمایا حزب البحر اطمینان رزق اور مقہوری اعدا کے لیے مجرب ہے اور یا مغنی کا ورد گیارہ سو مرتبہ بعد نماز عشا اول آخر درود شریف ۱۱ بار وسعت رزق کیلیے بہت ہی مفید ہی۔

(۸۷)

فرمایا کیفیت استغراقیہ جو حضرات صوفیہ سے متوسطین کو حاصل ہوتی ہے کوئی بڑا کمال نہین ہے جیسا کہ عام لوگ سمجھ رہے ہین اگر استغراق بڑا مرتبہ ہوتا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد صادر نہ ہوتا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ نماز کو طول دون مگر نماز مین کسی بچے کی آواز سُنکر تخفیف کر دیتا ہون

کہ اسکی مان پریشان نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اُسوقت آپ کو استغراق نہ ہوتا تھا البتہ محمود ضرور ہے
ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم اور خلیفہ خاص نے
جو کہ ماشاء اللہ صاحب کشف بھی ہین یہ خیال کر کے کہ کامل صلوٰۃ دو رکعت توپڑھلین تمام
شرایط و آداب کے ساتھ نماز پڑھی پھر شوق ہوا اُسکی حقیقت دریافت کرنے کا پس اُسکی طرف
متوجہ ہوئے کہ منکشف ہو جاوے تو کیا دیکھا ایک حسین عورت زیور سے آراستہ سامنے آئی
مگر اندھی ہے اُن صاحب کو تعجب ہوا کہ شرایط و آداب مین تو کوئی کمی نہین ہوئی پھر آنکھین کور
کیون دیکھین ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ کی خدمت بابرکت مین حاضر ہو کر عرض
کیا فوراً حضرت صاحب نے اپنے نور باطن سے دریافت کر کے فرمایا کہ غالباً تم نے آنکھین بند
کر کے نماز پڑھی ہوگی سو چونکہ ہمارے حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم آنکھین بند کر کے نماز نہ پڑھتے
تھے بلکہ آنکھین کشادہ ہوتین یہ خلاف سنت ہوا اسوجہ سے یہ نقصان نظر آیا۔

(۸۸)

فرمایا شعراء کی اصطلاح مین شاہد معشوق کو کہتے ہین اصل مین یہ اصطلاح صوفیہ کی ہے یہ لفظ عربی ہے
اسکے معنے گواہ کے ہین بعد مجاہدات کے فناء نفس کا امتحان اسطرح تجویز کیا گیا ہے کہ اگر سامنے
کوئی حسین معشوق آجاوے اور اُسکی وجہ سے حالت مین تغیر پیدا نہ ہو تو وہ معشوق گویا گواہ
اور شاہد ہوگا فناء نفس کا اسلیے شاہد کہتے ہین۔

(۸۹)

فرمایا کہ ایک شخص نے خواب مین دیکھا ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلۂ عالم کو کہ آپ کا
نام مبارک ایک ترازو پر لکھا ہوا ہے اور وہ ترازو آسمان سے اُتری ہے مین نے یہ تعبیر دی
کہ ترازو کے دو پلے ہوتے ہین تو یہان ایک سے مراد شریعت ہے اور دوسری سے طریقت
پس ہمارے مرشد دونون کے برابر حقوق ادا کر رہے ہین نہ افراط ہے نہ تفریط ہے ایک کے
غلبہ سے دوسرے کا حق ضائع نہین فرماتے کسی نے خوب کہا ہو ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق		ہر ہوسناکے نداند جام سندان باختن	

(۹۰)

فرمایا ہمارے مرشد حاجی صاحب قبلہ کی یہ حالت تھی کہ بسا اوقات تمام شب گذرجاتی اور سوتے نہ تھے ذکراللہ مین مشغول ہوتے بعد نماز عشا خادم سے دریافت فرماتے کہ لوگ مسجد سے چلے گئے خادم جواب دیتا جی ہان آپ بستر سے اُٹھتے اور ذکراللہ مین تمام شب مشغول رہتے اور یہ حالت گریہ وزاری کی ہوتی تھی کہ سننے والون کا کلیجہ پھٹا جاتا تھا اور آپ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے ؎

	اے خدا این بندہ را رسوا مکن	گر بدم من ستر من پیدا مکن	

مین نے حضرت مرشد سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ مین ایک سانس مین ڈیڑھ سو ضربین لگا لیتا تھا۔

(۹۱)

فرمایا ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب نہایت رحیم کریم اور حکیم و محقق تھے ایک غیر مقلد نے بیعت کی درخواست کی اور یہ شرط لگائی کہ مین غیر مقلد ہی رہونگا آپ نے غایت رحمت سے قبول فرمایا اور اُسکو بیعت سے مشرف کیا اور یہ فرمایا کہ تم اپنے ہی طریقہ پر رہو مگر آئندہ مسئلہ غیر مقلد سے مت پوچھنا اُنکی یہ حالت ہوئی کہ خود بخود عشا تک رفع الیدین آمین بالجہر وغیرہ سب ترک کردیا حضرت صاحب کو خبر ہوئی فرمایا بھائی میری وجہ سے سنت پر عمل کرنا ترک مت کرو مین فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عمل کرنے کو منع نہین کرتا جبکہ محبت کے باعث تم کرتے ہو البتہ اگر تمھاری تحقیق بدل جائے دوسری بات ہے سبحان اللہ کیا تعلیم و تحقیق کی شان تھی کہ مشائخ مین اسکا نظیر نہین ۔

(۹۲)

فرمایا ایک بزرگ خاندان نقشبندیہ کے تھانہ بھون تشریف لاکر ہمارے حضرت مرشد صاحب سے ملے چونکہ اس خاندان کے لوگ ذکر خفی کیا کرتے ہین جب تہجد کے لیے اُٹھتے تو ہمارے حضرت کے یہان ذکر جہر کرتے اور وہ اُنکو ہنسا کرتے مگر وہ حضرت بوجہ ذکر خفی اکثر مراقبہ مین سوجاتے اور یہ حضرات اپنے ذکر کو پورا کرلیتے اور صبح کو یہ اُنپر ہنسا کرتے کہ کیون جہر کا فائدہ دیکھا کہ ہمنے اپنا کام کرلیا اور آپ سوتے رہے یہ سب مزاحاً فرمایا کرتے۔

(۹۳)

فرمایا مین نے ضیاء القلوب اپنی مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ سے پڑھی ہی اسمین کشف قبور اور کشف واقعات آیندہ وکشف خواطر کے طرق بھی موجود ہین جسکو آجکل کے لوگ کمال درویشی سمجھتے ہین جب اُس مقام پر پہونچا تو حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ بزرگون سے جو پہونچا اُسکو مین نے ضیاء القلوب مین لکھدیا ہے مگر یہ کمال کی چیزین نہین ہین یعنی طرق کشف وغیرہ بلکہ مضر ہین ان سبکو ترک کر دینا چاہیے مقصود ذکر اللہ ہے ان اعمال سے کچھ فائدہ نہین بلکہ یہ سب حجابات ہین سبکی نفی کرنا چاہیے۔

(۹۴)

فرمایا ذکر دائم مقصود ہی جسکو جو کچھ ملا ذکر اللہ و اتباع سنت سے ملا طرق ذکر کی تحقیقات وتقییدات ضروری نہین رائے شیخ سے اسمین تبدل ہو سکتا ہی نسبت مع اللہ ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہی اور یہی مقصود ہے یہ طرق ومجاہدات خاصہ معالجات نفس کے درجے مین ہین پس چارون خاندانون کا حاصل ایک ہی ہوا اور ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ چارون خاندانون مین اسوجہ سے بیعت فرما لیتے تھے کہ پھر کسی خاندان پر اعتراض کی گنجایش نہ رہے جیساکہ استخوان فروشون نے طریقہ اختیار کیا ہی اور حضرت مین ایک جامعیت کی شان تھی۔

(۹۵)

فرمایا بہت سے اعمال مشائخ کرام فی نفسہ ناجائز نہین ہین مگر چونکہ عوام مین غلو ہو گیا ہی اسوجہ سے اُنسے منع کیا جاتا ہے حضرت مولانا رشید احمد صاحب اور ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ مین جو بعض اُمور مین اختلاف ظاہری معلوم ہوتا ہی وہ اختلاف مشورہ کا ہی اصل مسائل مین اختلاف نہین ہی حضرت مولانا کی تحقیق تھی کہ عوام مین فساد عقیدہ وغلو زیادہ ہی اسلیے منع کرنا چاہیے اور ہمارے حضرت مرشد صاحب قبلہ مین نرمی اور حسن ظن اور کرم اسقدر غالب تھا کہ تاویل فرما دیتے تھے اور عوام کے مفسدہ کی پوری اطلاع نتھی باقی جسکو حضرت مولانا منع فرماتے تھے حضرت حاجی صاحب اُسکی اجازت نہ دیتے تھے۔

(۹۶)

فرمایا کہ ایک شخص نے مجھے لکھا کہ مجھے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر وقت خیال رہتا ہی یہانتک کہ بول وبراز مین بھی کہین یہ خیال بوجہ خلاف ادب ہونیکے میری خرابی کا سبب ا میری خرابی کا سبب نہو دعا کیجیے کہ ایسے مواقع پر یہ زایل ہو جایا کرے مین نے جواب مین لکھا کہ یہ دولت کسکو نصیب ہوتی ہے غنیمت سمجھو حدیث شریف آیا ہی کہ حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم حق تعالی کو ہر وقت یاد فرماتے تھے یذکر اللہ فی کل احیانہ الفاظ آئے ہین —

(۹۷)

فرمایا مسائل مختلف فیہا مین ایک جانب کو یقینی حق سمجھنا اور دوسری جانب کو یقیناً باطل سمجھنا نہ چاہیئے کیونکہ بعض اوقات موت کے وقت حقیقت کا انکشاف ہوجاتا ہی اُسوقت فرض کیجیئے جسکو باطل سمجھتا تھا وہ اگر صحیح ظاہر ہوا تو ایسے وقت مین شیطان کو موقع بہکانیکا ملتا ہی کہ شاید تمہارے تمام یقینیات کا یہی حال ہو حتیٰ کہ توحید و رسالت مین بھی شبہہ پیدا ہوجاتا ہی پس ایسی حالت مین اندیشہ ایمان برباد جانیکا ہوجاتا ہی۔

(۹۸)

فرمایا حضرت معاویہ رضؓ کو بُرا نہ کہنا چاہیئے فقہانے جو اُنکی نسبت جور کا لفظ لکھا ہے تو یہ لفظ بمقابلہ عدل کے ہی جسطرح عدل کے مراتب ہین جور کے بھی ہین صغیرہ سے کبیرہ تک سب اسمین داخل ہین پس اس سے استدلال کبیرہ پر کیونکر کرسکتے ہین اور اگر بالفرض ارتکاب کبیرہ کا بھی کوئی ثابت کردے تب بھی بُرا کہنا نہ چاہیئے خود حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر صحابی سے ارتکاب کبیرہ کا ہوجاوے تو اُسکو بُرا کہنا جائز نہین وہ حدیث یہ ہی بعض صحابہ کا گذر ایک مردہ جانور پر ہوا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مردہ کو کھاؤ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ تو مردہ ہی حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمنے جو ماعزؓ کو کہ اُنسے معصیت زنا کی سرزد ہوگئی تھی برا کہا اس مردہ کا کھانا اُس سے زیادہ برا نہین اس سے معلوم ہوگیا کہ صحابی کو برا کہنا کسیطرح بھی جائز نہین علاوہ اسکے اگر دو بھائی یا باپ بیٹے مین تنازع واقع ہو تو دوسرونکی کیا مجال کہ زبان ہلاوے امام غزالیؒ نے لکھا ہی کہ کسی نے خواب مین دیکھا کہ قیامت قائم ہی اور حضرت علی کرم اللہ تعالے کا مقدمہ پیش ہو حقتعالی کے سامنے جب فیصلہ ہوا تو آپ باہر تشریف لائے پوچھا گیا کہ کیا معاملہ ہوا آپنے فرمایا قضی لی و رب الکعبۃ یعنی میرے موافق فیصلہ ہوا پھر حضرت معاویہ باہر آئے اُنسے پوچھا گیا فرمایا غفر لی و رب الکعبۃ یعنی حقتعالے نے مجھے بخشدیا لوگون نے لاتسبوا الاموات پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہی کسقدر خرابی کی بات ہی۔

(۹۹)

فرمایا تجلی ذاتی منتہائے احوال مین سے ہی مقاصد و مقامات مین سے نہین ہی مقصود رضاء حق ذکر رضا کیلیے ہونا چاہیئے اور زیادہ کیفیات کے درپئے نہونا چاہیئے فاذکرونی اذکرکم ارشاد ہی پس فکر حق پر یہ ثمرہ مقصود یہی ہی کہ وہ ہمارا ذکر کرین رحمت و رضا سے حالات کے درپئے نہونا خلاف شان طلب ہی کیونکہ حالات کا طالب خدا کا طالب کہان ہی پس ذکر دائم یعنی یادداشت ہونا چاہیئے۔

(۱۰۰)

فرمایا چند شکلون مین متشکل ہونا کوئی کمال کی بات نہین ہے بعض بزرگون کو جو اہل تصرف ہوتے ہین عناصر پر قدرت ہوجاتی ہی کہ وہ اُس سے چند اجساد کو ترکیب دیکر چونکہ روح مین انبساط ہی اسلیے ایک روح کو اُن چند اجساد کے ساتھ متعلق کرکے چند شکلون مین متشکل ہو سکتے ہین۔

(۱۰۱)

دور سے پکارنا اولیاء اللہ کو جائز نہین البتہ صاحب کشف ارواح کو اگر کسی ولی کی روح کا قرب مکشوف ہوجاوے اور اُس حالت مین وہ اُس سے استمداد چاہے اور حق تعالیٰ اُس روح کو خبر کردین تو ممکن ہے مگر یہ امر دائمی نہین کبھی کبھی ایسا واقعہ ہوا ہی اب لوگ دائمی سمجھینگے یہ غلط ہی بعضے تو شیخ کے نام کا وظیفہ پڑھتے ہین مسجدون مین بیٹھکر کسقدر غلو ہو رہا ہے خدا کی پناہ۔

(۱۰۲)

فرمایا ایک کرامت حضرت شیخ الشیوخ قطب العالم میاں جی نور محمد قدس اللہ سرہ کی مشہور ہی کہ آپکے یہان کوئی تقریب تھی حضرت پیرانی صاحبہ آنکھون سے بالکل معذور تھین عورتون کا ہجوم ہوا انکی مدارات مین مشغول ہوئین مگر بینائی نہ ہونے سے سخت پریشان تھین حضرت صاحبؒ سے بطور ناز کہنے لگین کہ لوگ کہتے ہین کہ آپ ولی ہین کیا جانین ہماری آنکھین جب درست ہوجاوین تب ہم جانین حضرت صاحب قدس اللہ سرہ باہر چلے گئے دعا فرمائی ہوگی اتفاقاً حضرت پیرانی صاحبہ بیت الخلاء تشریف لے گئین رستہ مین دیوار سے ٹکر لگی وہان غشی ہوگئی اور گر پڑین تمام جسم پسینہ پسینہ ہوگیا آنکھون مین سے بھی بہت پسینہ نکلا ہوش آیا تو خدا کی قدرت دونون آنکھین کھل گئین اور نظر آنے لگا حضرت میان جی صاحب قدس اللہ سرہ کی دعا کا یہ اثر ہوا یہ کرامت تھی حضرت صاحبؒ کی۔

(۱۰۳)

فرمایا انسان پر شب و روز صبح اوقات مین حق تعالیٰ کیجانب سے طرح طرح کی کے انعامات و احسانات ہوتے رہتے ہین مثلاً کھانا پینا سونا طرح طرح کے عیش و آرام ان انعامات کو جو پیش آتا جائے سوچا کرے کہ یہ انعام ہوا یہ انعام ملا اس سوچنے سے عرفان حق مین ترقی ہوتی ہے۔ اور جتنی نعمتین روزانہ ملتی ہتی ہین سب منجانب اللہ ہین فکر اور تدبیر سے غافل نہ رہے پھر دیکھیے کسقدر معرفت حاصل ہوتی ہی

(۱۰۴)

فرمایا حقائق اشیا بعد موت خود منکشف ہوجاوینگے حتیٰ کہ کفار کو بھی چنانچہ چنانچہ حقتعالیٰ فرماتے ہین وبدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون ط۔ تو جو چیز از خود منکشف ہونیوالی ہے اُسکی تحقیق و انکشاف کی فکر مین پڑنا کسقدر غلطی ہے اب تو وہ کام کرنا چاہیئے جو بعد موت نہ ہوسکے وہ عمل اور تصدیق اختیاری و ایمان بالغیب ہے لوگ ضروری امر کو چھوڑکر غیر ضروری کو اختیار کرتے ہین حق تعالےٰ رحم فرماوین۔

(۱۰۵)

فرمایا دوازدہ تسبیح پر جب ایک چلہ گذر جائے اُسوقت سلطان الاذکار شروع کرنا چاہیئے ثمرات کے اعتبار سے یہ ام الاشتغال ہے اسمین غایت استقلال چاہیئے اسکی ثمرات مین توقف ہو تنگ نہ ہو بلکہ یون سمجھنا چاہیئے کہ سو برس کے بعد کھلے گا تب بھی منظور ہے اور نہ کھلے تب بھی راضی ہون اور کشف کا قصد نکرے ورنہ بعض محققین کا قول ہے کہ اس قصد سے اور بھی نہین کھلتا اگر کبھی ذکر سے گرمی معلوم ہو تو یہ تصور کرلے کہ عرش سے باریک باریک پھوار پانی کی قلب پر پڑ رہی ہین اور اگر اس سے تسکین نہ ہو تو قلب پر لفظ اللہ چاندی کے پانی سے لکھا ہوا تصور کرے اور کلام اللہ شریف روزانہ بلاناغہ و تفکر تدبر کے ساتھ پڑھتا رہے خواہ کم ہی ہو اور بعد ہر نماز یہ مناجات پڑھ لیا کرے ؎

یارب دو کون بے نیازم گردان + از افسر فقر سرفرازم گردان + در راہ طلب محرم رازم گردان + زان رہ کہ نسوی تست بازم گردان

بیچینی کے وقت اسکی کثرت کرے ؎

یارب بتو در گریختم بپذیرم	در سایۂ لطف لایزالی گیرم
کس راگذر از جادۂ تقدیر تو نیست	تقدیر تو کردۂ بکن تدبیرم

جب بہت جی گھبرائے کہ مدت گذر گئی اور نفع نہین ہوا تو اُسوقت سنبھلنا چاہیئے اور چند بار اسکو پڑھ لینا چاہیئے حکیم سنائی کا ارشاد ہے ؎

قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع	عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب	لعل گردد در بدخشان یا عقیق اندر یمن
ماہ ہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش	صوفیئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہ ہا باید کہ تا یک پنبۂ از آب و گل	شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن

روز ہا باید کشیدن انتظار بے شمار
تا کہ در جوف صدف باران شود در عدن

جب قبض ہو یہ پڑھے عارف شیرازی فرماتے ہیں ؎

باغبان گر پنج روزے صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجران صبر بلبل بایدش

جب زیادہ جی گھبرانے لگے یہ پڑھے ؎

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
مرغ زیرک چون بدام افتد تحمل بایدش

جب ممکنات کیطرف التفات ہونے لگے اُسکے قطع کرنیکے لیے یہ پڑھے ؎

با چنین زلف و رخت بادا نظر بازی حرام
ہر کہ روئے یاسمین و جور سنبل بایدش

جب ملامت خلق کا خوف ہو تو یہ پڑھے ؎

رند عالم سوز را با مصلحت بینی چہ کار
کار ملک است آنکہ تدبیر و تحمل بایدش

جب عمل و مجاہدہ پر نظر ہونے لگے یہ پڑھے ؎

تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست
راہ رو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

اگر کبھی مصیبت آفاقی میں مبتلا ہو تو یہ پڑھنا چاہیئے ؎

ناز ہا زین نرگس مستانہ میباید کشید
این دل شوریدہ گر آن زلف و کاکل بایدش

اگر ذوق میں کمی ہونے لگے تو یہ بطور مناجات پڑھنا چاہیئے ؎

ساقیا در گردش ساغر تعلل تا بچند
دور چون با عاشقان افتد تسلسل بایدش

اگر نفس کسی شغل وغیرہ کو ٹالنے لگے تو یہ پڑھنا چاہیئے ؎

کیست حافظ تا ننوشد بادہ بے آواز چنگ
عاشق مسکین چرا چندین تحمل بایدش

دن کو غذا پوری کھائے اور رات کو ربع معدہ چھوڑ کر اور گاہ گاہ روزہ رکھے پھر لذت ذکر دیکھے بعد عشاء کے پانی نہ پیئے یا کم پیئے ذاکر شاغل کے لیے روغن زیادہ کھانا چاہیئے جب کوئی معاملہ پیش آوے وہ سب حالت اپنے مرشد سے کہے اور اس مناجات کو اثناء ذکر میں ایک ایک دو دو شعر کر کے پڑھنا موجب ترقی لذت ہے یہ مناجات حکیم سنائی علیہ الرحمہ کی ہے ؎

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نہ روم بجز آن رہ کہ تو آن رہ نمائی

ہمہ درگاہ تو جویم ہمہ درگاہ تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی

تو خداوند یمینی تو خداوند یساری … تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی
تو زن و جفت نه جوئی تو خور و خفت نخواهی … احدا بی‌زن و جفتی ملکا کامروائی
نه نیازت بولادت نه بفرزند تو حاجت … تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی
همه را عیب تو پوشی همه را غیب تو دانی … همه را رزق رسانی که تو با جود و عطائی
نبودی خلق تو بودی نبود خلق تو باشی … تو نخیزی نه نشینی نه تو کاهی نه فزائی
نه سپهری نه کواکب نه بروجی نه دقائق … نه مقامی نه منازل نه نشینی نه بیائی
بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی … بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی
بری از خوردن و خفتن بری از تهمت مردان … بری از بیم امیدی بری از رنج و بلائی
تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری … تو نمائنده فضلی تو سزاوار خدائی
نتوان وصف تو گفتن که تو در وصف نگنجی … نتوان شرح تو گفتن که تو در شرح نیائی
احدا لیس کمثلی صمدا لیس کفضلی … لمن الملک تو گوئی که سزاوار خدائی

لب و دندان سنائی همه توحید تو گوید
مگر از آتش دوزخ بودش زود رهائی



مجادلات معدلت

(۱)

ارشاد فرمایا کہ الہ آباد مین ایک دفعہ جانا ہوا - اور سید اکبر حسین صاحب جج اُس زمانے مین کسی منتہی طالب علم سے عربی پڑھتے تھے - اونھون نے طالب علم مذکور سے سوال کیا کہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر رسول کی زبان اُس کی قوم کی زبان ہوتی ہے - اور یہ یقینی بات ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان عربی تھی اس بنا پر یہ ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم یعنی جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے صرف اہل عرب ہون حالانکہ خود قرآن مین آپ کا رسول الی کافۃ الناس ہونا مصرح ہے اور عقیدہ بھی یہی ہے - اور یہ صریح تعارض ہے - طالب علم مذکور نے جواب دیا مگر اُن کی تشفی نہ ہوئی اس طالب علم نے آکر مجھسے ذکر کیا مین نے اُوس کی زبانی کہلا بھیجا کہ قرآن مین بلسان قومہ آیا ہو بلسان امتہ نہین آیا ہے - جو یہ شبہ ہو - اور قوم کہتے ہین برادری اور خاندان کو - پس وہ امت کا مرادف نہین ہے - اور قوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بلاشک عرب قریش ہی تھے - مگر اُس سے امت کا خاص عرب ہونا کیسے لازم آیا پس رسالت عام ہے قوم اور غیر قوم کو - اس جواب کو اُنھون نے بہت ہی پسند کیا

(۲)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے درخواست کی کہ ووجدک ضالا فھدی کا لفظی ترجمہ کر دو پھر کچھ سوال کرونگا وہ سمجھے تھے کہ یہ ضال کا ترجمہ گمراہ کرینگے اور مین اعتراض کرونگا - مین نے ترجمہ یہ کیا کہ پایا آپ کو آپکے رب نے ناواقف پس واقف بنا دیا - اس ترجمے سے اُن کے سب اعتراض کافور ہوا ہوگئے اور حقیقت مین

لفظ ضال محاورۂ عرب مین عام ہے جو دبعد الهدایة اور بیخبری قبل الهدایة کو ۔ اسی
طرح لفظ گمراہ فارسی محاورے مین عام ہے - مگر اُردو مین اکثر استعمال اُس کا معنی اول
مین ہے اس سیلئے ہماری زبان کے اعتبار سے ترجمہ گمراہ منشاء اشکال ہوتا ہے۔

(٣)

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے پوچھا کہ شریعت مین نیک صحبت کا امر- اور بد صحبت
سے نہین آئی ہے - پس اگر کوئی بُرا آدمی نیک آدمی کے پاس بیٹھے تو یہ بُرا آدمی تو بیشک
نیک صحبت مین ہوگا - اُس نے تو اُس امر پر عمل کیا مگر وہ نیک اس بُرے آدمی
کے پاس سے اگر نہین بھاگتا تو نیک نہین رہ سکتا - کیونکہ مخالف ہوا صحبت بدی
سے نہی کا - اور اگر بھاگتا ہے تو وہ بد آدمی پھر نیک صحبت سے کیسے فائدہ حاصل
کرے - حاصل یہ کہ نیک صحبت کسی طرح میسر نہین آسکتی - مین نے جواب دیا کہ تجربہ
اس کی شہادت دیتا ہے کہ طالب ہمیشہ متاثر ہوتا ہے - اور مطلوب مؤثر - یہان
پر نیک آدمی چونکہ مطلوب ہے - اس سیلئے وہ صحبت بد سے متاثر نہ ہوگا اور بُرا
آدمی جو طالب بن کر اُس نیک آدمی کے پاس آتا ہے بوجہ طالب ہونے کے وہ متاثر
ہوگا - بس اسی اجتماع سے وہ بُرا منتفع ہوا اور یہ نیک متضرر نہ ہوا اور اُوس نہی
شرعی کا مقصود یہ ہے کہ تم بد کے طالب یعنے تابع بن کر اوس کے پاس مت بیٹھو
فاندفع الاشکال -

(٤)

ارشاد فرمایا ولا یفلح الساحر مین شبہ ہوتا ہے کہ ساحر تو اکثر کامیاب ہوتا ہے - پھر
باوجود اس کے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ ولا یفلح الساحر میرے نزدیک یہان پر ایک
قید محذوف ہے جو قصۂ موسیٰ علیہ السلام و ساحرین سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ
ولا یفلح الساحر فی معارضة المعجزة -

(٥)

ارشاد فرمایا کہ یہ جو حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک دفعہ لیس پڑھنے سے دس قرآن

پڑھنے کا ثواب ملتا ہے - ایسے ہی بعض اور سورتون کے پڑھنے کا ثواب مثلاً ثلث قرآن یا ربع قرآن کا آیا ہے - اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر ایک دفعہ یٰسین پڑھنے کا ثواب دس قرآن پڑھنے کا ہوا تو اُن دس قرآنون مین بھی تو یٰسین ہے تو اُن مین بھی یہی حساب ہوگا پھر اُن مین بھی چونکہ یٰسین ہے اس لیے یہ سلسلہ لا الی غیر النہایہ چلیگا اور یہ تسلسل محال ہو جائے گا - پس یہ تضاعف اجر مستلزم ہے تسلسل محال کو اور مستلزم محال کو محال ہے - اس کا جواب مشہور یہ ہے کہ تضاعف اجر مین وہ دس قرآن مراد ہین جن مین سورۂ یٰسین نہ ہو - مگر میرے نزدیک یہ اس لیے بعید ہے کہ یٰسین جزو قرآن ہے اور انتفاے جزو سے انتفاے کل لازم آتا ہے - تو جب ان مین یٰسین نہوئی تو وہ قرآن کیسے ہوگا - بلکہ اُس کی قریب بتوجیہ یہ مناسب ہے کہ تضاعف اجر قراءۃ حقیقیہ پر ہے یعنی یٰسین جو پڑھی گئی ہے اُسکی قراءۃ تو حقیقی ہے اور جن دس قرآن کا ثواب اس مین ملا ہے اُون کی قراءت حکمی ہے اور اِس پر تضاعف موعود نہین - پس تسلسل لازم نہین آیا -

(۶)

ارشاد فرمایا کہ حدیث مین مضمون ہے سید اشباب اہل الجنۃ الحسن والحسین وسید اکہول اہل الجنۃ ابوبکر و عمر اس مین خدشہ ہوا کرتا ہے کہ عمر ہر دو امامین کی بھی تو کہولت کو پہونچی ہے کیونکہ حضرت حسن رض کا انتقال تقریباً پینتالیس برس کی عمر مین ہوا اور حضرت حسین رض تقریباً چھپن ستاون برس کی عمر مین شہید ہوئے پھر اُنکو شباب کیسے فرمایا - اور اگر اسکا جواب یہ دیا جاے کہ یہان شباب شیخوخت کے مقابلہ مین ہے چونکہ امامین کی عمر سن شیخوخت تک نہین پہونچی اسلیے اُن کو شاب فرمایا - تو اس کی توجیہ تو ہو جاے گی مگر یہ وجہ شیخین مین بھی مشترک ہے پھر اُون کو کہول کہنے کی کیا حکمت ہے - سو توجیہ اس کی یہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ حضرات شیخین کہ وفات کے وقت کہول تھے اُن کے مجموعہ وفات شیخین کے وقت یعنی جب حضرت عمر رض کی وفات ہوئی ہے حضرات حسنین رض شاب تھے پس لفظ شباب اپنے معنے پر رہے گا -

(۷)

ارشاد فرمایا کہ بعض فقہاے متاخرین نے جو شوال کے چھ روزون کے بارے مین یہ

جزئیہ لکھا ہے کہ اگر ان ایام مین قضاے رمضان یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھ لے تو اس کے ضمن مین شش عید کی فضیلت بھی حاصل ہو جاے گی۔ سو یہ خلاف تحقیق ہے اور اس مسئلہ کی اصل صاحب مذہب سے کہین منقول نہین۔ محض متاخرین نے اس کا قیاس تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد پر کیا ہے یعنی اگر وضو کر کے فرض پڑھ لیے یا دخول مسجد کے بعد فرض پڑھ لیے تو تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد بھی ادا ہو گیا۔ مگر یہ قیاس عند التامل الصادق ٹھیک نہین۔ کیونکہ تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی مشروعیۃ مین حکمت و علت یہ ہے کہ کوئی وضو یا کوئی دخول مسجد صلوٰۃ سے خالی نہ ہو۔ سو یہ حکمت اداے فرض سے بھی حاصل ہے بخلاف صیام ایام مذکورہ کے کیونکہ یہان خود فضیلت ان ایام کے صوم کی الگ مقصود ہے اور فرضیت اور وجوب قضاے رمضان و نذر و کفارہ جدا مقصود ہے پس یہ قیاس مع الفارق ہے۔ چنانچہ حدیث مین جو وارد ہے کہ رمضان کے بعد ان چھ روزون کے رکھنے سے گویا تمام سال روزے رکھے تو حدیث ہی مین اس کی وجہ بھی ارشاد ہوئی ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا رمضان تو برابر دس ماہ کے ہو گیا اور یہ چھ دن برابر ساٹھ دن یعنے دو ماہ کے ہو گئے۔ اھ۔ سو جب چھ روزۂ رمضان مثلاً قضا ہو گئے۔ اور اُن کو شوال مین ادا کیا تو رمضان کے روزے تو اب پورے ہوئے اور دس مہینے کا ثواب اب ملا تو یہی چھ روزے دو ماہ بقیہ کے قائم مقام کیسے ہو جائین گے۔

(۸)

مولوی محمد صاحب متوطن بنگال نے پوچھا کہ نابالغ کچھ پڑھ کر کسی کو بخش سکتا ہے یا نہین فرمایا کہ ہان بخش سکتا ہے۔ اس پر اُنھون نے شبہہ کیا کہ نابالغ کا تبرع جائز نہین۔ اوس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وہ حکم مخصوص مال کے ساتھ ہے خواہ مال حقیقی ہو یا مال حکمی ہو اور ثواب مال نہین جو اس کا تصرف غیر معتبر ٹھہرایا جاے۔ دوسرے اس سے قطع نظر تصرفات تین قسم کے ہین ایک نافع محض۔ دوسرے ضار محض۔ تیسرے [illegible]

من وجہ ضار من وجہ نافع دونون - سو نافع محض تو بدون ولی کی اجازت کے بھی معتبر ہین اور ضار محض ولی کی اجازت سے بھی معتبر نہین - اور جو من وجہ ضار اور من وجہ نافع ہین وہ ولی کی اجازت سے معتبر ہو سکتے ہین اور ایصال ثواب نافع محض ہے کیونکہ نابالغ کا اس مین ذرا بھی ضرر نہین - خود اس کو بھی ثواب ملے گا - اس لیے اس کے درست ہونے مین شبہ نہین -

(۹)

ارشاد فرمایا کہ **قنوج** مین ایک سب رجسٹرار ملے - اُن کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ اُن کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہین ہوتی تھی - اونھون نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کیے - مین نے اُن کو جواب دیا جس سے بفضلہ تعالیٰ اُن کی بالکل تسلی ہو گئی - طریق تصوف کے متعلق اُن کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور چونکہ وہ کتاب و سنت مین وارد نہین - اس لیے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے - اُون کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہین کہ مصلحتاً اون کو علاج کے طور پر برتا جاتا ہے اس سمجھانے سے اُون کی تسلی ہو گئی - اور تقلید کے بارے مین اُوس وقت اون سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہین کی گئی صرف اُون کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی جس سے اِس امر مین بھی اُن کا پورا اطمینان ہو گیا کہ وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ مین جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوی کا غلبہ نہ تھا - اس لیے اُن لوگون کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل بالاحوط کرتے تھے بعد اُوس کے ہم لوگون مین غلبہ اتباع ہوی کا ہو گیا طبیعت ہر حکم مین موافقت غرض کو تلاش کرنے لگی - اس لیے عدم تقلید مین بالکل اتباع نفس و ہوی کا رہ جائیگا - جو کہ شریعت مین سخت مذموم ہے - سو تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوی کا علاج ہے -

(۱۰)

ارشاد فرمایا کہ بعض آزاد منش لوگ علما پر اعتراض کیا کرتے ہین کہ یہ لوگون کو کافر

بناتے ہین - مین یہ جواب دیا کرتا ہون کہ بناتے نہین - بتاتے ہین - کافر بنتے تو وہ خود ہین علماء بتلا دیتے ہین -

(۱۱)

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے شبہہ لکھا تھا کہ مین حاکم مجازی کے سامنے بہت ڈرتا ہون اور اللہ تعالےٰ سے اتنا خوف نہین معلوم ہوتا - اس سے شبہہ ضعف ایمان کا ہوتا ہے - مین نے اس کا جواب لکھا تھا کہ یہ خوف طبعی ہے جس کا مدار مشاہدہ ہے تو حاکم مجازی کا زیادہ خوف بوجہ مشاہدے کے ہے اور اللہ تعالےٰ کا چونکہ مشاہدہ نہین - اس لیے زیادہ خوف نہین معلوم ہوتا - مگر انسان اس کا مکلف نہین - وہ خوف عقلی ہے جو سب سے زیادہ خداے تعالےٰ ہی کا ہے - اس لیے شبہہ ضعف ایمان کا نہ کرنا چاہیئے -

(۱۲)

ارشاد فرمایا کہ ایک صوفی غیر متشرع الہ آباد کے میرے پاس گنگوہ مین آئے اور پھولون کا ایک ہار مجھے دے کر کہا کہ آج ایک باغ مین سے پھول لایا تھا کچھ تو حضرت شاہ عبد القدوسؒ صاحب کے ہان چڑھائے اور کچھ اس مین کا بچا ہوا تمھارے پاس لے آیا - مینے اون سے اون کے مذاق کے موافق کہا کہ اگر کوئی شخص نہایت لطیف المزاج اسّی روپیہ تولہ کا عطر لگاتا ہو اور آپ اوس کے پاس بالکل معمولی اور خراب چار آنہ تولہ کا عطر لے جاکر اوس کے کپڑون مین لگا دین تو کیا اوس کو ناگوار نہو گا - سو یہ حضرات اولیاء اللہ جنت کے روائح سے مشرف ہو چکے ہین اور ان روائح اور یہ پانچ پھولون مین یہی نسبت ہے تو ان کے قبور پر ان پھولون کا چڑھانا اون کو کیسے گوارا ہوگا - یہ بات ان کی سمجھ مین آگئی اور توبہ کر لی اور کہنے لگے کہ آئندہ ایسا نہین کرون گا -

(۱۳)

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا شہید سے کسی دہریہ نے کہا کہ داڑھی ایک

زاید اور فضول چیز ہے دلیل یہ ہے کہ پیدا ہونے کے وقت نہ تھی۔ اس لیے اس کو ہرگز نہ رکھنا چاہیے۔ اس پر مولانا نے جواب دیا تو پھر دانت بھی توڑ ڈالو۔ مولانا عبدالحی صاحب بھی موجود تھے۔ فرماتے ہین کہ واہ مولانا کیا دندان شکن جواب دیا

(۱۴)

۲ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ

مغرب کے فرضون کے بعد فرمایا کہ آج مدت کے بعد ایک بہت بڑا شبہہ نماز مین حل ہوا۔ شبہہ یہ تھا کہ نقشہ نعل شریف جو بزرگون نے واسطے تحصیل برکت کے لکھا ہے اور زادالسعید کے آخر مین مین نے بھی اوس کو نقل کیا ہے۔ اس نقشہ کے مطابق اگر کوئی چمڑے کا نعل بنا کر اوس کا وہی ادب و معاملہ کرنے لگے جو کہ نقش سے کیا جاتا ہے تو آیا یہ معاملہ ٹھیک ہوگا یا نہین۔ ہرچند کہ جی اس کو قبول نہین کرتا تھا کہ چمڑے کے نمونہ نعل کے ساتھ وہ معاملہ کیا جاوے جو کہ نقش کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ مگر وجہ فرق کی بھی دونون کے درمیان سمجھ مین نہین آتی تھی۔ چونکہ شبہہ میرے خیال مین بہت قوی تھا۔ اس لیے مین نے کسی پر ظاہر نہ کیا کہ امید نہین تھی کہ جواب شافی میسر ہو سکے۔ مگر اللہ تعالے کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج نماز مین وہ شبہہ حل ہو گیا اُس کے حل ہونے سے اور بھی باتین حل ہو گئین۔ حل اس کا یہ ہے کہ نقش کا ادب اس وجہ سے ہے کہ وہ دال ہے اصل پر۔ سو نقش کی تو وضع ہی دلالت کے لیے ہے اور اُس مین استقلال کا شبہہ ہو سکتا ہے۔ اس لیے اُس کو مناسبت بھی اصل سے کم ہے اور غلو کا بھی اُوس مین اندیشہ ہے لہذا اوس کے ساتھ وہ معاملہ درست نہ ہوگا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ مکہ معظمہ اور بیت اللہ اور مدینہ منورہ اور روضہ اطہر کے نقشون سے اگر کوئی معاملہ تعظیم تکریم اور حصول برکت کا کرے تو جائز ہوگا۔ اور اگر کوئی بیت اللہ یا روضہ اطہر کے نمونہ کے مطابق مکان بنوا لے تو اوس مکان سے وہ معاملہ ناجائز ہوگا کیونکہ اوس مکان مین دلالت علی الاصل بوجہ اس کے لیے موضوع نہ ہونے کے کم ہے اور خود اوس مین گونہ استقلال بھی ہے تو اوس مین شدہ شدہ غلو کا بھی اندیشہ زاید ہے کہ چند روز مین اوس کا حج و

طوائف نہ ہونے لگے۔

(۱۵)

بعض لوگون کو رسوم شادی مین بنا بر تفاخر صاحب تقریب کے شریک نہ ہونے پر یہ شبہہ ہوجاتا ہے کہ ریا ونمود متعلق قلب کے ہے اور قلب کا حال معلوم نہین ہوسکتا۔ بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ ریا جس طرح اظہار سے معلوم ہوسکتی ہے اُسی طرح قرائن سے بھی معلوم ہوسکتی ہے۔ حدیث مین آیا ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن طعام المتباریین یہ ظاہر ہے کہ فخر کرنے والے زبان سے نہین کہتے کہ ہم فخر کے لیے کر رہے ہین۔ پس اگر قرائن اس مین معتبر نہ ہوتے تو اس حدیث پر عمل کرنے کی کوئی صورت ہی نہ ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ قرائن سے بھی فخر معلوم ہوسکتا ہے۔ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

(۱۶)

ارشاد فرمایا کہ رامپور مین ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی۔ مین نے کہا کہ جسمانی۔ کہنے لگے کہ ثبوت۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ الآیۃ۔ اور ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتھیٰ اور حدیثین۔ کہنے لگے کیا یہ ممکن ہے کہ جسم انسانی ایسے طبقہ سے عبور کرے جہان ہوا نہ ہو مین نے کہا کہ ہان ممکن ہے۔ کہنے لگے کہ ثبوت۔ مین نے کہا کہ امکان نام ہے عدم الوجوب و عدم الامتناع کا جب وجوب و امتناع نہ ہوگا تو امکان ثابت ہوجائے گا۔ اور چونکہ امکان اصل ہے لہذا جو مدعی امتناع یا وجوب ہو دلیل اُوس کے ذمہ ہے۔ ہم اصل سے متمسک ہین ہمارے ذمہ دلیل نہین۔ اونھون نے کہا کہ آج تک کوئی اور بھی گیا ہے مین نے کہا کہ یہ نظیر کا مطالبہ ہے ثبوت کا نہین۔ اور نظیر کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ نہین ہے علاوہ اس کے وہ بھی ایک واقعہ ہوگا اوس کے لیے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ پھر اس نظیر ثانی کے لیے بھی نظیر کی ضرورت ہوگی۔ الی غیر النھایۃ۔ تو تسلسل لازم

آسئے گا اور وہ محال ہے اور اگر کسی نظیر کو کہ وہ ایک واقعہ ہے بلانظیر آپ مان لینگے تو اسی واقعہ کو بلانظیر کیون نہ مان لیجیے کیونکہ ایک کے بلانظیر ماننے مین اور ایک کے بلانظیر نہ ماننے مین ترجیح بلامرجح ہے اونھون نے کہا کہ صاحب یہ تو بالکل محال ہوتا ہے مین نے کہا مستبعد ہے محال نہین اور مستبعد کا وقوع بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور استبعاد اور چیز ہے امتحالہ اور چیز ہے مگر وہ کسی طرح نہ سمجھے اپنی ہی ہانکتے رہے۔ یہ حکایت اس پر بیان کی تھی کہ آج کل اکثر لوگ جس درجہ کا سوال کرتے ہین اوس درجہ کا فہم نہین رکھتے۔ اس لیے جواب نہین سمجھ سکتے۔ اور خطا نکالتے ہین اہل علم کی کہ جواب نہین دے سکتے۔

(۱۷)

ایک مہمان نے اس واقعہ کے متعلق استفسار کیا کہ بروقت وصال حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے دوات قلم مانگا اور عمر رض نے کہا۔ کیا ضرور۔ بجواب اس کے ارشاد فرمایا کہ یہ اعتراض صرف حضرت عمر رض پر نہین بلکہ اس مین تو خود حضور پر بھی کتمان حق کا اعتراض لازم آتا ہے آپ پر تبلیغ احکام فرض تھی اگر کوئی حکم واجب تھا تو آپ نے کیون نہ ظاہر فرمایا اگر اس وقت دوات قلم نہین آئی تھی تو دوسرے وقت منگا کر تحریر فرما دیتے۔ کیونکہ آپ کئی روز اس واقعہ کے بعد زندہ رہے ہین۔ چنانچہ یہ واقعہ پنجشنبہ کا ہے اور وفات دوشنبہ کو ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کو کوئی نیا حکم ارشاد فرمانا نہ تھا بلکہ کسی امر قدیم کی تجدید و تاکید مقصود تھی۔ چونکہ حضرت عمر رض سمجھ گئے اس لیے آپ نے گوارا نہ فرمایا کہ حضور تکلیف فرمائین۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ طبیب کسی کو زبانی نسخہ تبلادے پھر براہ شفقت کہے قلم دوات لاؤ لکھدون اور مریض یہ دیکھ کر کہ اس وقت ان کو تکلیف ہوگی۔ کہے کہ کیا حاجت ہے اس وقت تکلیف مت دو۔ اور جواب الزامی یہ ہے کہ قصہ حدیبیہ مین حضرت علی رض

نے صلحنامہ لکھا تھا ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ کفار نے مزاحمت کی کہ ابن عبد اللہ لکھو کیونکہ اسی مین تو جھگڑا ہے اگر ہم رسالت تسلیم کرلین تو نزاع ہی کس بات کی۔ حضور نے حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ سے فرمایا کہ اس کو مٹا دو۔ اونھون نے انکار فرمایا پس ایسی مخالفت تو اس مین بھی ہوئی۔ جس طرح حضرت عمرؓ نے مخالفت کی تھی پھر فرمایا کہ جواب الزامی مجھے پسند نہین۔ مگر بطور لطیفہ کے اس وقت بیان کر دیا۔

(۱۸)

فرمایا۔ میرے پاس ایک مولوی صاحب اور ایک عامی آئے۔ باہمی نزاع یہ تھی کہ مولوی صاحب فرماتے تھے حضرت غوث پاکؓ قطعی جنتی نہین اور جاہل یہ کہتا تھا کہ اگر وہ جنتی نہین تو پھر کون ہوگا۔ جاہل سے مین نے کہا کہ ہان بھائی وہ جنتی نہ ہون گے تو اور کون ہوگا۔ مولوی صاحب مجھسے لڑنے لگے۔ کہ کیا دلیل ہے یقیناً جنتی ہونے کی۔ مین نے کہا ذرا ٹھہریئے۔ پھر مین نے جاہل سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ یقیناً جنتی ہین یا نہین۔ اوس نے کہا بلاشک وہ جنتی ہین۔ مین نے کہا حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا۔ کہنے لگا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے۔ پھر مین نے کہا کہ حضرت غوث اعظمؓ کا جنتی ہونا کیسے ثابت ہوا۔ کہنے لگا اولیاے امت کی شہادت مقبولیت سے۔ مین نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مین اور اولیاء اللہ کے ارشاد مین کچھ فرق ہے یا نہین اوس نے کہا کہ بہت ہے۔ مین نے کہا کہ اوتنا ہی اثر دونون ارشادون کے اثر مین ہے یا نہین۔ کہنے لگا کہ ضرور ہے۔ مین نے کہا کہ اوتنا ہی فرق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جنتی ہونے مین اور حضرت غوث پاکؓ کے جنتی ہونے مین ہے یا نہین کہنے لگا کہ ہان ہے۔ مین نے مولوی صاحب سے کہا کہ حضرت جو آپ کا عقیدہ ہے وہی اس

کا بھی ہے صرف فرق عنوان کا ہے یہ اوس کو یقینی کہتا ہے - آپ غلبۂ ظن -
باقی اصل معنون مین دونون متفق ہین جیسے حضرت ابو بکر صدیق رض کے جنتی
ہونے کی مرتبۂ یقینی سے حضرت غوث پاک رض کے جنتی ہونے کا مرتبہ تنزل
مانتا ہے - اسی کا نام عدم قطعیت ہے - مولوی صاحب بہت خوش ہوئے
مقصود اس حکایت سے یہ ہے کہ بلا ضرورت عوام الناس کو متوحش بنانا اور
بلا دلیل ان پر بد گمانی کرنا اچھا نہین -

(۱۹)

فرمایا - ایک شخص نے حیات نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین مجھ سے گفتگو کی -
مین نے کہا جو لوگ مقتول فی سبیل اللہ ہین اون کے حق مین ارشاد ہے بل
احیاء عند ربھم اور جو مقتول فی سبیل اللہ سے بڑھ کر مقتول فی اللہ ہین
وہ کیونکر زندہ نہ ہون گے - اور اسی نکتہ پر مدار مسئلہ کا نہین - اس مین حدیث
صریح موجود ہے - اور یہ تائید کے درجہ مین ہے -

(۲۰)

فرمایا - ارادہ بندہ کا کچھ بھی نہین - حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ فرماتے
ہین - عرفت ربی بفسخ العزائم یعنی مین نے اپنے رب کو پہچانا ارادون
کے ٹوٹنے سے - بسا اوقات انسان اپنے ارادون مین ناکامیاب رہتا
ہے - ہزارون ارادے مصمم کیے مگر کچھ نہ ہوا - اسی واسطے ابن عطاء
اسکندری رح فرماتے ہین کہ ارید ان لا ارید یعنی مین نے یہ ارادہ کر لیا
ہے کہ ارادہ نہ کرون گا - اس پر بعض لوگ شبہہ کرتے ہین کہ یہ عدم ارادہ کا
ارادہ بھی تو ارادہ ہی ہے - انھون نے خود کیا اچھا جواب دیا ہے کہ ارادہ منفیہ
تو اس لیے قابل ترک ہے کہ وہ خلاف تفویض و رضا ہے اور عدم ارادہ کا

ارادہ خود عین تفویض وموافق رضا ہے اس لیے یہ منفی وقابل ترک نہین -

(۲۱)

فرمایا- کہ ایک شبہہ ظاہری یہ ہوتا ہے کہ ہمارے حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے صاحبزادے کے انتقال پر روئے- اور بعض اولیاء اللہ کی حکایت ہے کہ وقت مصیبت کے اونھون نے الحمد للہ کہا اور ظاہراً الحمد للہ کہنے والے کا مرتبہ رونے والے سے زائد معلوم ہوتا ہے حالانکہ انبیاء کے مرتبے کو کوئی نہین پا سکتا- جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ حق فرزند یہ ہے کہ ایسے وقت مین اوس پر روئے- حق خالق یہ ہے کہ امر الٰہی پر صبر کرے- ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دونون کو جمع فرمایا حق فرزند بھی حق خالق بھی- اور دونون کو ادا فرمایا- اور وہ بعض اولیاء اللہ مرتبے مین کم ہین کہ ایک حق اون سے ادا ہوا اور دوسرا نہ ہوا- اسی طرح حدیث مین ہے کہ قیامت مین بعض انبیاء بعض اولیاء اللہ پر رشک کرین گے ظاہراً اس پر بھی شبہہ ہوتا ہے- کہ افضل کو مفضول پر غبطہ کیون ہوگا- بات یہ ہے کہ غبطہ کئی قسم کا ہوتا ہے کبھی تو کمال کے فقدان سے- سو یہ تو نہ ہوگا اور کبھی بہ سبب ایک خاص قسم کی عافیت کے مثلاً کوئی بڑے عہدے پر ہو اور ذمہ داریون کی کثرت سے یہ کہے کہ پانچ روپیہ والے مجھ سے اچھے کہ آرام سے تو ہین- اس قدر بار حساب تو نہین حضرات انبیاء علیہ السلام کا رشک کرنا اسی طرح پر ہے- کیونکہ انبیاء علیہ السلام کا بڑا مرتبہ ہے- امت کی فکر مین مشغول ہون گے- اور بعض اولیاء اللہ ایسی مشغولی سے آزاد ہون گے- پس اس غبطہ کا یہ محل ہو

(۲۲)

فرمایا کہ کسی نے دریافت کیا کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک سے

معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ فرمایا مگر مطلب یہ ہیں جواب میں یہ بات آئی کہ جب کوئی شخص نہایت خائف ہوتا ہے تو وہ ڈر کر کہا کرتا ہے کہ مجھ سے جو قصور ہو گیا ہو معاف کر دیجیے۔ حالانکہ اُس سے کوئی گناہ نہیں ہوا ہوتا اس طرح اور دوسرا اوس کی تسلی کے لیے کہہ دیتا ہے کہ اچھا ہم نے تمہارا سب معاف کیا۔ اِسی طرح چونکہ اِسی خیال سے آپ کو غم رہا کرتا تھا حق تعالےٰ نے تسلی فرمادی۔

(۲۴)

فرمایا کہ حدیث شریف آیا ہے کہ ما اکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خوان ولا سکرجہ ولا خبز لہ مرقق یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے چوکی اور تشتری پر کھانا نہیں کھایا۔ اور نہ کبھی آپ کے لیے چپاتی پکی۔ مشہور یہ ہے کہ جس کام کو آپ نے کیا وہ نہ کرنا چاہیئے اور اس قاعدہ کی اس سے تائید کی کہ عیدین میں مثلاً اقامت اور اذان آپ کے وقت میں نہیں ہوئی لہٰذا جماعتاً نہ کرنا چاہیئے۔ لیکن قاعدہ کلیہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک تو ہے عدم الفعل اور ایک ہے ترک الفعل ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ پس عدم الفعل تو عدم قصد سے بھی ہوتا ہے اور ترک میں اوس کے اعدام کا قصد ہوتا ہے پھر یہ قصد جس مرتبہ کا ہوگا اوس فعل کا ناپسندیدہ ہونا ثابت ہوگا اور اس فرق کو اہل اجتہاد خوب پہچانتے ہیں۔ پس عدم الفعل سے تو اوس کا کرنا ناجائز نہیں ہوتا بشرطیکہ اور کوئی قباحت شرعی لازم نہ آئے اور ترک الفعل البتہ ناپسندیدگی ہے۔ اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ اوس وقت ایسے تکلفات نہ تھے۔ پس مدلول اُس کا عدم الفعل ہے نہ کہ ترک الفعل۔ اب اگر کوئی تشتری میں کھائے یا چپاتی کھائے جائز ہے مگر از راہ افتخار نہ ہو۔ میز پر کھانے میں چونکہ افتخار و تشبہ کا قبح ہے وہ اس مستقل دلیل سے ممنوع ہوگا۔

(۲۴)

فرمایا۔ بعض لوگ آیت وشاورھم فی الامر سے یہ استدلال کرتے ہین کہ سلطنت شخصی ہونا خلاف قرآن کے ہے۔ شاورہم سے کثرت راے مفہوم ہوتی ہے۔ جو حاصل ہے سلطنت جمہوری کا۔ مگر اس استدلال کی غلطی خود اس آیت کے اگلے جزو سے ظاہر ہے واذا عزمت فتوکل علے اللہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ گو مشورہ مطلوب ہے مگر بعد مشورہ مدار محض آپ کے عزم اور راے پر ہے اس سے تو بالعکس سلطنت کا شخصی ہونا ثابت ہوا البتہ یہ ضرور ہے کہ شخص واحد پر مشورہ کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ لیکن مدار کثرت راے پر نہین رکھا گیا بلکہ اُس مستشیر کو اطلاق آیت سے اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ مقابلہ جماعت کے ایک کے مشورہ کو قبول کرکے اوس کے موافق عزم کرے۔

(۲۵)

فرمایا۔ یہ اعتراض کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ محض غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ اسلام مین اول جزیہ کا حکم ہے۔ جب جزیہ قبول کرلیا۔ اب تلوار مسلمان نہین اوٹھا سکتا۔ اور اس سے بھی قطع نظر کی جاے تو قابل غور ہے کہ اسلام نے مخالفین کے ہاتھ مین ایک بہت بڑی ڈھال دے رکھی ہے وہ یہ کہ جب کوئی کلمہ پڑھو فوراً چھوڑ دو تو اس طور پر ہر کافر وقت پر ہر مسلمان کی تلوار کو بند کرسکتا ہے مثلاً کسی کافر نے کسی مسلمان پر خوب ظلم کیا ہو۔ ہاتھ پاؤن کاٹ دیئے ہون اوس کے اہل و عیال کو قتل کرڈالا ہو۔ غرض ہر طرح کا ظلم کیا ہو اور باوجود ان مظالم کے پھر کون ایسا ہے کہ موقع ملے اور قدرت ہو اور بدلہ نہ لے۔ مگر اسلام مین ایسا حکم ہے کہ اگر اس شخص کا یا اس

کہ کسی یار و مددگار کا اوس پر قابو پڑ جاے اور وہ اوس کا کام تمام کرنا چاہے اور وہ زبان سے کلمۂ شریف پڑھ لے تو قرائن سے معلوم ہو کہ دل سے نہین پڑھا۔ تو حکم یہ ہے کہ تلوار مت اوٹھاؤ یہ کتنی بڑی ڈھال مخالف کے ہاتھ مین ہے پس جس مذہب کا یہ قانون ہو اوس مین کیسے ممکن ہے کہ اوس کی ترقی تلوار سے ہو سکے آپ فرمائیے کہ اسلام بزور شمشیر کیونکر پھیلا۔

(۲۶)

فرمایا۔ بظاہر اس پر کہ کفار جہنم مین ہمیشہ رہین گے۔ یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اونھون نے اتنا بڑا گناہ کون سا کیا کہ سزاے دائمی تجویز کی گئی۔ کیونکہ زندگی محدود گناہ محدود۔ پھر سزاے غیر محدود کا کیون حکم ہوا۔ جواب یہ ہے کہ کفر و شرک کی حقیقت ہے بغاوت۔ دنیا مین بھی قاعدہ ہے کہ سلاطین۔ باغی کو جلا وطن عبور دریاے شور وغیرہ سزا دیتے ہین۔ چونکہ سلاطین بجز اس کے کہ عمر بھر کے لیے دے سکین زیادہ پر قدرت نہین رکھتے۔ اس وجہ سے زائد سے مجبور رہین۔ مگر اتنا ظاہر ہو گیا کہ بغاوت کی سزا غیر محدود ہونا چاہیے اور یہ امر بمقتضاے عقل ہے۔ چنانچہ جو سلاطین پابند ملت بھی نہین وہ بھی ایسا ہی کرتے ہین یہ جواب تو جدلی ہے۔ اس کی حقیقت مین غور کرنا چاہیے کہ حق تعالے مالک حقیقی ہین اور اون کے صفات غیر متناہی ہین اور ہر صفت کا ایک حق ہے۔ اب جو شخص ایسے مالک جامع کمالات غیر متناہیہ کے حقوق کو ضائع کریگا۔ اوس کی سزا بھی غیر متناہی ہونا چاہیے۔ پس یہ سزا عین موافق عقل کے ہوئی۔

تمام شد

پہلا حصہ تصحیحاً و مقابلۃً بہ تیباً آخر شوال ۲۹ سنہ ۱۳ھ مین تمام ہوا۔

دعوات عبدیت

یعنی

حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کے مواعظ حسنہ و ملفوظات طیبہ کا ایک ضخیم مجموعہ

بعد حمد و صلوٰۃ یہ بات روز روشن کی طرح سب کو معلوم ہو کہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کے مواعظ و تقریرات و تصانیف کس درجہ مفید و نافع ثابت ہوئے ہین لیکن اُن مین جو مستقل تصانیف ہین اُنکا نفع تو غیر محدود و عام ہوا اور مواعظ و تقریرات روزمرہ کا نفع صرف حاضرین مجلس ہی کو ہوتا تھا غائبین اور نیز لاحقین کو اُنکا نفع نہ پہونچتا تھا اسلیے ان بے بہا موتیون کے ضائع ہونیکا نہایت قلق ہوتا تھا۔ اور زیادہ قلق کی وجہ یہ بھی تھی کہ وعظ کیوقت جو مضامین عجیبہ حضرت مدظلہم بیان فرماتے ہین وہ محض منجانب اللہ اُس وقتِ خاص مین قلبِ مبارک پر وارد ہوتے ہین تو اُنکے قلمبند نہونیکا بہت افسوس تھا اور ہمیشہ یہ خیال دامنگیر تھا کہ کسی طریق سے یہ جواہر نادرہ بھی سلک تحریر مین منظوم ہوجائین چنانچہ اول اول بعض بعض مواعظ جو خاص خاص جگہ ہوئے وہ بعض احباب نے لکھے اور وہ شائع ہوئے لیکن حق یہ ہو کہ پورے طور سے وہ ضبط نہین ہوئے اور بہت سے مضامین اُنمین چھوٹ گئے لیکن تاہم اسدرجہ مقبول ہوئے کہ ہاتھون ہاتھ لوگ اُنکو لے رہے ہین بحمد اللہ اب اسکا مستقل طور سے انتظام کیا گیا اور مواعظ کو ایسے طریق کے ساتھ ضبط کرانا شروع کیا جاتا ہو کہ کوئی مضمون ضروری نہ چھوٹے اور اسی پر اکتفا نہین کیا جاتا بلکہ ضبط کر کے حضرت مولانا خود اُسپر نظر ثانی فرماتے ہین اور جابجا اُسمین اصلاح و ترمیم فرماتے ہین اور اسی طرح ملفوظات روزمرہ بھی ضبط کرائے جاتے ہین اور سہولت کیلیے دس دس وعظ اور سوا سو [۱۲۵] ملفوظات کا ایک حصہ بنایا گیا اور چونکہ ہر وعظ بجاے خود ایک رسالہ ہو کہ جسمین تمہید و مقصود و خاتمہ سب ہوتا ہی چنانچہ ہر وعظ کا لقب بھی حضرت نے خود تجویز فرمایا اسلیے غایت سہولت کیلیے ہر حصے کے مواعظ اور ملفوظات علیحدہ علیحدہ طبع کرائے جاتے ہین اور چونکہ یہ تجویز ہر وعظ کے علیحدہ علیحدہ طبع کرنیکے بعد مین ہوئی اور اُس سے پہلے حصۂ اول کا نصف یکجا طبع ہوگیا تھا اسلیے حصۂ اول کے دو نصف علیحدہ

شائع کیے گئے اور بقیہ حصص کے مواعظ علیحدہ علیحدہ ہدیۂ ناظرین ہونگے اور بحمد اللہ اسوقت ہمارے پاس حصۂ اول اور حصۂ دوم اور حصۂ سوم کے تمام وعظ مع ملفوظات بالکل لکھے ہوئے موجود ہین اور حصۂ چہارم و پنجم و ششم کی بھی تبیض ہو رہی ہی چنانچہ حصۂ اول و حصۂ دوم اور حصۂ سوم کے مواعظ کی فہرست درج ذیل ہی۔

حصۂ اول - جسمین دس وعظ ملقب بہ آداب المساجد۔ مہمات الدعا حصۂ اول۔ مہمات الدعا حصۂ دوم۔ سیرۃ الصوفی۔ استخفاف المعاصی۔ حقوق المعاشرت۔ الاخلاص حصۂ اول۔ الاخلاص حصۂ دوم اصلاح النساء۔ ذم نہوملی۔ اور ایکسو پانچ مقالات اور چھبیس مجادلات درج ہین۔ قیمت مجموعی عمر

مواعظ حصۂ دوم۔ تطہیر رمضان۔ حقوق القرآن۔ علاج الکبر۔ حیات طیبہ۔ تسہیل الاصلاح۔ احکام العشر الآخر اکمال الصوم والعید۔ غض البصر۔ تطہیر الاعضاء۔ تقویم الزیغ۔ ملفوظات۔

مواعظ حصۂ سوم۔ ضرورت الفناء بالدین۔ ضرورت العلم بالدین۔ ضرورت العمل فی الدین۔ طریقۃ القرب فضائل العلم وخشیۃ۔ ترغیب الاضحیہ۔ ضرورت التوبہ۔ تفصیل التوبہ۔ تکمیل الاسلام۔ ترک المعاصی۔ مقالات ومجادلات۔

حصۂ اول مکمل اور ہر سہ حصہ کے مواعظ یہ سب بالکل طیار ہین اور حصۂ چہارم زیر طبع ہی۔ ناظرین جلد طلب فرمائین ایسا نہو کہ بعد کو کف افسوس ملنا پڑے۔ اور دعا بھی فرمائین کہ اللہ تعالے حضرت مولانا ممدوح کا یہ فیض تادیر جاری رکھین۔ آمین

المشتہر

حاجی صدیق احمد بنت ضلع مظفر نگر